

Amber



اگست ۱۹۸۲ء

مقبول قوم ترانوں کا
فصوصی تحفہ

”روشنی کا سیفر“
کے آفریقہ خطہ آفریقہ کے غیر ملکیات
ہم سبھی مسکراتی دوشی کارٹون کہانیاں
”ہم صرف پاکستان پر یقین رکھتے ہیں“
قائد اعظم کی تاریخ ساز گفتیں

Video Games City

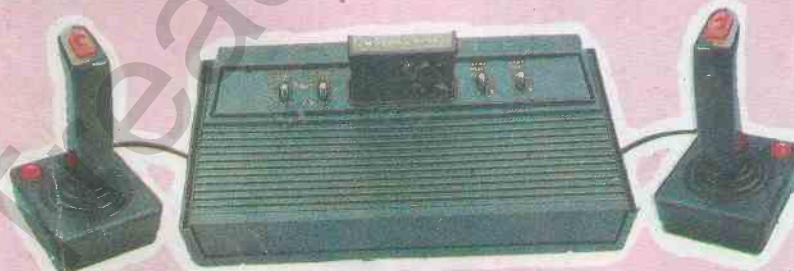
SEGA
GAME GEAR

Megadrive

Nintendo
SUPER NINTENDO
GAMEBOY

ATARI

کرن الیکٹرونکس ویڈیو گیمز کا با اعتماد ادارہ



آپ گھر بیٹھے ٹی وی سکرین پر
پُر جوش تفریحی لمحات حاصل کر سکتے
ہیں۔ تعلیمی گیمز تعلیم کا ایک مؤثر ذریعہ
نوٹ: بچوں کو ٹی وی سکرین سے مناسب فاصلہ پر بٹھائیں

آپ جب چاہیں پائلٹ، ڈاکٹر، کمانڈو، ٹارزن، ہیرو، نجا ٹرٹل، سپیس فائٹر بن سکتے ہیں

رفیع پلازہ ہالے روڈ۔ لاہور

PHONES : 7220078-7230078 FAX : (042) 7226366

کرن الیکٹرونکس

4	خوشبو	نجمہ عاقب
8	ان کا پاکستان	س۔ م۔ دانش
13	حلاش	علی سفیان آفاقی
17	پھول کلینک	ڈاکٹر اطہر اے انور
20	وقت نہیں ہے	ندیم اپیل
24	کلیاں	حمیرا خاں
27	عالم اسلام	ایوب منیر
30	واہ اللہ میاں	شاہد
40	ماڈرن مٹکی	ناصر اکرام
44	روشنی میں سفر	آفتاب احمد
49	ایڈیٹری ایک دن	سروہی
56	میزھی آنکھ سے	محمد اعظم یاد
57	ٹائٹل سٹوری	مبین چودھری
60	خیر خواہی	اختر عباس
64	کیا بات ہے	شازیہ تبسم

اسکے علاوہ !
پھول بڑا مقبول + ٹیلی فونک کالم + لطیفہ کچھ
یوں ہے + واہ کیا بات ہے + کارٹون
کہانیاں اور معروف ملی ترانے

آؤں پورو آف سرکولیشن سے تصدیق شدہ اشاعت
☆ درجن پاکستان چلڈرین میگزین سوسائٹی

لاہور

ماہنامہ پھول

اگست 1994ء جلد 4 شمارہ 12

Amber

چیف ایڈیٹر: مجید نظامی

ایڈیٹر: اختر عباس

آرٹسٹ: سمیرا پراچہ

لے آؤٹ: محمد علی چوہان

قیمت: 9 روپے

○ پتہ: ماہنامہ پھول 4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور فون 4-6367551

○ مجید نظامی پرنٹر: بلشر نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر نوائے وقت لاہور سے شائع کیا



حزنِ نبی

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ دل میں ایک خلش تھی، وہ بیان کی۔ یہ خلش ہم سب کے دل میں ہے مگر اب پوچھنے کا موقع تو نہیں، اس شخص نے گویا ہم سب کی طرف سے پوچھ لیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ اس شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہیں جس نے لوگوں سے محبت کی لیکن ان تک نہ پہنچ سکا؟ نہ صحبت ملی نہ ملاقات ہوئی نہ عمل میں ان کے قریب پہنچے، فاصلے زمان کے بھی رہے مکاں کے بھی اور علم و عمل کے بھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس نے محبت کی۔ یہ ساتھ اور قرب اس دنیا میں تو ہے ہی..... اور اگر آپ کو شبہ ہو تو محبت کر کے دیکھ لیجئے کہ زمانے اور فاصلے کی دوری کس طرح مٹ جاتی ہے..... لیکن اس دنیا، آنے والی اور ہمیشہ رہنے والی دنیا کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور ساتھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک اور شخص نے آپ سے پوچھا۔ قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا۔

پوچھ تو رہے ہو، لیکن اس کے لئے تیاری بھی کی ہے؟ بولا۔ ”تیاری تو میں نے کچھ نہیں کی، لیکن بس اتنا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے تجھے محبت ہے“ (بخاری مسلم)

بتائیے۔ اس سے زیادہ خوشی و شادمانی کا سامان اور کس بات میں ہو سکتا ہے! خود اس زمانے میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ لوگوں نے یہ خوش خبری سنی تو ایسے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد کسی بات سے نہ ہوئے تھے..... یہ حضرت انسؓ کا بیان ہے..... اب ہمارے زمانے میں تو ہم جیسے دراندہ و عاجز ناقص و ناکارہ انسانوں کے لئے، جو آخرت کی تیاری میں بالکل ہی پیچھے رہ گئے ہیں، تسلی و اطمینان اور مسرت و خوشی کا سامان واقعی اس بات سے بڑھ کر اور کس بات میں ہو سکتا ہے۔ پس محبت کریں تو اللہ کا بھی ساتھ ملے گا۔ اس کے پیارے رسولؐ کا بھی۔ اور ان دونوں کے سارے چاہنے والوں کا بھی۔

آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن آپؐ کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر ہمارے پاس ہے، پوری زندگی کی تصویر۔ اس لئے کہ آپؐ کا سوہ ہمارے پاس ہے۔ اگر ہم اس سوہ کی ایک ایک ادا اور اس کے ایک ایک نقش سے محبت کرنے لگیں اس پر اپنی نگاہیں جمالیں، اسے اپنے دل میں بٹھالیں، اور اس جیسا بننے کی کوشش میں بھی لگ جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس خوش خبری کے مستحق نہ قرار پائیں۔ اگرچہ آج ہم آپؐ کے قدموں میں نہیں بیٹھ سکتے۔ لیکن اس طرح آپؐ کے ہر قدم کی چاپ سن سکیں گے اور آخرت میں تو ضرور آپؐ کو ان آنکھوں سے دیکھیں گے اور آپؐ کی محبت کی سعادت سے سرفراز ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب خرم مراد کی کتاب ”چند تصویریں۔ سیرت کے الہم سے“ اقتباس

غوشابو

نجر شتاب

اس صبح آسمان بڑا صاف تھا۔ سورج کی کرنیں چھن چھن کر صحن میں اتر رہی تھیں۔ اور ٹوٹی اینٹوں کا پکافرش تیز دھوپ سے سوکھ گیا تھا۔ علی محمد حوالدار کی بیوی بھاڑ پانی سے فرش چکانے کے بعد رسوئی میں گھس گئی تھی۔ اور جب تک وہ گڑی گاڑھی کالی چائے بنا کر فارغ ہوئی، علی محمد جاگ گیا۔ اب وہ تازہ تازہ دھلے صحن میں پیچھی کھاٹ پر بیٹھا واڑھی موند رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بڑھیا کے چہرے کی طرح ترخا ہوا آئینہ تھا۔ دوسرے ہاتھ میں پھوٹا سا ”استرا“ تھا۔ کھاٹ کے کنارے پہ تام چینی کی پانی سے بھری چھوٹی سی گول پیالی دھری تھی۔ جس میں ہاتھ بھگو بھگو کر وہ اپنی ٹھوڑی پر پھیر رہا تھا۔

بیوی نے چائے کا پیالہ لا کر اس کے قریب رکھا۔
”ہیں۔“ اس نے نگاہ اٹھا کر بیوی کو دیکھا۔ ”آج بڑی جلدی کر دی ہے۔“ بیوی کے ہونٹوں پر پھینکی سی مسکراہٹ بھر گئی۔

علی نے پانی کی پیالی، آئینہ اور چھوٹی قینچی آگے کو کھسکا دی۔ کھاٹ کے قریب پڑے لوٹے سے اس نے بیٹھے بیٹھے ہاتھ دھوئے اور چائے کی سرکیاں لینے لگا۔ کمرے سے اس کے دونوں بچے آنکھیں ملنے کیے بعد بیگے پر آمد ہوئے اور منہ بسورتے ہوئے ماں کے پاس رسوئی میں گھس گئے۔ حوالدار علی محمد بھی خالی پیالہ اٹھا کر ان کے پیچھے ”رسوئی میں

آگیا۔ دونوں بچے ماں کے قریب گھسے چھوٹی چھوٹی چوکیوں پر بیٹھے ہاتھ سینک رہے تھے۔

وہ بھی آگ کے نزدیک ہو کر بیٹھ گیا۔

بیوی نے بنا کچھ کے سنے رات کی سیتی روٹی چنگیر میں رکھ کر اس کے سامنے سرکادی۔ وہ بڑے بڑے لقمے لینے لگا۔ دونوں بچوں کی آنکھیں اب پوری طرح کھل گئی تھیں۔ سات سال کا ”پنوں“ چولے میں ناپتے انگاروں پہ نظریں جمائے تک رہا تھا۔ اس نے پاس بیٹھی چھوٹی بہن کو پھوکا دیا۔

”ان کا رنگ کتنا سرخ ہے۔ جیسے آپا منڑہ کا ڈوپٹہ ہو۔“ آپا منڑہ کا ڈوپٹہ! ننھی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس کے ننھے ننھے ہاتھ شدت سے آپس میں پیوست ہو گئے اور چہرے پہ دھنک کے رنگوں کے چھینٹے پڑنے لگے۔

وہ سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔ ”آپا منڑہ کا ڈوپٹہ کتنا پیارا تھا بھائی۔ اس پہ رنگ رنگیلے موتی لگے ہوئے تھے۔ اتا پیارا!!“ اس نے آنکھیں بھیج کر بند کر لیں۔ ”میں بھی اماں سے ایسا ہی دوپٹہ لوں گی۔“

”اماں۔“ وہ ماں کے گھٹنے سے چمٹ کر اس کی طرف بھئی۔ تم مجھے آپا منڑہ کی طرح کا ڈوپٹہ لے کر دو گی ناں۔؟
”آئے۔“ ہائے ماں نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔ اور علی محمد کی طرف رخ کر کے بولی۔ جب سے ”مائی حسنہ“ کی بیٹی منڑہ کا بیاہ ہوا ہے۔ تیری بیٹی جان کھائے جا رہی ہے۔

ننھی خوف سے دبک گئی۔

علی محمد سنی ان سنی کرتے ہوئے پانی پینے لگا۔

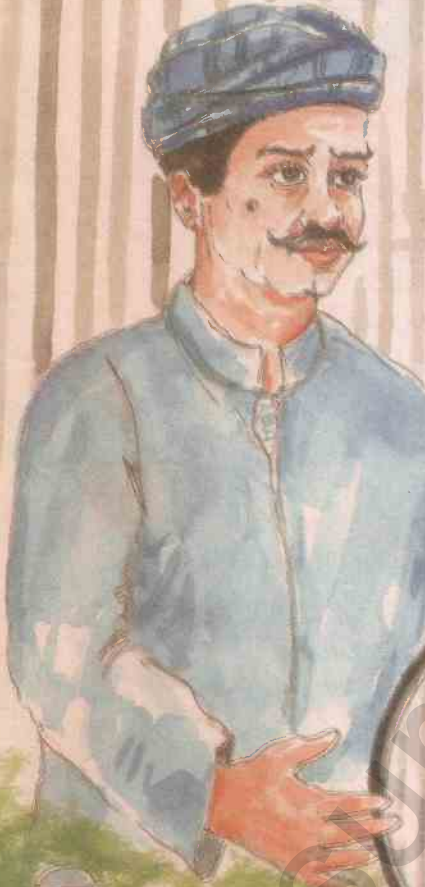
پنوں نے ننھی کی اوڑھنی کو ہولے سے جھٹکا دیا۔

”اے۔“ وہ آہستہ آواز میں بولا۔ اس طرح کا ڈوپٹہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ وہ صرف دلنیں لیتی ہیں۔ اب اماں سے نہ کہنا میری گی۔“

ننھی نے آنکھیں پینٹائیں اور مسجداری سے ننھا سا گول سر ملادیا۔ اس کی نگاہیں سرخ نگاروں سے ٹھیلنے لگیں۔

علی محمد ڈکار لیتا ہوا اٹھا۔ کمرے میں جا کر اس نے حوالدار کی پرانی وردی پہنی۔ سر پر تیل چڑ کے گنگھی کی اور اسے تین تک سک سے تیار ہو کر باہر آیا اور دیوار سے لگی سائیکل اٹھا کر جانے لگا۔

ابا سلام..... پنوں اور ننھی رسوئی کے دروازے سے بیک وقت پکارے۔



و علیکم سلام..... اس نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ اور گھر سے باہر نکل گیا۔

دو گلیوں کے اس پار سڑک تھی اور سڑک کے دائیں جانب تھانے کی پہلی عمارت وہ سائیکل کھڑا تھانے کے زنگ آلودہ آہنی گیٹ سے اندر داخل ہوا۔

سائیکل دوپار کے ساتھ دھکیلی اور تیز رفتروں سے اندر کی جانب چلے لگا۔ ڈیوڑھی اور کوشریوں کی لمبی قطار کے آخری سرے پہ تھاندار کا کمرہ تھا۔ اس نے چابی نکالی اور تالہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

وہ حوالدار تھا۔ مگر چیز اسی کی طرح تھاندار کی کل چاکری اس کی اضافی ڈیوٹی تھی۔ تھاندار بھی عجیب جھکی آدمی تھا۔ ملازمین کے ہوتے ہوئے بھی اس کے کمرے کی بھاڑ پونچھ صفائی ستھرائی اس کے ذمے تھی۔

تھاندار کے پیچھے سے بہت پہلے آکر اپنا کام شروع کر دیتا۔ حوالدار نے کرسیوں کو کپڑے سے پونچھا۔ الماریوں کے پٹ بھاڑے۔ میز صاف کی اور سروٹ کے نرم بھاڑو سے فرش صاف کرنے لگا۔ کرم دین ادھر سے گزرا۔ اس نے دروازے کے کھلے پٹ سے اندر بھاٹک کر دیکھا اور علی محمد کو اکلیا پا کر اندر گھس آیا۔

”ٹھیکو ٹھاک ہو“ حوالدار نے بھاڑو کی اور ٹھکے ٹھکے سر کو اٹھا کر پونچھا۔ بڑا ٹھیک ٹھاک! کرم دین بلا تکلف تھاندار کی کرسی پر ٹک گیا۔

اچھا..... تو پھر یہ تیرے چہرے پہ چودہ کیوں نہ رہے ہیں؟ علی محمد کو ڈاسیٹھنے لگا۔

کرم دین نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

”چودہ نہیں سولہ“ علی محمد

کوئی ایک نیا پرندہ ہاتھ آ گیا ہے۔ پر ہے یار میڑھی کھیر۔ بولتا ہی نہیں“

کرم دین تھانے کی خاص کوشری کا خصوصی جلا د تھا۔ چھوٹے موٹے ملازم تو اس سے بے طرح خوف کھاتے تھے۔

ڈرپوک اور دو قسم کے حوالاتی گویا اس کے زر خرید غلام تھے۔ وہ مجرموں کی ٹھکانی خوب کرتا تھا۔ جرم کردہ ہو یا نا کردہ۔ وہ ”اقبال“ ضرور کروا لیتا تھا۔

”بڑا گھبرو جوان ہے یار۔ مجھے تو اس کی جوانی پہ ترس آتا ہے۔“ چہچہا!!

”مگر اس کا جرم بہت بڑا ہے اس نے کل صبح بڑے چوک پہ سرکار کے خلاف بڑی بھاری تقریر کی ہے۔“ جیسی سے میری کوشری کی ممانداری کا کلفٹ اٹھا رہا ہے۔ پر ہے جی دار بواشدو سنہنے گیا ہے۔ مگر زبان نہیں کھولی۔“

کرم دین کم کم کسی کی تعریف کرتا تھا۔ کبھی کوئی چھٹا ہوا

عادی مجرم اس کے ہاتھوں تھپا دھپ دھکنائی کے بعد بھی کلف لگے۔ ٹھٹھے کی طرح اکڑا کر بتاؤ کرم دین باہر آکر حوالدار کے سامنے کھلے دل سے اس کے حوصلے اور قوت برداشت کی داد دے ڈالتا۔

”بڑا جی دار ہے۔ دیکھو کب تک سنتا ہے!“

وہ مونچھیں مروٹا باہر نکل گیا۔ حوالدار علی محمد ”صاب“ کی سنہرے گیندوں والی ڈانگ گیلیے کپڑے سے لٹکانے لگا۔

گھٹنے بھر کے بعد تھاندار سروپ کھنہ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ حوالدار نے چست قسم کا سیلوٹ اس کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ تھکتا پٹ پٹ کو سنبھالتا کرسی پہ گر گیا۔ کرم دین کو بلاؤ۔ اس نے حوالدار کو حکم دیا۔

حوالدار اسے بلالایا۔

کرم دین آکر دست بستہ تھاندار کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ”کیا بتا ہے اوئے اس حرام خور کا“..... تھاندار نے موٹی سی گالی ملی۔

”مر گیا جی..... ابھی ابھی مر گیا.....“ کرم دین کی آواز میں پہلے کی سی ٹرک نہ تھی۔

”کون؟ جی دار؟ علی محمد کے منہ سے نکلا

”جی دار کا تخم“..... تھاندار نے ایک اور موٹی سی گالی دی۔ آجائے ہیں سرکار کے خلاف مورچے باندھنے۔ اپنے انجام کی خبر نہیں ہوتی۔؟ کرم دین..... اس کی لاش اس کے گھر پہنچاؤ..... ابھی۔ اسی وقت..... ”بمترس!“ کرم دین ایدوں کے بل گھوما اور لیفٹ رائٹ کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

حوالدار اس سے اتنا بھی نہ پوچھ سکا۔ کہ وہ جی دار شخص جس کی بھاری کی تعریف کرم دین جیسے شخص نے کی تھی اتنی جلدی کیسے مر گیا؟

فون کی گھنٹی بج اٹھی..... ٹرن..... ٹرن..... ٹرن.....

تھاندار نے ہاتھ لمبا کر کے ریسیور اٹھایا۔ ہے..... لو۔

تھاندار کا پیٹ فٹ بھرا اچھلا اور وہ مستعد ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا دوسرا ہاتھ بے اختیار ماتھے سے جاچکا۔

یس سر..... جی..... جی.....

سروہ تو ختم ہو گیا..... مر گیا سر ابھی ابھی۔

بمترس! ایسا ہی ہو گا سر..... اوکے سر! قیل ہو گی سر! تھاندار کے ماتھے پہ پسینہ آ گیا تھا۔ اس نے ریسیور کریڈل پہ رکھا اور بولا۔ میری ڈانگ لاؤ حوالدار..... ڈی ایس پی کا فون تھا۔ سالے کے گھر تک جانا ہے۔

ڈی ایس پی کے؟ حوالدار نے بے اختیار پوچھا۔ تھاندار نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف

دیکھا۔

مقتول زمان خان کے گھر جانا ہے۔ تیرا دماغ تو نہیں چل گیا حوالدار۔ حوالدار شرمندہ ہو کر ہاتھ میں پکڑی صاب کی ڈانگ کو گھورنے لگا۔ ڈی ایس پی کسہ رہا تھا کہ اس واقعے کے رد عمل کے طور پر کہیں لوگ سڑکوں پر ہی نہ نکل آئیں۔ وہاں جا کر جائزہ لیا جائے اور اگر کوئی ایسی دیکسی خطرے کی بات ہو تو پولیس کو لوگوں سے نپٹنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

حوالدار نے لشکارے مارتی ڈانگ تھاندار کی طرف بڑھائی۔

تھاندار ڈانگ ہاتھ میں تھام کر بولا۔

”مقتول تیرے ہی محلے کا رہنے والا ہے..... تو اس کا گھر خوب اچھی طرح جانتا ہو گا۔ زمان خان اپنے محلے کا بڑا مشہور بندہ تھا“۔ حوالدار کو جیسے پچھونے ڈنک مار ڈالا۔

زمان خان..... اس کی آنکھیں پھیلیں..... مائی حسہ کا داماد؟ وہ بڑبڑایا..... منزہ کا خاوند..... باؤ زمان..... باؤ زمان..... تھاندار اتنی دیر میں کمرے سے نکل چکا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے لپکا۔

اس کی کلی لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ چھوٹے بڑے، عورتیں، مرد بھی تھے وہ لوگوں کے جھوم کو چپا تا صاب جی کو لے کر مائی حسہ کے کشادہ صحن میں داخل ہوا۔ صحن گلی سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ ایک حصے میں مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اور دوسرے حصے میں زمان خان کی چارپائی کے گرد عورتوں کی بھیڑ لگی تھی۔ وہ مردوں میں جا کر بیٹھ گئے۔ یہ یہاں کیوں آئے ہیں؟

کیوں آئے ہیں یہاں.....؟ لوگوں میں چہ گوئیاں ہونے لگیں۔

صاحب جی آتے ہی اپنے قریب بیٹھے ایک معزز شخص سے باتیں کرنے لگے تھے۔ صاحب جی حالات دیکھنے آئے۔ اس نے اپنے قریب بیٹھے اہل محلہ کو اطلاع فراہم کی۔ یہ ڈی ایس پی کا تخم ہے..... کہ مجرم کے گھر..... مجرم.....؟ کئی نگاہیں اس کے چہرے سے چپک گئیں

اس کی بات درمیان ہی سے پکڑ لی گئی..... وہ مجرم تھا.....؟

اس کے محلے دار ملامت بھری نظروں سے اسے تنکے لگے..... حوالدار گھبرا کر زمین کو گھورنے لگا.....

صاب جی ابھی تک باتیں کر رہے تھے۔ وہ اٹھا..... اور عورتوں کے حصے کی طرف چلا آیا۔ محلے بھری عورتوں کا ایک جھوم اکٹھا تھا۔ مائی حسہ مٹی کا بت بنی کر ٹکروا ماد کے بے جان لاشے کو تنکے جاتی تھی۔

حوالدار عورتوں کے جھوم میں اور آگے بڑھا۔ اسے اپنی بیوی دکھائی دی..... وہ چارپائی کے قریب بیٹھی رو رہی تھی۔

والیاں مجھے طعنے دیتی ہیں لوگ آتے دیکھ کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

کہتی ہے تو سارا دن تھانیدار کے جوتے پالش کرتا رہتا ہے کرسیاں میز گڑتا ہے۔ جھاڑو سے کمرے کی دھول مٹی پھانکتا ہے۔ تو بھی کوئی مرد ہے؟ غیروں کی جی حضوری کے سوا تیرا کوئی کام ہی نہیں! تو کیسا حوالدار ہے؟ جو بندوق چلانے کی بجائے صاب کے پھول مانجھتا رہتا ہے۔ اور تو بندوق کبھی اٹھاتا بھی ہے تو اپنیوں کے خلاف تو بزدل ہے۔ بتا کر م دین میں کیا کروں.....؟

”یہ تیری بیوی نے کہا حوالدار؟ میں ہوتا ناں تیری جگہ تو گدی سے زبان کھینچ لیتا تو کیسا بے غیرت ہے چپ چاپ اس کی بکواس سنتا رہا۔“ کرم دین بولا

حوالدار نے پہلو بدلا۔
کرم دین ادھر تو مجھے بے غیرت کہہ رہا ہے ادھر محلے والے مجھے یہ اعزاز بخشے پر تنے ہوئے ہیں میں تو پھس گیا ہوں۔

”کیا ہوا یار.....؟ تمہارے محلے والوں پہ کس کا جادو چل گیا؟“

حوالدار نے دور بڑی چار پائیوں کی طرف اشارہ کیا۔
ان کا جادو چلا ہے کرم دین تیرے ظلم نے کل زمان خان کو جان سے گزار دیا ہے۔ انہیں اس بات کا صدمہ ہے باؤ زمان میرے محلے کی بزرگ ترین مائی حنہ کا داماد تھا۔

مائی حنہ..... ہا۔ اس نے آہ بھری میں چھوٹا سا ہوتا تھا۔ اپنے بھوں جتنا جب سے مائی حنہ مجھے پتر کما کرتی ہے۔

سوہنا پتر میں اس کی گود میں کھیلا ہوں اور باؤ زمان تو میرا اچھا واقف تھا۔ میرے محلے میں سب سے زیادہ پڑھا لکھا آدمی تھا۔ بڑا اچھا بندہ تھا۔

حوالدار کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ وہ ہاتھوں سے انہیں ملنے لگا۔

کرم دین تسلی دیتے ہوئے بولا تو پولیس مین ہے تجھے اتنی سی بات پہ افسوس کھانا زیب نہیں دیتا یار میں مانتا ہوں کہ وہ اچھا گھرو جوان تھا اس کا جرم بڑا تھا..... اور میرے یار..... پولیس والوں کی زندگی میں بڑے بڑے حادثے دیکھنے کو ملتے ہیں انہیں بے حوصلہ نہیں ہونا چاہیے۔

”اپنے بال بچوں کا خیال کر! کیوں ان کی روزی بند کروانا چاہ رہا ہے۔ صاب جی کو تیری ان ہمدردیوں کی بھنگ بھی پڑ گئی ناں تو سمجھو کہ تیری نوکری گئی میں تو یار ہوں میرے سامنے تو دل کی بات کہہ سکتا ہے مگر کسی اور سے مت کہنا۔ پچھتائے گا۔“

کرم دین چلا گیا تو وہ اٹھا اور آہستہ روی سے چلتا ہوا چار پائیوں کی طرف آیا۔ اور چند قدم دور ہٹ کر کھڑا ہوا

کڑی نظروں سے تنک رہا تھا۔ اس نے حوالدار کو آتے دیکھا تو پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔

رات آرمی والوں اور باغیوں کے درمیان پھاڑپوٹ کے اس طرف بڑا مہرکہ ہوا ہے۔ چھ باغی مارے گئے باقی بیچ نکلے۔ آرمی والوں نے لاشیں پولیس کے حوالے کر دی ہیں۔ صبح سویرے سے لوگ لاشوں کو دیکھنے کے لئے آ رہے ہیں۔ دیکھو گے؟

چلو دیکھتے ہیں۔ حوالدار نے کرم دین کے ساتھ چار پائیوں کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

لوگوں کا ہجوم گھٹ بڑھ رہا تھا۔ ان کے چروں پہ غم اور حزن کی لمبی لکیریں کھینچی ہوئی تھیں اور لبوں پہ دہی دہی سسکیاں تھیں تحسین و آفرین کے کلمات تھے۔

حوالدار کرم دین کے ساتھ چار پائیوں کے نزدیک پہنچا۔ خوشبو کا ایک جھوٹا آیا اور اس کی مشام جاں کو معطر کر گیا۔

اس نے بے اختیار کرم دین کی طرف دیکھا۔
کرم دین بولا ”پتہ نہیں کیسی خوشبو ہے؟ یوں لگتا ہے جیسے ان جسموں سے نکل رہی ہے۔ پتہ نہیں کیا اسرار ہے؟“

حوالدار اور نزدیک ہو گیا۔
خوشبو کا ایک اور جھوٹا آیا۔

”کرم دین!“ اس نے قریب کھڑے کرم دین سے سرگوشی کی۔ میرا دل کہتا ہے یہ سچے لوگ ہیں۔

ہا۔ کرم دین نے معمول سے ہٹ کر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

”حوالدار تو پاگل تو نہیں ہوتا جا رہا پولیس مین ہو کر ایسی باتیں کرتا ہے چل چھوڑ میرے ساتھ اندر چل تھانیدار صاب آئے ہی والے ہوں گے۔“

وہ اسے گھینٹتا ہوا اندر کی طرف لے آیا۔
وہ دونوں ڈیوڑھی میں بچھی کر سیوں پہ بیٹھ گئے۔

حوالدار کی نگاہیں دور پڑی چار پائیوں کا طواف کرنے لگیں وہ قطعی گم سم بیٹھا تھا۔

کیا سوچ رہے ہو؟ کرم دین نے اس کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

ہا..... وہ چوٹکا اور سیدھا ہوا کر بیٹھ گیا اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ ”تمہاری بھابھی نے آج مجھے بڑے طعنے دے کر گھر سے نکالا ہے کرم دین۔“

”ہیں ہیں تیری گھر والی نے.....؟ وہ تو بڑی بھلی مانس نری اللہ میاں کی گائے تھی۔ وہ کیسے تیرے منہ کو آئے گی۔ حوالدار۔ کب سے!“

کل رات سے اسے دورہ سا پڑ گیا ہے کتنی ہے محلے

اس کی گود میں نضی انکی ہوئی تھی جو آپامنزہ کے گوند لگے سرخ دوپٹے کو دیوانہ وار تنک رہی تھی۔ اور آپامنزہ کی آنکھیں دوپٹے کے ہم رنگ بنیں چار پائی پہ رکھے جسد کا طواف کر رہی تھیں۔

وہ فقط ایک نظر باؤ زمان کے چہرے پہ ڈال سکا۔ کرم دین کے جبر کی زندہ تصویریں اس کے مردہ چہرے پہ رقص کر رہی تھیں۔ وہ تاب نہ لاسکا اور مڑ آیا۔

مردوں کی درویوں کے اس طرف اس کا سامنا ایوب درزی سے ہوا۔ ایوب نے نفرت بھری نظروں سے اس کی وردی کو دیکھا۔ اور منہ پھیر لیا ”بے غیرت!“ اس نے زمین پہ تھوک کر کہا۔

”بے غیرت“..... وہ بڑبڑایا اور پھر لپک کر ایوب درزی کا گریبان پکڑ لیا۔ ”تم نے مجھے بے غیرت کہا ہے ایوب کیوں؟ بھلا میں کون سا بے غیرتی کا کام کرتا ہوں دن بھر نوکری کرتا ہوں اور بچوں کا پیٹ پالتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی کا حق نہیں کھایا..... کبھی کسی سے زیادتی نہیں کی۔ میں کیوں بے غیرت ہوں؟“ ایوب نے ایک جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑایا۔

”تم بے غیرت ہو۔ تم ان لوگوں کے چاکر ہو جو تمہارے گھر میں تمہارا ہی شکار کھیلتے ہیں۔ ایوب آگے بڑھ گیا۔

وہ مرے مرے قدموں سے چلتا ہوا صاب جی کے قریب آیا۔ صاب جی اٹھ کھڑے ہوئے ان کا جائزہ مکمل ہو چکا تھا۔ عورتوں کی آہ و فغاں جاری تھی گھر میں آوازیں گونج رہی تھیں گلی میں شور تھا۔

وہ گلی کی کڑی پہ پہنچے تو اس کا ٹکڑا کرم دین سے ہو گیا۔
احمد علی نے اس کی طرف دیکھا اس نے احمد علی کی طرف دیکھا۔ کرم علی نے لتا کر گزر جانا چاہا۔

حوالدار نے اسے پکڑ لیا۔ صاب جی اپنے دھیان میں چلتے ہوئے ذرا آگے نکل گئے تھے۔

میں مجبور ہوں احمد علی میں حکم کے سامنے مجبور ہوں۔
ہم حکم کے غلام ہیں۔ ہمیں بات ماننا پڑتی ہے۔ یقین کرو۔ میں باؤ زمان کے قتل میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔

احمد علی نے..... ٹھہر ہی ہوئی نگاہ اس پہ ڈالی ”غلام؟ ہونہ تم واقعی غلام ہو۔“ وہ آگے نکل گیا۔

حوالدار ڈنگا تے قدموں سے صاب جی کے پیچھے چلنے لگا۔

اگلے روز جب حوالدار اپنے وقت پہ تھانے پہنچا تو گیٹ پہ لوگوں کا جم غیر تھا اور گیٹ سے اندر کشادہ گراؤنڈ میں ایک دو نہیں پوری چھ چار پائیاں دھری تھیں۔

کرم دین گیٹ کے نزدیک کھڑے آنے جانے والوں کو



اس نے چیتے کی طرح ایک ہی جست لگائی اور سرپٹ ان کی جانب دوڑا۔ بے خبر نوجوانوں نے اسے اپنی جانب بھاگتے ہوئے دیکھا تو فوراً چوکنابو کر رائفلیں سیدھی کیں۔

حوالدار بندوق لہراتا ہوا بھاگتا گیا..... پھر وہ ایک بارودی سرنگ سے ٹکرایا ایک دھماکہ ہوا اس کے جسم میں جیسے ایک ساتھ کئی تیز چھریاں اتر گئیں وہ نیچے گرا۔ دھماکے کی آواز سن کر میجر بلرام اور اس کے ساتھی چوکنابو گئے گولیاں چلنے لگیں۔

”یقیناً قافلہ والے شکار ہو رہے ہیں۔“ میجر بلرام نے ترازو گولیاں برساتے ہوئے سوچا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تھاندار سرپٹ کھنہ کا وفادار حوالدار جانتے بوجھتے موت کی وادی میں کود جائے گا۔

نوجوان تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے حوالدار بیک وقت انہیں بارودی سرنگوں اور آرمی کی موجودگی سے مطلع کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

حوالدار کے جسم سے خون کے فوارے ابلنے لگے۔ اس نے مندی مندی آنکھوں سے ادھر کا منظر دیکھا مجاہد نوجوان چوکنابو انداز میں محفوظ جگہوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی اس نے زخموں سے بوجھل جسم بمشکل ذرا سا اٹھایا۔ اور پوری قوت سے اپنی بندوق نوجوانوں کی طرف اچھال دی۔

ایک جوان دوڑ کر آگے بڑھا۔

تمہارا شکریہ ہمارے دوست۔ نوجوان نے بندوق اٹھائی..... اسے چومار پیچھے ہٹ گیا۔

حوالدار نے شانت ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا سر ایک جانب ڈھلک گیا۔

کرم دین سری نگر سے واپس آیا۔ توسیدھا تھانے پنچا لوگ آج بھی تیزی سے گیٹ سے اندر باہر آ جا رہے تھے۔ وہ بھاگتے ہوئے گیٹ کے اندر داخل ہوا۔ اور گراؤنڈ کے وسط میں بڑی چارپائی کی طرف بڑھا اسے شرمیں داخل ہوتے ہی واقعے کا علم ہو گیا تھا۔

حوالدار علی محمد کی چارپائی کے گرد کئی لوگ جمع تھے ان میں اس کی سوگوار بیوی تھی..... بچوں تھا..... اور ننھی کے ساتھ مائی حسنہ سمیت محلے کے ڈھیر سارے افراد تھے ان سب کے چہرے افسردہ تھے۔ کرم دین تیزی سے نزدیک آیا۔

اس نے جھپٹ کر لاش کے چہرے سے کپڑا اٹھایا..... وہ آگے کوچکا..... مگر ٹھٹھک گیا۔ اس کا ہاتھ کپڑے پہ پڑا پڑا کانپنے لگا۔

حوالدار کی لاش سے صحر کن خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔

سرحد پار کر کے آ رہا ہے ان لوگوں کا راستہ یہی ہے۔ ہمیں ابھی ابھی ایک خبر کے ذریعے ان لوگوں کی آمد کی اطلاع ملی ہے۔ وہ پہنچا ہی چاہتے ہوں گے۔ ہمارا کام انہیں ٹھکانے لگانا ہے تم اپنی ڈیوٹی پہ پہنچو تمہیں سب سے آگے کھڑے ہو کر راستے پہ نظر رکھنا ہے اور پیچھے صاب کو مطلع کرنا ہے۔ خیال رکھنا جھاڑیوں کے اس پار جہاں راستہ ختم کھاتا ہے وہاں بارودی سرنگیں بچادی گئی ہیں تم ان سے کم از کم دو فٹ ہٹ کر کھڑے رہو گے اوکے جاؤ۔“

جوان اپنی اپنی جگہوں پر پھیل گئے۔

پوزیشن سنہال لی گئیں۔ چار سو خاموشی چھا گئی تھی خبر کی اطلاع کے مطابق قافلہ پیچھے ہی والا تھا۔

صفحہ بتائیے انعام پائیے!

○ ساتھ اس ماہ کے جملے یہ ہیں جلدی

سے تلاش کر لیں تاکہ دس تاریخ سے پہلے پہلے

ہمیں موصول ہو سکیں!

1- جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

2- یہاں ان دونوں کا ہی خط تھا

3- اس آدمی میں دم بہت ہے

4- تجھے کس نے بتایا ہے

5- میری ضرورت محسوس ہو تو بلا لینا

حوالدار علی محمد کا دل بے طرح دھڑک رہا تھا وہ سب سے آگے خم دار راستے پہ نگاہ جمائے کھڑا تھا۔ اس کا ذہن تیزی سے چل رہا تھا اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اس کے اور میجر بلرام کے درمیان خاصی گھسی جھاڑیاں حائل تھیں۔

”یا اللہ..... میری مدد کر.....“ اس نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر کہا اور بندوق پہ ہاتھ جما کر عقابی نظروں سے گزر گاہ کو تنگے لگا۔

پھر اس نے انہیں نمودار ہوتے دیکھا ایک دوتین روشن چہروں والے جھکے کندھوں والے سفری کفتوں سے نڈھال جوان۔ حوالدار کی نگاہوں میں تھانے کے احاطے میں رکھی ہوئی چارپائیوں کا عکس لہرایا۔

انہیں دیکھنے لگا۔ گویا زیادہ آگے بڑھا تو پاک جسموں کی بے حرمی ہو جائے گی۔

دو چار روز گزر گئے۔ وہ معمول کے سارے کام خوش اسلوبی سے نبھاتا رہا کرسیاں جھاڑتا۔ فرش پہ جھاڑو دیتا صاب جی کی ڈانگ چکا ناگرا اس سارے عمل کے دوران اس کا ذہن کہیں اور اٹکار ہوتا ہے چپ سی لگ گئی تھی وہ خاموشی سے صبح تھانے آتا اور شام کو چپ چاپ لوٹ جاتا۔ اب نہ صاب جی کی پسلی کی سی خوشامد اور چالوسی ہوتی نہ دوستوں کے ساتھ کپ شپ یا ٹھٹھا مذاق ہوتا۔ کرم دین دونوں سے صاب جی کے علم سے ڈی ایس پی کے آفس سری نگر گیا ہوا تھا اور ابھی تک نہ لوٹا تھا۔ صاب جی کر سی پہ دونوں پاؤں رکھ کر بیٹھے اونگھ رہے تھے اور وہ نیچے پڑے ان کے بوتلوں کو گیلیہ کپڑے سے چکار ہاتھا کہ فون کی کھنٹی بجی۔

صاب جی نے خود فون اٹھایا اور تین چار منٹ کی گفتگو کے بعد رکھ کر بولے۔ ”لو بھی حوالدار بالا آخر آج بعد مدت کے تیرے بندوق پکڑنے کا وقت بھی آ ہی گیا ہے۔“

حوالدار کے جوتوں پہ چلتے ہاتھ رک گئے۔

جلدی جلدی سے جوتے چکا ڈالو۔ پھر اپنی بندوق ٹھیک ٹھاک کر لو۔ تمہیں آرمی والوں کے ساتھ جانا ہے۔ دو سپاہی بھی تیار کر لو۔“

”جی جی! جانا کہاں ہے؟“ اس نے پوچھا

”آرمی والوں کو ضرورت ہے ادھر شہر میں ان کے پاس نفری کم ہے دو تین پولیس کے بندے بھی انہیں چاہئیں تم اب باتیں نہ کرو ہاتھ چلاؤ جلدی!“

ذرا سی دیر کے بعد آرمی کی جیپ تھانے کے دروازے پہ آن رکی۔ تھاندار صاب نے اسے سپاہی بھنگو اور سپاہی دل محمد کو میجر بلرام کی معیت میں روانہ کیا۔ وہ جیپ میں سوار ہوئے اور گھنٹہ بھر کے سفر کے بعد اس ویران راستے پر جا کر ٹھہر گئے جو شمال کی پہاڑیوں کی جانب سے آنے جانے والوں کی گزر گاہ تھی۔

جیپ رکی وہ نیچے اترے۔ ویرانے میں دور دور تک پھیلی پہاڑیاں اور پہاڑیوں کے اس طرف جھاڑیوں کے جھنڈ تھے۔ کئی ایک فوجی جوان جھاڑیوں کے پار چل رہے تھے۔

”تم تینوں انہی کی طرف چلے جاؤ۔“ میجر بلرام نے انہیں ہدایت دی۔ وہ جوانوں میں جا کر شامل ہو گئے۔

”سارا کام مکمل ہو گیا ہے ناں؟“ بارودی سرنگیں ٹھیک بچھائی گئی ہیں۔“ میجر بلرام پوچھ رہے تھے۔

”یس سر..... ایک جوان نے مؤدب ہو کر جواب دیا۔“

”اوکے تم سب لوگ پوزیشن سنہال لو۔“

قریب کھڑے ایک جوان نے تیزی سے چلتے ہوئے حوالدار کو بتایا۔ ”ادھر پاکستان سے باغیوں کا ایک قافلہ

ان کا پاکستان

س۔م۔ دانش

لیگ کے چرچے کارنامے پروگرام اور دن بدن بڑھتی شہرت کے پیش نظر ہم سارے بچوں نے مسلم لیگ کی کلب بنا لیا تھا۔ انگریز نہیں چاہتے تھے کہ برصغیر کے رہنے والے ہندو اور مسلمان آزادی کا مطالبہ کریں اور انہیں اسی مطالبہ آزادی پر سونے کی چڑیا کو آزاد کر کے وہاں سے برطانیہ واپس جانا پڑا۔ ہندوؤں کو تو خیر ایک حماز یعنی صرف انگریزوں کی مخالفت کا سامنا تھا جبکہ مسلمانوں کو دو حمازوں پر لڑنا پڑا تھا۔ ایک حماز تو وہی جو ہندوؤں کا بھی تھا یعنی انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا۔ اور دوسرا حماز ہندوؤں کا تھا جو مسلمانوں کو انتہائی کمتر درجے کی مخلوق تصور کرتے تھے اور انہیں انسانی حق دینے پر بھی آمادہ نہیں تھے۔

قرہ واو پاکستان لاہور کے جلسے میں برصغیر میں بسنے والے تمام علاقوں میں مسلمانوں کے نمائندوں نے قائد اعظم کی صدارت میں پاس کر لی تھی۔ ہندو اور سکھ اس قرارداد کی منظوری پر بہت ناراض تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان اپنا شخص یعنی اپنی کوئی الگ شناخت قائم کر سکیں۔ ان کا تو کہنا یہ تھا کہ برصغیر میں رہنے والے تمام مسلمان ان سابق ہندوؤں کی اولاد ہیں۔ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ اگر وہ ہندوستان میں ہی رہنا چاہتے ہیں تو اسلام چھوڑ کر اپنا آبائی مذہب پھر سے اختیار کر لیں اور اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر وہ برصغیر چھوڑ کر چلے جائیں۔

ان دنوں ایسے مسلمان گھرانے تو بڑی سخت آزمائش میں مبتلا تھے خصوصاً جن کا کوئی فرد سرکاری ملازمت میں ہو۔ اور بچوں تم جانتے ہی ہو کہ میرے ابا جان یعنی تمہارے پروادا اس وقت سرکاری ملازم ہی نہیں بلکہ سرکاری افسر تھے بے چوڑے خاندان کا سارا بوجھ صرف ان کے ہی شانوں پر ٹکا ہوا تھا۔ ابا جان سرکاری افسر ضرور تھے مگر دل و دماغ ان کا مسلم لیگ کے ہی ساتھ تھا۔ گھر میں قائد اعظم محمد علی جناح، لیاقت علی خاں، سردار عبدالرب نشت، چودھری خلیق الزماں، شیرنگال کی تصاویر فریم میں لگی موجود تھیں، قومی اخبار اور نوائے وقت ذوق و شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ قومی اخبار کے بانی جناب مولانا اسماعیل ذبیح صاحب ابھی بقید حیات ہیں مگر ان کا اخبار بند ہو چکا ہے۔ جبکہ نوائے وقت ابھی جاری و ساری ہے۔

ہمارے پورے خاندان میں مسلم لیگ کے ہی حامی لوگ تھے، قائدین خصوصاً قائد اعظم کی تقاریر کا تو پورا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔ پاکستانی قومی ترانے جو مختلف شعراء نے لکھے تھے پڑھنے سننے اور طرز کے ساتھ گائے بھی جاتے تھے، بڑی سی کٹھنی کے بالکل درمیان والے کمرے میں مسلم لیگ سے متعلق باتیں ہوتیں مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں میں شرکت کا پروگرام

بچپن تو بس بچپن ہی ہوتا ہے پھول جیسا خوش رنگ، نازک تیلی کی طرح کوئل..... خوشبو کی طرح بغیر پروں کے ہی اڑنے والا، اپنے آپ میں گل، دنیا کے سارے غموں اور مسائل سے بے فکر و بیگانہ..... لیکن جب کوئی شخص اپنی عمر کے ایک خاص موڑ پر اگر ذرا دیر کیلئے ٹھہر جائے، اور پیچھے مڑ کر اپنے ماضی کی طرف جھانک کر دیکھے تو اسے بہت کچھ یاد آتا ہے۔ یادوں کے خزانے ہی بہت سے بیش قیمت موتی، ہیرے، بہت سی باتوں کے انمول پنے ہوئے لمحے اسے بہت ہی عجیب سے محسوس ہوتے ہیں اور کچھ ایسی قیمتی یادیں جنہیں یاد کر کے اس نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ سمجھتا ہے، کبھی کبھی تو ایسے شخص کو محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے اپنی منہمی سی عمر میں کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا اور اگر یہ کارنامہ کسی تاریخی واقعے سے وابستہ ہو تو پھر بات ہی کیا ہے۔ مجھے بزرگوں کی ایسی باتیں سننے میں بڑا مزا آتا، صرف مزاحی نہیں ہیں ان کی یادوں اور ماضی کی باتوں سے بہت کچھ سیکھنے کی کوشش بھی کرتا.....

اس دن ہم سب بھائی بہن بیٹھے ہوئے دادی جان سے ان کے بچپن کی باتیں کر کر کے یہ پوچھنا چاہ رہے تھے۔ آخر انہوں نے اپنے بچپن میں قائد اعظم محمد علی جناح کو چلتے پھرتے دیکھا اور تقریریں کرتے جوستا تھا۔ انہوں نے پاکستان کو اپنی آنکھوں سے بنے جو دیکھا تھا وہ خود جو ان حالات سے گزری تھیں جن حالات میں اقبال مسلمانوں کیلئے الگ مملکت کا خواب دیکھنے پر مجبور ہوئے تھے۔ دادی جان نے پہلے تو ہمیں جن پریوں کے قصوں سے سہانا چاہا۔ مگر جب ہم نہیں مانے تو یوں کہنا شروع کیا۔

یہ 44/45ء کی بات ہے اس وقت میں بھی تم سب کی طرح ایک شوخ اور شریر بچی تھی کھیلے کودتے پھرا کرتی، تحریک پاکستان لمحہ لچہ اپنا سفر طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی، مسلم



سکولوں یا گھروں کو واپس چلے جائیں۔ جو طلبہ و طالبات کمنان لیں گے، انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اسی اپیل پر ہماری ہیڈ مسٹریں اور دوسری نیچروں نے تمام طالبات کو اور لڑکوں کے ہیڈ ماسٹروں اور نیچروں نے لڑکوں کو سکول میں جانے کی ہدایت کی تو سب خاموشی سے سر جھکائے سکول کی طرف چل دیئے۔ اسی دوران اچانک پولیس کے سپاہیوں نے ہم پر فائر کھول دیا۔ شاید وہ اس طرح طلبہ اور طالبات پر اپنی برتری کا رعب ڈالنا چاہ رہے ہوں۔ لڑکے پلٹے۔ نعرہ تکبیر بلند ہوا، سینے پر گولی کھائیں گے۔ پاکستان بنائیں گے کے فلک شکاف اور دل ہلا دینے والے نعروں کے ساتھ وہ نئے ہی پولیس والوں کے مقابل آ گئے۔ کئی لڑکے گولیاں کھا کر وہیں پاکستان کے نام پر شہید ہو گئے۔

میری بھئی اور منجھلی بابی نے ابتدائی طبی امداد کا کورس کیا ہوا تھا وہ اور ان کی دوسری ساتھی لڑکیوں نے فوراً ابتدائی طبی امداد بہم پہنچائی۔ شہید ہونے والے طلبہ و طالبات کی لاشوں کو عزت و احترام کے ساتھ وہاں لے جا کر رکھا اور پھر تو اسی واقعے نے سارے شہر کو بھی ہلا کر رکھ

دیا۔ سیکنڈری سکول میں پہنچ گئی تھی میرے ساتھ دو بہنیں اور بھی تھیں جو دسویں اور نویں کلاس کی طالبہ تھیں۔ اس دن سکول کا ماحول بڑا گرمایا ہوا تھا، قائد اعظم زندہ باد پاکستان باندھ باد ایک چوٹی چاندی کی اماں مرگئی گاندھی کی۔ ایک پکڑی تیل میں گاندھی بڑھا جیل میں اور کتے ہیں یہ سارے مسلمان بن کے رہے گلاب پاکستان قسم کے نعروں سے سارا سکول گون رہا تھا۔ بڑی لڑکیاں چھوٹی کلاس کی لڑکیوں کو کلاس سے باہر لے جاتیں اور انہیں نعرے لگانا سکھاتیں۔ سکول کے قریب میدان میں مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچہ لہرایا گیا تھا۔ قریب ہی مولانا محمد علی جوہر میموریل سکول تھا وہاں کے سارے طلبہ میدان میں آ کر جمع ہو چکے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے سکول کی بھی ساری چھوٹی بڑی طالبات سب مل کر سب ایک آواز ہو کر پاکستان زندہ باد، لے لے کر رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گاہندوستان، کے پر جوش نعرے لگا رہے تھے۔ ان نعروں کی آواز سے دھرتی آکاش (زمین و آسمان) سب گون رہے تھے یہ سارا مجمع جو صرف اور صرف طلبہ اور طالبات کا تھا جن کے نعروں میں کوئی اشتعال انگیزی نہیں تھی، جن کے نعروں میں کسی پر ذاتی جملہ نہیں تھا کہ برطانوی حکومت کے نمک خوار پولیس والوں نے بڑی بڑی کے ساتھ چاروں طرف سے گھیر کر لاشی چارج شروع کر دیا، کچھ طلبہ اور طالبات لاشیوں کی زد میں آ کر زخمی ہوئے تو بڑے لڑکے اور لڑکیاں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ انہوں نے احتیاط اور امن پسندی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ طلبہ لڑکوں نے بڑی خاموشی سے دیکھتے ہی دیکھتے ایک حکمت عملی تیار کی انہوں نے کم عمر خفیہ خفیہ طالبات کو اپنے گھیرے میں لے کر سکول کے اندر پہنچا دیا۔ اور باہر سے سکول کا گیٹ بند کر کے برطانوی پولیس کے غیر ذمہ دارانہ فعل کے خلاف ڈٹ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں جو بھی آتا وہ پولیس کی طرف پھینک دیتے۔ کچھ پولیس والے طلبہ کی جوابی کارروائی سے گھبرا کر سکول کی طرف بھاگے اور گیٹ کو دھکا دیتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ ہم چھوٹی چھوٹی طالبات نے انہیں بری طرح گھبرائے ہوئے اندر آتے دیکھا تو ہم پھر جوش و خروش سے نعرے لگانے لگے نعروں کی آواز باہر پہنچی تو لڑکوں نے چند اور پولیس والوں کو اسکول کے گیٹ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ وہ اور بری طرح پھر گئے۔ چند لڑکوں نے گیٹ کے قریب پہنچ کر مورچہ سنبالیا تاکہ کوئی اور پولیس والا اسکول کے اندر داخل نہ ہو سکے اور چند لڑکے گیٹ کے اندر آ گئے۔ انہیں دیکھ کر پولیس والوں نے اپنی لاشیاں بلند ہی کی تھیں کہ لڑکے کمال ہوشیاری سے خود کو ان کی لاشیوں کی زد سے بچاتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ لاشیاں پھینچ لیں، اور ان پر جوتوں گھونٹوں کی بارش کر دی۔ ان کی پگڑیاں جو اس ہاتھ پائی میں اتر گئیں تھیں لڑکیوں نے اٹھا لیں اور انہیں سکول کی چھت پر لے جا کر آگ لگاتے ہوئے برطانوی حکومت اور اس کی ہندو پولیس سے اپنی نفرت کا بھرپور اظہار کیا۔

ہندو پولیس والے طلبہ کے ہجوم میں گھر کر بے بس مجبور اور لاچار ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کی لاشیاں اب طلبہ کے ہاتھوں میں تھیں اور وہ ان پر مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچہ لہراتے ہوئے پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگا رہے تھے کچھ طلبہ نے ان ہندو پولیس والوں کو بھی پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے پر مجبور کر دیا۔ ہم سب لڑکیاں سکول کی چھت پر سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں پولیس والوں کو سرکاری وردی میں نعرے لگاتے دیکھ کر ہمارا جوش کئی گنا بڑھ گیا۔ اور پوری قوت سے نعرے لگاتے لگیں، ایک پولیس والے نے میری طرف دیکھ کر کہا، چوہیا جیسی بالشت بھر کی تو لڑکی ہے۔ اور نعرے ایسے لگا رہی ہے جیسے اس کے نعروں سے پاکستان بن ہی جائے گا۔ دوسرے سپاہی نے کہا۔ نہیں بھائی، بچوں کا یہی جوش واقعی پاکستان بنوادے گا کاش ہمارے (ہندو) بچوں میں بھی یہی جوش پاکستان کے خلاف ہوتا۔ تو ہم پاکستان کبھی نہ بنے دیتے۔

تھوڑی ہی دیر میں پولیس کی اور نفری پہنچ گئی اس کے ہمراہ اس بار انگریز مجسٹریٹ بھی تھا۔ اس نے پہلے ہم سب طلبہ و طالبات کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم پر امن طریقے سے اپنے اپنے

انعام یافتگان

صفحہ بتائیے انعام پائیے

وہ خوش قسمت ساتھی جو قریب انداز میں انعام کے حقدار قرار پائے!

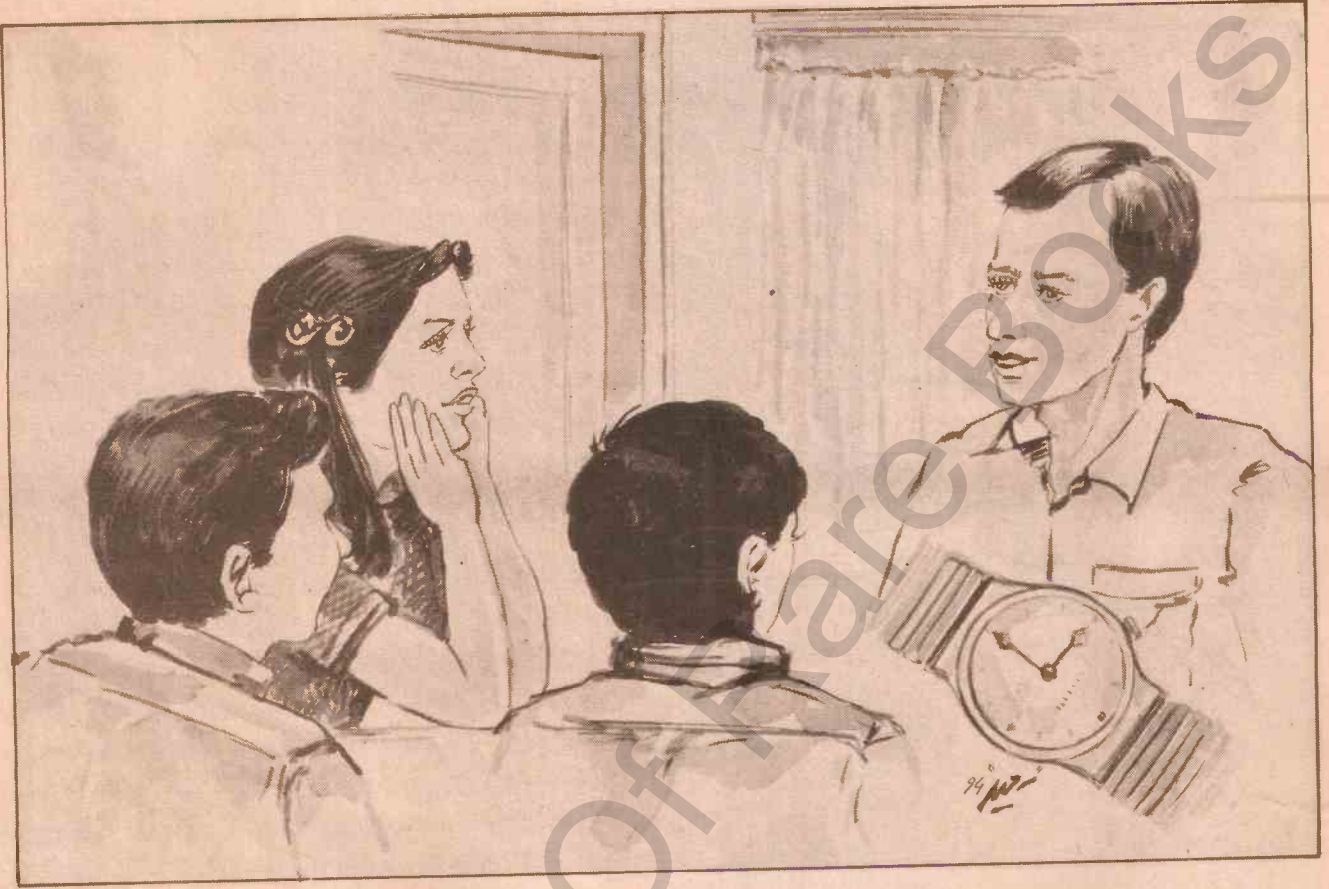
- 1۔ تجمل حسین ولد غازی خان، پنڈی گھیب، 2۔ فرخ عباس ولد سید ضیا حسین میر پور آزاد کشمیر، 3۔ سعدیہ خاں فیصل آباد، 4۔ عرفان عثمانی لاہور، 5۔ فرح نذیر بنت نذیر حسین جٹ ماناوالہ شیخوپورہ، 6۔ تنویر قاسم خانیوال، 7۔ غلام قادر لغاری بدین سندھ، 8۔ عدیل کمبوہ مظفر گڑھ، 9۔ قیصرہ ریاض حویلیاں کینٹ، 10۔ یاسمین پروین راجن پور۔

دیا۔ سارا شہر ایک ہی نعرے سے گونج رہا تھا، بن کے رہے گا پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان۔

اور پھر چند دنوں بعد ہی یہ نعرہ حقیقت بن گیا، قوم کو قائد اعظم محمد علی جناح کی رہنمائی میں حضرت علامہ محمد اقبال کے خواب کی تعبیر مل گئی، 6 جون 1946ء کو مسلمانوں کا مطالبہ منظور کرتے ہوئے برطانوی سامراج نے پاکستان کا قیام منظور کر لیا۔ کانگریس نے پاکستان کی حقیقت کے سامنے اپنی مخالفت کے ہتھیار ڈال دیئے۔

مگر ہمارا امتحان ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ قیام پاکستان کا اعلان ہوتے ہی ہندو فرقہ پرستوں نے مسلمان آبادیوں کو منظم طریقے سے لوٹا اور جلانا شروع کر دیا۔ بھری ہری آبادیاں دیکھتے ہی راکھ کا ڈھیر بن گئیں، پاکستان کی طرف ہجرت کر کے آنے والوں کو لوٹ کر شہید کیا گیا۔ جو ان مصائب سے نکل کر پاکستان پہنچے وہ پھر بھی خوش تھے کہ اپنے آزاد وطن میں پہنچ گئے۔ ایسے ہی تو لوگوں میں ہمارا گھر انا بھی تھا۔ مگر ہماری بڑی اور منجھلی بابی بھائی جان پچا اور ایک ماموں پاکستان آتے ہوئے جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ اس سب کے باوجود میں خوش تھی کہ میں پاکستان پہنچ گئی ہوں۔ وہ پاکستان جس کیلئے نعرے لگاتی تھی سختیاں برداشت کرتی تھی جس کیلئے لاکھوں لوگوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دیا کتنے ہوئے دادی جان ہمارے چروں کی طرف تنے لگیں جیسے ہم بچے ہی ان کا پاکستان ہوں۔





انعام

محمد اکبر رشید بھٹی - کمرورپکا

”بھائی جان..... بھائی جان..... کہاں ہیں آپ؟..... میں تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا ہوں آپ کو“ خرم نے ہمارے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔
 ”کیا ہوا بھئی..... کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے کہ آپ ہمارے لئے کیوں بلکان ہوئے جارہے ہیں۔“ میں نے خرم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”پتہ ہے بھائی جان..... آج ابو نے ہم سب بہن بھائیوں کو بلایا ہے۔ لگتا ہے کوئی خاص بات ہے۔“ خرم نے رازدارانہ انداز میں کہا۔
 ”اچھا..... بھلا کوئی بات ہو سکتی ہے؟“ میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔
 ”بس بھائی جان مجھے نہیں پتہ..... آپ فوراً ابو کے کمرے میں آجائیں“ خرم نے کہا اور دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور ہم سوچوں کے سمندر میں ڈوب گئے کہ بھلا ابو نے ہم سب

کو کس لئے بلایا ہے۔ لیکن خیر جلد ہی ہم نے یہ کوشش ترک کر دی اور سر کو جھٹکا۔
 ویسے بھی ہم پچھنیوں کی وجہ سے بور ہو رہے تھے تو سوچا کہ ہو سکتا ہے ابو کوئی کام وغیرہ ذمہ لگا دیں اور یوں بوریت سے جان چھوٹے لہذا اہم جلدی سے ابو کے کمرے کی طرف چل دیے۔

”باہی! پلیز ایک منٹ.....“ ہم نے باہی کو ابو کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر پوچھا (کہا)

”ہاں جی! فرمائیے بندہ آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔“ باہی نے مصنوعی آداب بجالاتے ہوئے کہا۔

”اوں ہوں..... باہی پلیز..... مذاق کا بھی کوئی ٹائم ہوتا ہے۔“ ہم نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

”اچھا بابا..... اب تم مجھے مذاق کا ٹائم ٹیل دے دو..... اچھا! اچھا..... سوری بھئی..... ہاں بتاؤ کیا بات ہے“ باہی نے ہمیں شاید ناک بھوں چڑھاتے دیکھ لیا تھا۔ تب ہم نے معاملہ باہی کے گوش گزار دیا۔

”میرے پیارے اور سویٹ بھائی! یقین جانو مجھے نہیں پتہ.....“ باہی نے کہا اور ہم ان کے الفاظ پر مسکرا پڑے۔ جب ہم ابو کے کمرے میں داخل ہوئے تو خرم، سمیل، عمران پہلے سے موجود تھے۔ باہی اور میں بھی ایک طرف بیٹھ گئے اور ابو کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

”عمران تمہیں پتہ ہے کہ ابو نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟“ ہم نے عمران سے سرگوشی کی۔
 ”پوچھ کر بتا سکوں گا۔“ عمران نے جواب دیا اور ہم اس کے برجستہ جواب پر اسے گھور

معمرہ کہانی 12 — فاطمہ صبا صادق

○ کہانی میں مصنف نے جان بوجھ کر پانچ واقعات غلطیاں کی ہیں۔ ذراؤں کو 10 تاریخ سے پہلے پہلے بھجوا دیں۔ ہو سکتا ہے قریب انداز میں انعام آپ کا منتظر ہو۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی ارحم صبح سویرے اٹھ بیٹھا۔ فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ جب وہ مسجد کی طرف چلا گاڈ کالوگ بھی صبح سویرے خدا کے حضور شکر بجالانے کیلئے مسجد کی طرف جا رہے تھے جبکہ زیادہ تر لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ ارحم شروع سے ہی انتہائی ذہین اور مذہب پسند لڑکا تھا۔ دین کی باتوں پر سختی سے عمل پیرا ہوتا یہی وجہ تھی کہ پورے خاندان میں اس کی مثال دی جاتی۔

پہلے تو وہ نماز کے فوراً بعد سکول چلا جاتا مگر آجکل چھٹیاں تھیں اس نے پارک کا رخ کیا ہر طرف پرندے چمک رہے تھے۔ بزرگ لوگ ننگے پاؤں گھاس پر ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے چل رہے تھے۔ ارحم کو ٹخنوں کے ننھے ننھے قطرے بہت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ اچانک اس کا پیچھا سورج کی طرف ہوا تو اسے محسوس ہوا کہ آج اس کا سایہ بہت چھوٹا ہے۔ پھر اس نے وہم جان کر سر جھٹکا اور سیر کرنے لگ گیا لیکن یہ بات نہ بھلا سکا تو جہٹائے کیلئے اس نے ٹی وی لگا لیا جو کہ اس کا پسندیدہ ترین مشغلہ تھا۔ کھیل کود سے فارغ ہو کر بیٹھنی دی دیکھتا۔ اسے روزانہ کے تمام چینلز کے پروگراموں کا پتہ ہوتا۔ اس وقت بھی جدید نغموں پر مشتمل پروگرام چل رہا تھا جب اس کی امی جان کمرے میں داخل ہوئیں۔

”ارحم بیٹا آج میری طبیعت ٹھیک نہیں آپ بازار سے جا کر ناشتہ لے آئیں“ انہوں نے پیار سے ارحم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اف امی جان! اتنا مزے کا پروگرام چل رہا ہے۔ آپ ہمیشہ ایسے موقعوں پر ڈسٹرب کر دیتی ہیں۔ آپ نوکر کیوں نہیں رکھ لیتیں۔ اس میں آپ کا بھی فائدہ ہے اور میرا بھی!“

پروگرام ختم ہوا تو ارحم کو اپنی زیادتی کا بھی احساس ہوا۔ اس نے امی جان سے پیسے لئے اور فوراً ناشتہ لے آیا۔ ناشتے کے دوران اس نے داوی امی کو بتایا کہ صبح سیر کرنے کا پروگرام آتا ہے آپ بھی میرے ساتھ چلا کریں نا! ہو سکتا ہے دیگر معمر لوگ بھی آپ کو دیکھ کر آنا شروع کر دیں اب تو شاید شرما تے ہیں۔

داوی امی نے کہا ”بیٹا مجھے بھی تم ان بیٹائی رہنے دو۔ صبح تو بس اللہ اللہ کرنے کا مزہ آتا ہے۔“

سنیں!

ہم نے اخبار میں پڑھا کہ ”ہمارے ملک میں سیلاب آنے سے کئی ہزار افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ ”فلڈ ریلیف فنڈ میں حصہ لیکر اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔“ تو ہم نے سوچا کہ کیوں نہ سیلاب زدگان کی مدد کی جائے۔ پھر ہم نے چندہ جمع کیا اور مختلف چیزیں خود جا کر اپنے ان مصیبت زدہ بھائیوں کو پہنچائیں۔ یہی وہ کام تھا جس کی وجہ سے اب ہمیں انعام کا حق دار قرار دیا۔

ہم اس دن بہت خوش تھے۔ محض اس لئے نہیں کہ ہم نے انعام جیتا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ ہم نے اپنے سیلاب زدہ بھائیوں کی حتی الوسع مدد کی تھی اور یہ وہ حقیقی خوشی تھی جو شاید پہلی بار حاصل ہوئی تھی۔

ایک سچی اور حقیقی مسرت جس کی کرنیں دل سے پھوٹ رہی تھیں۔ یہی ہمارا انعام تھا۔ سب سے بڑا انعام.....

کر رہ گئے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم کوئی جوابی جملہ کرتے ابو کمرے میں داخل ہوئے اور ہم سے مخاطب ہوئے۔ ”بھئی! دراصل میں نے تمہیں اس لئے بلوایا ہے کہ ایک تو تمہاری بوریٹ کو ختم کیا جاسکے اور دوسرا یہ کہ تم میں ایک ہلکا سا مقابلہ بھی کروایا جاسکے۔“

”لیکن ابو! کس قسم کا مقابلہ..... ہم سمجھ نہیں۔“ ہم نے فوراً پوچھا۔

”بھئی وہ مقابلہ نہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ تم کوئی اچھا کام کرو۔ کوئی کوئی سا بھی نیکی کا کام..... جس سے دوسروں کا بھلا ہو۔ میرا مقصد تم میں نیکی کی رغبت پیدا کرنا ہے..... اور ہاں تم میں سے جو بھی اس ہفتے سب سے اچھا نیکی کا کام کرے گا اس کو انعام بھی دیا جائے گا۔ ایک خوبصورت اور قیمتی انعام۔“ ابو نے وضاحت کی۔

بس پھر کیا تھا۔ انعام کاس کر ہمارے منہ میں پانی آ گیا اور ہم سب پر سہمت لینے کے منصوبے بنانے لگے۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کون سا ایسا اچھا کام کیا جائے کہ ہم یہ مقابلہ جیت سکیں۔ ویسے تو کئی کام تھے اور ابھی اچھے تھے..... ناپیدالوگوں کی امداد، مسجد میں چندہ دینا وغیرہ۔ مگر یہ کام تو عمران، خرم اور باجی وغیرہ کے ذہنوں میں بھی آ سکتے ہیں۔ پھر کوئی ایسا کام ہو کہ..... ”ہم سوچ کر رہ گئے۔ مگر کوئی صورت نظر نہ آئی۔“

اسی سوچ بچار میں پھر ایک دن گزر گیا۔ گویا ہمارے پاس صرف چھ دن باقی تھے..... ہم پریشان سے ہو گئے کہ کہیں ہم مقابلہ ہار ہی نہ جائیں اور یہی خیال ہمیں بار بار ستائے جا رہا تھا۔ ہم نے خرم، سہیل، عمران اور باجی کے منصوبوں کی سن گن لینے کی کوشش کی مگر ہائے ری قسمت کہ ہمیں ان کے منصوبوں کی ہوا تک نہ لگ سکی۔

انہی سوچوں میں دوسرا دن بھی گزر گیا تو ہماری حالت قابل دید ہو گئی۔ لیکن دوسرے دن شام کو ہم اخبار پڑھ رہے تھے کہ اچانک ہماری نظر ایک اشتہار پر پڑی..... ہمارے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لپکا اور ہم ہی دل میں خود کو داد دیتے بغیر نہ رہ سکے اور اپنی اس کامیابی پر پھولے نہیں مارے تھے کہ چلو ایک مرحلہ تو طے ہوا اور پھر ہم نے اسی وقت سے اس منصوبے پر عمل درآمد شروع کر دیا۔

اس سلسلے میں اپنے دوستوں، محلے داروں سے اس کام کا آغاز کیا۔ مگر ہم اپنے آپ کو بھی نہیں بھولے تھے۔ اپنے پاس جمع کئے ہوئے پانچ سو روپے بھی اس نیک کام میں شامل کر لئے۔ دوسرے دن قریبی محلوں، کاروباری افراد سے رابطہ کیا اور اپنے نیچر وغیرہ سے بھی اس سلسلے میں مدد چاہی۔ یوں ہفتے کے آخری دن ہماری یہ مہم مکمل ہوئی۔ ہم اس دن بہت خوش تھے۔ کیونکہ ہم نے اپنی اس مہم میں توقع سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی تھی۔ اب ہمیں شام ہونے کا انتظار تھا۔ شام ہوئی تو خرم، سہیل، عمران، باجی اپنی اپنی رپورٹ کے ساتھ ابو کے کمرے میں موجود تھے۔

ابو نے باری باری ہر ایک سے پوچھا شروع کر دیا کہ گزشتہ ہفتے اس نے کونسا اچھا کام کیا ہے۔ اور سب نے اپنی کارگزاری بیان کرنا شروع کر دی۔

خرم نے بتلایا کہ اس نے گزشتہ ہفتہ ناپیدالوگوں کی مدد کی اور دوستوں، دوسرے لوگوں کے تعاون سے چندہ اکٹھا کر کے انہیں ضروریات زندگی فراہم کی ہیں۔ سب نے خرم کو اس پر داد دی۔ اسی طرح جب سہیل، عمران اور باجی نے بھی بتایا کہ انہوں نے کس کس کی مدد کی ہے تو ابو نے مجھ سے پوچھا۔

ہمارا دل تو نہیں کر رہا تھا کہ ابو کو بتائیں کیونکہ کہا جاتا ہے ”نیکی کر دیا میں ڈال“ یعنی نیکی کی تشبیہ کبھی نہیں کرنی چاہئے۔ مگر ابو کے اصرار پر بتانا ہی پڑا اور جب ہم نے ابو کو سب کچھ بتایا تو ابو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے ہماری خوب تعریف کی اور پھر ابو کے فیصلے کے مطابق چند لمحوں بعد ایک سنہری گھڑی ہماری کلائی پر جگمگا رہی تھی۔ اور پھر سب نے ہمیں داد بھی دی اور آئندہ بھی ایسے کام کرنے کی تلقین بھی کی۔

ساتھیو! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم نے کونسا کام کیا کہ انعام کے حق دار ٹھہرے تو

تلاش

قسط 11

علی سفیان آفاقی



میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے مختارے کو دیکھ رہا تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ دنیا میں کیسے کیسے
خود غرض لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ذرا سے فائدے کیلئے دوسروں کا بہت بھاری نقصان کر دیتے

نہیں ہے“

مختارے نے گھٹکیا کر کہا ”دادا۔ آپ ہی کا شاگرد ہوں۔ آپ نے مجھ پر جو

مہربانیاں کی تھیں ان ہی کے طفیل چار پیسے
کم لیتا ہوں“

دادا نے کہا ”تالا تو کھول لیا مگر کسی
گھر میں گھس جانا بڑی ہمت کا کام ہے۔
ارے مختارے! تو تو بڑا دلیر ہو گیا ہے“

مختارے نے جواب دیا ”میری دلیری
کی کوئی بات نہیں ہے دادا۔ اس بندے

نے مجھے بڑے آرام سے ایک دفتر کے اندر
پہنچا دیا تھا۔ دفتر کا دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔

میرا خیال ہے کہ انہوں نے دفتر کے چراسی
کور شوت دے کر اس بات پر راضی کر لیا

ہو گا کہ دفتر کا دروازہ کھلا چھوڑ جائے۔
چراسی کو انہوں نے دو سو روپے دیے تھے۔

وہ تالا کھولنے کے بعد دفتر کے چوکیدار کو
بھی کھانا کھلانے کے بہانے اپنے ساتھ لے

گیا تھا۔ اس طرح مجھے کھلی چھٹی مل گئی

گذشتہ قسطوں کا خلاصہ

جسید اپنے ماں باپ کا کلوتا اور نہایت لاڈلہ بیٹا تھا۔ بہتر اور موزوں تربیت کیلئے اسے ہاسل داخل کر دیا گیا۔
جہاں تعلیم اور ماں باپ کی یادوں کے خوبصورت اور سانسے دن گزر رہے تھے۔ اچانک اس کے ماں باپ ایک
حادثے میں اسے بھری دنیا میں تنہا کر گئے۔ تب چچا اور چچی اپنا حق ملکیت بچانے کیلئے میدان میں آ گئے۔ اسی
دوران یہ انکشاف بھی ہوا کہ وہ اپنے ماں باپ کا لے پالک بیٹا تھا۔ جسید کو اب پتہ چلا کہ دنیا کتنی سفاک اور ظالم
ہے۔ بس گھر کی پرانی ملازمہ مانی صغرا ہی تھی جو اسے سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

ابو کے دفتر کے پرانے اہلکار باغی صاحب اور وکیل پنجیری صاحب بھی اس کے چچا کے مذموم ارادوں کی راہ
میں شامل تھے۔ دونوں ہی جسید کا پورا پورا ساتھ دے رہے تھے۔ اس دوران بیچانے دفتر سے وہ دونوں نہایت اہم
فائلیں اٹھوائیں جن میں وصیت اور جسید کی اہلیت کے بارے میں سب کچھ لکھا تھا۔ ان برسے حالات میں جسید
اپنے ماں باپ کی محبت اور شفقت کو یاد کر کے انکڑ دھار ہوتا۔ دشمن ہر طریقے سے جسید کا کام تمام کر دیتا چاہتے
تھے جس کیلئے مختلف طریقے استعمال کئے جا رہے تھے۔ ایک دن گھر پر حملہ ہوا تو جسید نے جان بچانے کیلئے بے درددل
لگا دی۔ رات کے اندھیرے میں وہ عجیب لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ انہوں نے اسے بھکاری بننے پر مجبور کر
دیا۔ اب جسید معذور بن کر سارا دن اپنے ساتھی ”چھوٹے“ کے ساتھ ٹھیک مانتا۔ ٹھیک مانگتے ہوئے ایک دن
اچانک اسے اپنی چچی جان نظر آئیں۔ اس نے فوراً چھوٹے سے کہا کہ ان کا پیچھا کرے۔ چھوٹے نے اس سلسلے
میں پوری ہوشیاری دکھائی اور گھر کا پتہ کر لیا۔ پھر ایک دن دادا سے رہنمائی کے انہوں نے جلتے تبدیل کئے اور
رات کی تاریکی میں چچا کے گھر چلے آئے۔ یہاں پیچاکے بد معاش ڈرائیور سے بالا پڑ گیا لیکن وہ انہیں پہچان نہ سکا
اور انہیں یہاں کو بھی میں کام کرنے کی پیشکش کی پھر دونوں ایک ہوٹل میں آ گئے۔ یہاں سے جسید نے چنگیزی
صاحب کو فون کر کے اپنی خیریت کا بتا یا لیکن ٹھکانے بتانے سے گریز کیا۔ اسی دوران دونوں کی مدد بھیڑ ایک بد معاش
سے ہو گئی جو انہیں مارنے کیلئے پیچھا کرتا ہوا آئے تک آ گیا۔ یہ وہی بد معاش تھا جس نے دفتر سے فائلیں چرائی
تھیں۔

ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ ان کے ذرا
سے لالچ نے کسی دوسرے کا کیا حشر کر دیا
ہے۔ مختارے بھی ایسے ہی لوگوں میں تھا جو
کرائے پر ہر کام کرنے کیلئے تیار ہو جاتے
ہیں۔

”مگر وہ لوگ تھے کہاں ٹکرا گئے تھے؟
“ استاد نے پوچھا۔

”ارے استاد! اپنا تو کام ہی یہی ہے۔
جس کسی کو ضرورت ہوتی ہے وہ کسی سے

معلوم کر لیتا ہے۔ میں نے ان بابو صاحب
کے دو کام کئے تھے۔ پہلے تو ایک دفتر میں

سے فائلیں نکال کر انہیں دے دیں اور پھر
جب انہوں نے ایک کو بھی پرچو کیداری

کیلئے بھیجا تو اس کی رقم الگ وصول کی“
دادا ہنسنے لگا اور بولا ”لماری اور تجوری

کا تالا کھولنا تو تیرے لئے کوئی مشکل کام

خوشی

ایک صاحب کو ان کے دوست نے ایک بہت بڑے فنکار سے ملوایا۔ انہوں نے فنکار سے ہاتھ ملایا۔ ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ”جناب! آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی“

فنکار کچھ زیادہ ہی منہ پھٹا اور بد تمیز واقعہ ہوا تھا جواب دیا ”لیکن مجھے آپ سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ وہ صاحب ہکا بکا رہ گئے۔ لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھال کر بولے ”صاحب میری طرح ذرا جھوٹ ملا لیتے تو آپ کا کیا بگڑتا۔“

محمد معین الدین سیالوی جامعہ اکبریہ میانوالی

”وہ کیا؟“ میں نے پوچھا۔

”وہ یہ ہے کہ تم مجھے بڑھنسا کھا دو۔ پھر میں یہ کام آسانی سے کر لوں گا“

اس نے یہ بات اتنی سادگی اور معصومیت سے کہی تھی کہ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ یہ بھی اس کی محبت اور خلوص کا ثبوت تھا کہ وہ بیچارہ ہر طرح سے میرے کام آنا چاہتا تھا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟

میں نے چھوٹے سے کہا ”دیکھو چھوٹے۔ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ فائلیں پچا جانے لے ہی غائب کرانی ہیں اور وہ ان ہی کے گھر میں ہیں۔ جب تک وہ فائلیں مجھے نہ مل جائیں میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ تم خود ہی بتاؤ کہ میں کب تک اس ماحول میں رہوں گا۔ یہاں میرا دم گھٹتا ہے مگر میں مجبور ہوں“

وہ پریشان ہو کر بولا ”تو کیا تم یہاں سے چلے جاؤ گے؟“

میں نے ادھر ادھر دیکھ کر آہستہ سے کہا ”ظاہر ہے۔ میں یہ زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ تم تو جانتے ہو کہ میں مجبوراً یہاں رہتا ہوں۔ فی الحال اس کے سوا میرا کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے“

وہ اداس ہو گیا اور چپ چاپ میرا منہ دیکھنے لگا۔

میں نے اسے پیار سے گلے لگا لیا اور کہا ”اطمینان رکھو دوست۔ میں تمہیں زندگی بھر یاد رکھوں گا اور جب بھی مجھے موقع ملا میں تمہارے پاس آؤں گا“

وہ کہنے لگا۔ ”جب بابا بن جاؤ گے تو پھر ہم جیسوں کو کب یاد رکھو گے۔ بھیا! یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے۔ تم نے تو مجبوراً اس اڈے کو اپنا ٹھکانہ بنایا ہے مگر میں تو ہمیشہ یہیں رہوں گا۔ میرا دنیا میں کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے۔ اگر یہاں سے چلا گیا تو کسی اور دادا کے اڈے پر پہنچ جاؤں گا۔ اس کے سوا مجھے آتا ہی کیا ہے؟ جب تراشی، تالے توڑنا، بھیک مانگنا، لوگوں کو دھوکہ دے کر ان کی جیب خالی کر لینا۔ یہی میں نے سیکھا ہے“

میں نے ہمدردی اور پیار سے اس کو دیکھا۔ وہ ایک اچھا لڑکا تھا۔ اس کا ثبوت تو یہی تھا کہ اتنے عرصے تک اس ماحول میں رہنے کے باوجود وہ یہاں خوش نہیں تھا اور اس زندگی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ خدا جانے وہ کس خاندان کا بچہ تھا جسے حالات نے جرائم پیشہ لوگوں کے پاس

تھی۔ پیسے میں بڑی طاقت ہے دادا۔ پیسہ سب کام کر سکتا ہے“

”یہ تو ٹھیک کہتے ہو“ دادا نے مسکرا کر کہا۔ ”اب دیکھ لو ہم سارے ہی خراب دھندے کرتے ہیں مگر پولیس کو خوش کرنے کیلئے بھتہ دیتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں پوری آزادی دے رکھی ہے کہ جو جی میں آئے کرو۔ انہیں تو بس اپنے ماہانہ سے کام ہے“ یکایک دادا کو خیال آیا کہ اتنی دیر ہو گئی ہے مگر چائے نہیں آئی ہے۔

اس نے آواز دی ”چھوٹے۔ اوچھوٹے۔ ارے کدھر مر گیا؟“

چھوٹا ندر والے کمرے سے بھاگتا ہوا ان کے پاس چلا گیا۔

”ارے چائے کدھر مر گئی ہے تیری۔ دیکھتا نہیں ہمارے پاس مہمان آئے ہوئے ہیں“

چھوٹا جلدی سے بولا ”میں نے تو آکر دوڑ دے دیا تھا دادا۔ ابھی جا کر پتہ کرتا ہوں“ یہ کہہ کر چھوٹا باہر کی طرف بھاگ گیا۔

مختار کے باباؤں نے میری آنکھوں پر سے بندھی ہوئی پٹی ہٹا دی تھی۔ پہلے تو مجھے شک ہی تھا مگر اب یقین ہو گیا کہ دفتر سے جو فائلیں غائب ہوئی ہیں، وہ پچا جانے لے ہی غائب کرانی ہیں اور میرے گھر پر غنڈے بھیجنے والے بھی سو فیصد پچا جانے ہی تھے۔ اول تو پچا جان کی کوٹھی میں کام کر نیوالے بد معاش ڈرائیور کو دیکھ لینے کے بعد ہی کوئی شک باقی نہیں رہا تھا۔ مگر اب تو اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ یہ سارا کھیل پچا جان ہی کھیل رہے ہیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ابو جیسے ایماندار اور نیک دل آدمی کے بھائی سے ایسے کاموں کی کون امید کر سکتا تھا؟ وہ دونوں سگے بھائی تھے۔ خون کا رشتہ تھا لیکن پھر بھی دونوں میں کتنا فرق تھا؟ ایک بھائی نے ایک لاوارث، غریب بچے کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا اور اسے اپنے بچوں کی طرح پیار کیا تھا اور دوسرے نے جائیداد کے لالچ میں ساری شرافت اور سارے اصول بھلا دیئے تھے اور اپنے بھائی کی دولت پر ناجائز قبضہ کرنے کیلئے غیر قانونی کام کرنے پر راز آ رہا تھا۔

اتنی دیر میں چھوٹا نشیے کے دو گلاسوں میں چائے لے کر آ گیا۔ ”ان کے پاس لڑکا نہیں تھا دادا! اس لئے میں خود ہی چائے لے آیا ہوں“

اس نے چائے سے بھرے ہوئے دونوں گلاس دادا کے سامنے رکھ دیئے۔ دادا نے ایک گلاس اٹھا کر مختار کے کدے کو دے دیا۔

”اور سنا، دھندہ کسما چل رہا ہے؟“ دادا نے پوچھا اور مختار نے انہیں اپنے بارے میں بتانے لگا۔ مجھے اب اس کی باتیں سننے میں کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی اس لئے میں اندر کمرے میں چلا گیا۔ میرا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ مختار کے باباؤں سے مجھے کوئی نئی بات تو معلوم نہیں ہوئی تھی مگر اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ فائلیں چوری کرانے کے پیچھے بھی پچا جان ہی کا ہاتھ ہے۔ مگر یہ فائلیں ان کیلئے اس وقت تک بیکار تھیں جب تک کہ وہ مجھے تلاش نہ کر لیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان فائلوں میں ابو نے میرے متعلق ایسی کوئی بات ضرور لکھی ہے جس کی وجہ سے پچا جان مجھ پر قابو حاصل کئے بغیر اپنا مطلب پورا نہیں کر سکتے۔ چھوٹا ٹکرتے میں آ گیا تھا۔ اس نے میری کمر پر ہاتھ رکھا اور پوچھا ”پارٹنر! کیا سوچ رہے ہو؟“

میں واقعی اپنے خیالوں میں کھو گیا تھا۔ چھوٹے نے مجھے جو نکا دیا۔

اس نے کہا ”کیا بات ہے؟ تم تو بہت پریشان نظر آ رہے ہو؟“

میں نے کہا ”چھوٹے! مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ چوری ہوئی والی فائلیں پچا جان کے گھر میں ہیں مگر میں انہیں کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟“

چھوٹا میرے برابر ہی چار پائی پر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا ”میں نے تو تم سے کہا ہے کہ میں وہاں جا کر نوکری کر لیتا ہوں۔ موقع پا کر فائلیں اڑا لوں گا۔ مگر تمہاری یہ بات بھی سچی ہے کہ میں تو بڑھنسا ہی نہیں جانتا۔ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ مجھے کوئی فائل اٹھانی چاہئے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟ ہاں۔ ایک ترکیب میری سمجھ میں آئی ہے“

فون کی گھنٹی

ایک ڈاکٹر کے پاس مریض آتا ہے اس کے دونوں کان جلے ہوتے ہیں
ڈاکٹر ”یہ آپ کے کان کیسے جل گئے؟“
مریض: ڈاکٹر صاحب! میں کپڑے استری کر رہا تھا کہ
اچانک فون کی گھنٹی بجی میں نے جلدی میں استری کان
سے لگالی

ڈاکٹر: ”مگر آپ کا تو دوسرا کان بھی جلا ہوا ہے“
مریض:- ڈاکٹر صاحب! میں نے ابھی استری رکھی ہی
تھی کہ گھنٹی دوبارہ بج پڑی

محمد حیات عبداللہ - امیر پور سادات

پہنچا ہوا تھا۔ مگر شرافت، ہمدردی اور نیکی کے جذبات نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے تو اپنے ماں باپ اور خاندان کا پتہ تھا اور نہ ہی وہ اپنے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ اسے تو اپنا نام بھی معلوم نہیں تھا۔ خدا جانے ماں باپ نے اس کا کیا نام رکھا ہو گا مگر اب تو وہ صرف ”چھوٹا“ بن کر رہ گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ بوڑھا ہونے کے بعد بھی ”چھوٹا“ ہی کہلائے گا کیونکہ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں تھا۔ میری طرح وہ بھی حالات کا شکار تھا۔ اسے بھی اپنے ماں باپ کا علم نہیں تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ وہ مجھے ایک نیک اور شریف انسان نے بیٹا بنا کر پالا تھا۔ اچھی تعلیم اور اچھا ماحول مہیا کیا تھا۔ مجھے بھی اپنے اصلی ماں باپ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا مگر مجھے ان کی تلاش تھی جبکہ چھوٹا بچہ ہو کر صبر کر کے بیٹھ گیا تھا۔ اس نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ میں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس لئے کہ ابوی محبت اور تربیت نے میرے اندر وہ حوصلہ اور ارادہ پیدا کر دیا تھا جن سے چھوٹا محروم تھا۔

مجھے چپ چاپ اور سوچ میں گم دیکھا تو چھوٹے نے پوچھا ”کیا مجھ سے ناراض ہو گئے؟“
میں نے کہا ”ارے نہیں چھوٹے! تم تو اتنی بڑی دنیا میں میرے سب سے پیارے دوست ہو۔ تم سے میں کیسے ناراض ہو سکتا ہوں“
وہ خوش ہو گیا۔ پھر کہنے لگا ”تم تو بڑے لکھے اور سمجھدار ہو۔ کوئی ترکیب سوچو“
میں نے کہا ”چھوٹے! میرا بچا جان کے گھر کے اندر جانا بہت ضروری ہے۔ نوکری تو میں وہاں نہیں کر سکتا مگر ان کے گھر میں چوری چوری گھس کر قسمت آزمائی تو کر سکتا ہوں“
چھوٹا حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا ”بس دوست میرا ایک کام کر دو“
”بولو بولو۔ تمہارے لئے تو میری جان بھی حاضر ہے“

میں نے کہا ”جان کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی طرح مجھے کل رات اڑے سے باہر رہنے کی اجازت دلادو۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا“
”ارے کیسی باتیں کرتے ہو“ اس نے کہا ”ٹھہرو۔ مجھے سوچنے دو“
وہ کچھ دیر خاموش بیٹھا دیا۔ پھر لکھ دیا کہ خوش ہو کر کہنے لگا ”بس، آگئی ترکیب“
”کیا ہے؟ مجھے بھی بتاؤ“ میں نے بے تابی سے پوچھا۔
”بس۔ کل پھر ہمیں دادا سے اجازت لے کر جانا پڑے گا“
”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آج ہی تو ہم نے ان سے اجازت لی تھی“
وہ بولا ”یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ بس چپ چاپ دیکھتے رہو“ یہ کہہ کر اس نے کمرے کے دروازے کے پاس جا کر باہر جھانک کر دیکھا اور پھر دبی زبان میں کہا ”ختمارے چلا گیا ہے۔ دادا اکیلا ہے۔ تم میرے ساتھ آؤ“
”مگر کرو گے کیا؟“ میں نے پوچھا۔
”بس دیکھتے رہو۔ تمہارا کام بس اتنا ہے کہ میں جو بھی کہوں تم میری ہاں میں ہاں ملا تے رہنا“ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور باہر صحن کی طرف چل پڑا۔ صحن میں بڑی سی چار پانی پر داوا لیا ہوا تھا۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ چھوٹے نے مجھے اشارہ کیا اور ہم دونوں اس کی چار پانی کے پاس چلے گئے۔ چھوٹے نے پائنتیوں بیٹھ کر دادا کے پیر دبانے شروع کئے تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور ہم دونوں کو دیکھ کر مسکرائے لگا۔

چھوٹے نے کہا ”آج تو دادا کی وجہ سے بچ گئے ورنہ وہ بد معاش تو ہماری بڑی پسلی ایک کر دیتا“

دادا نے کہا ”مگر وہ تمہیں مل کہاں گیا تھا اور کس بات پر اتنا ناراض تھا؟“
چھوٹے نے کہا ”بس! آج تو قسمت ہی خراب تھی اپنی۔ نہ فلم دیکھنے کو ملی اور ایک مصیبت میں بھی پھنس گئے“

”فلم نہیں دیکھی؟“ دادا نے پوچھا۔

”پہلے شو کا تو نام ہی گزر گیا تھا۔ ہم نے سوچا تھا دوسرا شو دیکھ لیں گے۔ وہیں بازار میں

گھومتے پھرتے رہے۔ شو کا نام آیا تو ہم سینما کی طرف بھاگے۔ راستے میں اس بڑے گوشت سے ٹکڑے ہو گئے۔ بس تو یہی ناراض ہو گئے جیسے کہ ہم نے ان کی بھیجیں چرائی ہو۔ مگر ایک بات ماننے والی ہے دادا۔ اس آدمی میں دم بہت ہے۔ اتنی دور سے ہمارے پیچھے بھاگتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔“
دادا ہنسنے لگا۔ بولا ”یہ بھی بڑی ڈھیٹ بڈی ہے۔ اس کو بھی میں نے ہی کام سکھا کر پٹری پر ڈالا تھا مگر اب یہ کسی اور لائن پر چلا گیا ہے۔ کسی دن پکڑا گیا تو لمبے عرصے کیلئے اندر جائے گا“
”اور کیا“ چھوٹے نے دادا کے پاؤں دباتے ہوئے کہا۔ ”برے کاموں کا برا انجام!“
دادا ایک دم بہت زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا ”وہ برے کام کرتا ہے؟ اور ہم تو بہت نیکیاں کما تے ہیں۔ کیوں نا؟“

دادا بہت اچھے موڈ میں تھا اس لئے ناراض ہونے کی بجائے چھوٹے کی بات پر ہنسنے لگا۔ چھوٹے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس کے منہ سے ایک غلط بات نکل گئی ہے مگر قسمت اچھی تھی اس لئے بات بن گئی۔

چھوٹے نے دادا کا خوشگوار موڈ دیکھا تو بولا ”دادا! خوشبو لا بیٹھا پان لادوں؟“

”رہنے دے“ دادا نے کہا۔ ”یہ کوئی پان کھانے کا وقت ہے؟“

”ٹھنڈی بوتل لادوں؟“ چھوٹا اس کی خاطر کرنے پر تیار ہوا تھا۔

”ارے کیا بات ہے۔ اتنا مسکا کیوں لگا رہا ہے؟“ دادا نے اپنی انگلیں سمیٹ لیں اور بڑے تکتے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

چھوٹا بولا ”دادا! آج تو ہم فلم دیکھ ہی نہیں سکے۔ اگر اجازت دو تو کل جا کر دیکھ لیں۔ اطمینان رکھنا سارا کام پورا کر کے جائیں گے“

”بہت چالاک ہو گیا ہے“ دادا چار پانی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ”ٹھیک ہے چلے جانا۔ مگر کام میں بھی دل لگاؤ“ یہ کہہ کر وہ باہر کی طرف چلا گیا۔

”لو استاد۔ ایک کام تو ہو گیا۔ اب تم کل قسمت آزمائی کر سکتے ہو“

میں نے کہا ”مگر پتہ نہیں کہ وہاں کتنی دیر لگ جائے“

”مجھے پتہ ہے۔ آج تم دیر سے آؤ گے۔ کوئی بات نہیں، مہربان کرو۔ میں مانجھے سے کہہ دوں گا وہ اندر سے کنڈی نہیں لگائے گا“ اس طرح دادا نے ہمیں خود ہی دیر سے واپس آنے کی اجازت دے دی تھی۔

اڑے سے باہر نکلتے ہی ہم نے ایک دیگن میں سوار ہو کر اس علاقے کی راہ لی جہاں چچا جان کا گھر تھا۔ ابھی زیادہ رات نہیں ہوئی تھی اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں اس شیطان ڈرائیور سے سامنا نہ ہو جائے۔ اگرچہ پہچانے جانے کا اندیشہ زیادہ نہیں تھا۔ پھر بھی احتیاط ضروری تھی۔ میں اور چھوٹا دیگن سے اتر کر مختلف سڑکوں پر سے ہوتے ہوئے اس سڑک پر پہنچ گئے جہاں چچا جان کی کوٹھی تھی۔ سامنے والی سڑک پر زیادہ روشنی نہیں تھی جو ہمارے لئے بہت فائدے کی بات تھی۔ لیکن میں دراصل یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ چچا جان کی کوٹھی کے آس پاس اور پیچھے کیسی کوٹھیاں ہیں۔ ان کی کوٹھی کے دونوں طرف والی کوٹھیوں کی احاطے کی دیواریں زیادہ اونچی

نہیں تھیں۔ بڑا دروازہ بھی ایسا نہیں تھا جسے کود

کر پھلا لگانا جاسکے۔ چچا جان کی کوٹھی اور

دوسری کوٹھیوں کے درمیان والی دیواریں

بھی زیادہ اونچی نہیں تھیں۔ لیکن چچا جان

کے گیٹ۔ کا دروازہ لوہے کا تھا اور اس

کے اوپر والے حصے میں نوکدار سلاخیں

لگی ہوئی تھیں۔ ہم نے یہ بھی اطمینان

کر لیا تھا کہ چچا جان کے گھر میں کوئی کتا

نہیں ہے۔ ان کی کوٹھی کے سامنے سے

آہستہ آہستہ تین بار گزرنے کے بعد ہمیں یہ

معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے بعد ہم نے

پیچھے والی کوٹھی کا جائزہ لیا جس کی پچھلی دیوار

چچا جان کی کوٹھی کی دیوار سے ملی ہوئی تھی۔ ان دونوں کوٹھیوں کے درمیان والی دیوار بھی

زیادہ اونچی نہیں تھی اور دونوں طرف درخت بھی لگے ہوئے تھے۔“

ہم دونوں کچھ فاصلے پر واقع ایک کھوکھے والے کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ یہ پان

سگریٹ اور کوکا کولا وغیرہ فروخت کرتا تھا۔ ہم دونوں نے کوکا کولا کی ایک بوتل خریدی اور

دونوں نے اسے باری باری پی کر ختم کر دیا۔ جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہاں سے چچا جان کی

کوٹھی کا دروازہ صاف نظر آتا تھا۔

چھوٹے نے کہا ”سب کچھ دیکھ لیا۔ اب کیا کرو گے؟“

میں نے کہا ”چھوٹے۔ ہمیں وقت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ ایسا موقع ڈھونڈنا پڑے گا

جب کوٹھی خالی ہو“

چھوٹا ہنسنے لگا۔ ”یہ ہمیں کیسے معلوم ہو گا؟ ہم ہر وقت تو یہاں نہیں بیٹھے رہ سکتے“

میں نے کہا ”بس! یہی تو مشکل ہے“

ایکایک ہم دونوں چونک کر رہ گئے اور چپ ہو گئے۔ کوٹھی کے اندر سے چچا جان کی کار نکل

رہی تھی اور اسی طرف آ رہی تھی۔ میں نے گہرا کر دکان کی طرف اپنا منہ کر لیا۔

(باقی آئندہ)

”ارے اللہ پر بھروسہ رکھو۔ وہ چاہے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ تمہارا کام ضرور بن جائے گا۔ قسمت مہربان ہو رہی ہے آج کل“

اس رات مجھے بہت دیر تک نیند نہیں آئی اور جب آئی بھی تو میں خواب میں چچا جان کا گھر

ہی دیکھتا رہا کہ کس طرح میں ان کے گھر میں داخل ہوا ہوں اور کیسے تلاشی لے رہا ہوں۔ پھر

ایکایک میری آنکھ کھل گئی۔ میں پسینے میں بیٹھا ہوا تھا اور میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

صبح ہوئی تو ہم نے جلدی جلدی ناشتہ کیا۔ میں ریڑھی پر بیٹھ گیا اور چھوٹے کے ساتھ اپنی

خصوص جگہ پر پہنچ کر ہم دونوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ میں بہرا اور گونا گونا گیا اور چھوٹے

نے آوازیں لگانی شروع کر دیں۔ اس روز اللہ بھی ہم پر مہربان تھا۔ لوگ کھلے دل سے ہمیں

خیرات دے رہے تھے۔ چند عورتوں نے تو دس دس کے کئی نوٹ بھی ڈال دیئے۔ بعد میں

چھوٹے نے مجھے بتایا کہ انہوں نے ضرور کوئی منت مانا ہو گی اسی لئے اتنی مہربان ہو گئی ہیں۔

چھوٹے کی بات کی سچائی کا ثبوت بھی جلد ہی مل گیا۔ جب ایک امیر عورت نے جو بہت قیمتی

لباس اور زیور پہنے ہوئے تھی کار سے اتر کر شاہنگ سنٹر کی طرف جاتے ہوئے رک کر اپنے

پرس میں سے پچاس کالیک نوٹ نکالا اور میرے قدموں میں رکھ دیا۔ پھر دونوں ہاتھ جوڑ کر

کہنے لگی ”سائیں! میرے لئے دعا کر کہ اللہ میری منت پوری کر دے۔ میرا کام بن گیا تو

تمہیں پورے پانچ سو کی نذر دوں گی“

چھوٹا کب چپ رہ سکتا تھا کہنے لگا ”بیگم صاحب! فکر نہ کرو۔ سائیں بول نہیں سکتا مگر اس

کی دعا میں بڑا اثر ہے“

”تو پھر میرے لئے ضرور دعا کرنا“ اس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیزی سے

دکان میں چلی گئی۔

ہم دونوں اپنی ڈیوٹی ختم ہونے تک وہیں کھڑے رہے۔ اس روز ہمیں واقعی بہت زیادہ

آمدنی ہوئی تھی۔ جب ہم اڑے پر پہنچے اور میں نے اپنا میک اپ اتارنا شروع کیا تو چھوٹے نے

جلدی جلدی پیسے گنتے شروع کر دیئے۔ پھر خوش ہو کر بولا ”استاد۔ آج تو ڈیوڑھی کمائی ہوئی

ہے۔ دادا ابھی خوش ہو جائے گا“

اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ جب سب لوگ اپنی اپنی کمائی دادا کے سامنے پیش کرنے لگے تو ہم

دونوں سب سے آخر میں کھڑے ہو گئے۔ دادا نے کسی کی پیٹھ ٹھوکی۔ کسی کو کم کمائی کرنے پر

دھپ رسید کیا اور ڈانٹ کر کہا کہ اگر اپنا کام ٹھیک نہیں کیا تو بہت برا ہو گا۔ آخر میں ہماری

باری آئی اور دادا نے ساری رقم گن لی تو خوش ہو کر ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ ”اوئے! تم

دونوں تو بہت سرپٹ جا رہے ہو۔ شاباش بھی شاباش“ پھر وہ دوسرے لڑکوں سے مخاطب ہو

کر بولا۔ ”اوئے کچھ شرم کرو۔ ڈوب مرو کہیں جا کر۔ یہ بالکل نیا کھیرو ہے مگر تم سب سے

آگے نکل گیا ہے۔ لو۔ ادھر آکر بیٹھ جاؤ“ اس نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا اور ہم دونوں

چارپائی کی پٹی پر بیٹھ گئے۔ دادا نے دس دس روپے کے نوٹ نکالے اور ہم دونوں کو بخش

دیئے۔ ”لو! یہ تمہارا انعام ہے“

”بڑی مہربانی دادا“ ہم دونوں نے کہا۔

”اونے بیٹھے۔ بھاگ کر جاو دو دھپتی پی چائے لے آ۔ تین گلاس“

اس کا مطلب یہ تھا کہ دادا کے علاوہ ایک ایک گلاس ہم دونوں کیلئے تھا۔

کھانا ڈالے پر جلدی کھالیا جاتا تھا مگر میری تو بھوک ہی اڑ گئی تھی۔ بڑی مشکل سے چند

نوالے کھائے اور پانی پی کر کھڑا ہو گیا۔

”پیٹ بھر کر کھانا تو کھاؤ“ چھوٹے نے کہا۔

”بس! پیٹ بھر گیا۔ اب جلدی چلو“

ہم دونوں جلدی جلدی باہر نکلے تو دروازے کے پاس دادا سے ملاقات ہو گئی۔ وہ سگریٹ

کے کش اڑاتا ہوا آ رہا تھا۔



الطاف طالب علمی میں کوئی ذہین لڑکا نہیں تھا۔ بس مخفی بہت تھا۔ ہر دم کتابوں میں ”کھبا“ رہنے کی وجہ سے لڑکے اس کے طرح طرح کے نام دھرتے، تنگ کرتے اور پھیڑتے اور وہ ہر بار چڑھتا۔ ہاسٹل میں بے شمار باتوں سے سمجھوتے کرنا پڑتے ہیں۔ اس کے چڑنے سے لڑکوں کو مزید بلہ شیری ملتی اور وہ بہانہ ملتے ہی پھر اسے چڑا دیتے اور اس کی صلواتیں سن سن کر کسی ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار بنے رہتے۔ کلاس روم میں وہ جب بھی کوئی سوال پوچھنے یا پھر اسکا جواب دینے کو کھڑا ہوتا۔ سارا کلاس روم میں دھبی آواز میں خشکا، خشکا کے شور سے بھر جاتا۔ ایسے میں مجھے الطاف دنیا کا بڑا مظلوم لگتا۔ آج کی ملاقات کے بعد مجھے لگا کہ یہی کل کا مظلوم آج کے ظالم کاروبار دھار گیا ہے۔

میں یہی کچھ سوچتا اپنے شعبے کی ”لیب“ میں آ گیا۔ جہاں پریکٹس کے لئے طلبہ و طالبات میرے منتظر تھے۔ فرسٹ ایئر کو آئے خاصے دن گزر گئے تھے۔ لڑکے فونگ اور نئے ماحول کے ساتھ دھیرے دھیرے ایڈجسٹ ہو رہے تھے۔ اس بیچ میں کچھ طلبہ مجھے خصوصیت سے اپنی توجہ کے مستحق لگ رہے تھے۔ وہ میرے کسی سوال کا جواب دینے کے لئے جب کھڑے ہوتے تو دھیر ساری نظروں اور ٹیچر کو اپنی طرف دیکھ کر گھبرا جاتے۔ پیشانی پہ پسینے کے موتی چمکنے لگتے۔ ایک خفیف سارزہ ان کے جسم پر طاری ہو جاتا اور اچھا خاصا آتا ہوا سوال بھی انہیں بھول جاتا۔

مجھے انہیں دیکھ کر اپنا زمانہ یاد آ جاتا۔ جب ایسے حالات میں مجھے بھی کتنی ٹیچر کی حوصلہ افزائی کی ضرورت تھی۔ جو نہ مل سکی اور ”نعمتینا“ مجھ جیسے کئی طالب علموں کی جمجمہ پر کبھی نہ گئی اور اعتماد کبھی نہ آیا۔

میں کچھ مختلف ٹیچر اس لحاظ سے بھی ہوں کہ وہ باتیں جو میں نے اپنے ٹیچروں میں نہیں پائی تھیں انہیں اپنے آپ میں سمونے، ان پر عمل کرنے کی، طلباء سے دوستانہ رویہ رکھنے اور مثبت انداز میں انہیں ان کی حوصلہ افزائی کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ میری انہی کوششوں سے



خشکی، خشکا اور خوف

زمانہ تعلیم سے فراغت پاتے ہی بہت سے کلاس فیلوز کے روشن روشن اور خوبصورت چہرے غائب ہو جاتے ہیں۔ غم روزگار اور غم ہستی میں لوگ ایسے مصروف ہو جاتے ہیں کہ دوبارہ ان پیارے چہروں سے مشکل سے ہی ملاقات ہوتی ہے۔ آج کئی سالوں بعد ایک ایسے چہرے کے ساتھ میری ملاقات ہوئی تھی۔ یہ الطاف تھا۔ ہماری کلاس کا خشکا یعنی ہر وقت پڑھائی کرنے والا۔ لیکن اب ملنے والا الطاف وہ پہلے والا الطاف نہ تھا۔ خاصا موٹا ہو گیا تھا۔ چہرے پر عجیب سی سختی آ گئی تھی۔ اپنی امارت جتانے کا شوق بھی کہیں گوشے سے نکل کر اسکے ذہن اور زبان سے چپک گیا تھا۔ باتیں بھی وہ ٹوک زبان سے کر رہا تھا۔ ان میں وہ پہلے والا خلوص اور محبت شامل نہ رہی تھی۔ میں اس سے بہت دیر تک باتیں کر کے خوشگوار ماحولی کو یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن مجھے ایسے لگا جیسے میں خالی گھر کے کسی کواڑ پر دستک دینے چلا جا رہا ہوں۔ عملی زندگی اور پیسے کی ریل پیل نے الطاف کی شخصیت پر کئی بے رنگ اور بد نما پرت پڑھا دیئے تھے۔



زندگی کے مختلف معاملات میں توازن ہی زندگی کی خوبصورتی اور ہماری طمانیت کا باعث ہوتا ہے۔ توازن کے لئے تو صبر، تحمل اور اعلیٰ ظرفیت بہت ضروری ہیں اور یہ سب باتیں یا تو گھر کی تربیت سکھاتی ہے یا پھر خوبصورت مطالعہ۔ یہاں ان دونوں کا ہی قیاس تھا۔

ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو ذہن نشین کرتے ہوئے دن لگ گئے۔ دوسروں کی خوشیاں اور دکھ شہر کرنے کے حوالے سے اس سے باتیں ہوئیں۔ دوسروں کے لئے اپنا وقت اور خلوص قربان کرنے پر بحث ہوئی اور سب سے اہم نکتہ یہی رہا کہ ایسا سب کچھ بغیر کسی لالچ اور بدلے کی امید پر ہو تو سچائی جلد یا بدیر اپنا آپ ضرور منواتی ہے۔

پیارے رسول مقبول صلعم کے فرامین کی روشنی میں غصے اور اس کے اثرات پہ بات ہوئی۔ مجھے لگ رہا تھا کہ چنانچہ آہستہ آہستہ پانی کا نشان بننا شروع ہو گیا ہے۔

آؤنگ، تفریح اور میڈیا کے حوالے سے بہت سی باتیں ارشد کے لئے نئی تھیں۔ ٹی وی کے پاس نہیں پھٹکتا تھا۔ اخبار اور میگزین اس کے لئے اجنبی چیزیں تھیں۔ مطالعہ کے نام سے ہی اسکے چہرے پر اتار چڑھاؤ شروع ہو جاتا تھا۔ ان باتوں کے علاوہ غیر محسوس طریقے سے میں نے اسے نمازی طرف راغب کیا کہ سکون اور طمانیت اور بری باتوں سے بچنے کے لئے مولانا اس سے خوبصورت اور بہتر کسی چیز کی تاکید نہیں کی۔

اب مجھے ان ڈھیر ساری باتوں کے نتیجے کا انتظار تھا۔ اس کے چہرے کی رونق لوٹنا شروع ہو گئی تھی۔ روزانہ کم از کم چھ گھنٹوں کی نیند سے آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے غائب ہو رہے تھے۔ یہ براہ صبر آزمائش کا کام تھا۔ ڈرامائی صورت حال کی طرح نہیں تھا کہ ادھر احساس دلایا گیا اور ادھر ہیٹ سے چین کی ہنسی بھادی گئی۔ بیچ ہونے سے پودا بننے تک اور پودا بننے سے پھول پھل دینے تک براہ صبر آزمائش بلکہ مراحل ہوتے ہیں۔ درمیان میں کہیں بھی بے احتیاطی ہونے سے ساری محنت پر پانی پھرنے کا خطرہ علیحدہ ہوتا ہے۔

میں نے بھی اس کے روم میٹس اور کلاس فیلوز سے برابر رابطہ رکھا تھا کہ مجھے ہر قسم کی رپورٹ ملتی رہیں۔

مذاق کے بارے میں، میں نے اسے یہ بات ذہن نشین کرائی تھی کہ لوگ اسے ہی تنگ کرتے ہیں جو تنگ ہوتا ہے۔ تم چڑنا بند کر دو ہولے ہولے لوگ تمہیں چھیڑنا بند کر دیں گے۔ بس تم ایسی کسی بات پر مسکرا دیا کرو جس پر ڈاکرو۔ ”ٹلو“ کا لفظ دور کرنے کے لئے کچھ اپنی شخصیت میں تبدیلی لاؤ۔ پڑھائی کتب مناسب اور خوبصورت کپڑے پہننے سے منع کرتی ہے۔ کب نرم اور چمکدار بالوں کو سیٹ کرنے کی راہ میں دیوار بنتی ہے۔

ان تبدیلیوں میں بڑا عرصہ لگ گیا۔ اس کے سارے کلاس فیلوز پہلے حیراں اور پریشان ہوئے۔ پھر نارمل ہوئے اور یوں اس کی خوش مزاجی سے سارے مذاق آہستہ آہستہ ختم ہوتے چلے گئے۔ روم میٹس بتایا کرتے کہ وہ پہلے جیسا نہیں رہا۔ کافی بدل گیا ہے۔ مختلف معاملات میں بڑی تیزی سے بہتری لا رہا ہے۔ انہی دنوں ارشد نے اپنا فرسٹ پروفیشنل (ایم بی بی ایس) کے پہلے دوسالوں کا امتحان بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لیا۔ تھریڈز میں جانے سے مجھ سے اس کا رابطہ بہت کم ہو گیا تھا۔

اک دن میں اپنی دھن میں تیزی سے اپنے شعبہ کی طرف آرہا تھا کہ تھریڈز کے کلاس روم سے باہر کارڈیڈور میں مجھے با آواز بلند قہقہوں کی چکار سنائی دی۔ کالج کے خوبصورت کارڈیڈور میں بے فکرے تہقہے اور خوش گپیاں یونہی گونجا کرتی ہیں۔ ان قہقہوں میں بھی کوئی مختلف بات نہ تھی۔ لیکن غیر ارادی طور پر میری نگاہیں اس جانب اٹھ گئیں۔ ابھی شناسا طالب علموں کے چہرے تھے۔ میری نظر کا بہت شناسا چہرے پر ٹھہری گئی۔ اس چہرے پر شادابی اور تازگی ہی نازگی تھی۔ یہی چہرہ کسی بات پر سب کو قہقہے لگانے پر مجبور کر رہا تھا اور خود بھی ان قہقہوں میں برابر کا شریک تھا۔ یہ چہرہ ارشد کا تھا۔ بیچ آخر پھل لے ہی آیا تھا۔

جب کسی ڈرے سسے، سٹوڈنٹ میں اعتماد آتا، اسکی جھجک دور ہوتی تو طمانیت اور خوشی کا احساس میرے رگ و پے میں دوڑ جاتا۔ تھوڑا سا پڑھا کے میں نے اک سٹوڈنٹ سے کچھ پوچھا اور دوبارہ بلیک بورڈ کی طرف متوجہ ہوا تو خشکا، خشکا کی دھیمی دھیمی آوازیں گونجنے لگیں۔ میں نے پلٹ کے دیکھا تو وہ لا کار شد عجیب سی لا چاری اور ناراضی کی ملی جلی کیفیت سے دوچار تھا۔ میں نے سوچا کہ اس نئے خشکے کی شہرت بھی بڑی جلدی آخر پھیل ہی گئی۔

کئی ہفتوں کے بعد میں نے اپنی کلاس میں طلباء کا اس خشکے کی جانب عجیب طنزیہ سا تاثر دیکھا۔ بے رحمی کی حد تک طنز سے مجھے براہ کھ ہوا۔ میں نے لیکچر کے بعد ارشد کے ساتھ ایک اور لڑکے کو اپنے آفس میں بلوایا۔ ارشد اب ”ٹلو خشکا“ کے نام سے معروف تھا۔

میں نے اس دو سرے لڑکے سے پوچھا بھی آخر تم ارشد کو کیوں بہانے بہانے سے تنگ کرتے ہو۔ پتہ نہیں وہ کب سے بھرا بیٹھا تھا۔ اک دم شروع ہو گیا۔ سراسر اس بندے نے ساری کلاس میں خشکی پھیلارکھی ہے۔ ہر لیکچر میں ضرورت ہونے ہوئے گھنٹہ گھر کی طرح نمایاں ہونے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور خواہ مخواہ مذاق کا نشانہ بنتا ہے۔ ہوسٹل میں ہر دم پر ہتھارتا رہے۔ آجکل اتنی گرمیاں ہیں۔ دوپہر کو ہر کوئی آرام کرتا ہے لیکن یہ کوریڈور میں بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا ہوتا ہے۔ نہ کمرے سے نکلتا ہے نہ کہیں باہر جاتا ہے۔ مذاق کرو تو چڑ جاتا ہے۔ اب لوگ اسے تنگ نہ کریں تو کیا خوش کریں۔

کچھ دنوں بعد ایک ناخوشگوار سا واقعہ ہو گیا۔ ایک شام ہاسٹل میں ارشد نے چھیننے پر اپنے ایک کلاس فیلو کو خوب مارا اور پھر خود بھی بری طرح مار کھائی۔ مسئلہ ٹلو اور خشکا ہونے کا تھا۔ لوگ چھیڑتے تھے، وہ چڑتا تھا اور یوں یہ مسئلہ ہمیشہ سد اہمار رہتا۔ لڑائی سے فارغ ہوتے ہی وہ دوڑ کے اپنے کمرے میں گیا اور ایک چھوٹا چاقو اٹھا لیا اور دھاڑتے ہوئے بولا، اگر دوبارہ کسی نے مجھے اس نام سے پکارا تو یہ چاقو اس کے پیٹ سے پار ہو گا۔

اتنی دیر میں خاصے لڑکے اکٹھا ہو چکے تھے۔ جھوم میں سے کسی نے پھر اسے چھیڑ دیا۔ تو وہ آواز کی جانب بجلی کی طرح لپکا۔ قریب تھا کہ وہ کسی کے چاقو گھونپ دیتا کہ لڑکوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ بری طرح جھل رہا تھا۔ اول فول پک رہا تھا۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ اسکی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔ اس رات وہ سو نہ سکا۔ اگلے روز مجھے ملا تو آنکھیں تھکا کاٹ، بے چینی اور سرخ سرخ ڈوروں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس روز مجھے اس سے بیحد ہمدردی کا احساس ہوا۔ میں نے اسے شام کو اپنے گھر آئے کو کہا۔

شام کو، ہم بار لان میں بیٹھے، میں اسکی توجہ بنانے کے لئے ذرا مختلف اور مزید اسی باتیں کر رہا تھا اور اس کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ کھل رہی تھی۔ اسی نشست میں مجھے اسکی شخصیت کے کچھ جیسے ہوئے پہلوؤں سے آگاہی ہوئی۔ گھر میں اسے کبھی توجہ نہ ملی تھی۔ درمیانہ سا طالب علم تھا۔ بس اللہ کا فضل تھا کہ وہ اس دور میں بھی کبھی بری صحبت کا شکار نہ ہوا تھا۔ کالج میں آکر اسے نمایاں ہونے کا شوق ہوا۔ مخلوط تعلیم میں بعض اوقات یوں بھی ہوا کرتا ہے۔ پھر ہم جیسے کچھ ٹیچرز کی نظروں میں آیا تو اس نے سوچا کہ اس عزت کو برقرار رکھنے کے لئے مجھے مزید پڑھنا چاہئے اور پھر یہ احساس اور غیر نمایاں ہونے کا خوف مزید بڑھتا ہوتا تھا امر تبیل کی طرح اسکی ساری شخصیت پر چھا گیا۔ یوں وہ دوپہر، سہ پہر، صبح غرضیکہ ہر خالی وقت میں پڑھائی کر چلا گیا اور یوں غیر محسوس طریقے سے دوستوں سے دور اور خشکی سے قریب ہو گیا اور ذرا سی مختلف بات ہو اور وہ طالب علموں سے بچ جائے۔ ہو نہیں سکتا۔

رہی سہی کراسکے پورا اور تنگ ہونے والے روم میٹس نے پوری کر دی۔ اس کے بارے میں ایسی بے سرو پا باتیں کیں کہ وہ ہر ایک کے ستم اور مذاق کا نشانہ بن گیا اور نوبت آخر کار کل کی مار کٹائی اور چاقو والے معاملے تک جا پہنچی۔

یہ سب باتیں کر کے ارشد خاصا پر سکون ہو گیا تھا، مجھے بھی لگ رہا تھا کہ ابھی ہوئی ڈور کا سرا میرے ہاتھ آ گیا ہے۔

ڈیڑی، لہجہ بہت بھاری ہے اس آج اپنے گھوڑے پر کھل جا رہا ہوں۔



دوبائیں

ایک شخص بہت زیادہ بیمار تھا اس کا دوست اس کی عبادت کے لئے آیا اور بولائیں تمہیں دیکھنے کے لئے ڈاکٹر کو بلا کر لے لیا گیا۔ کوہ بیمار شخص بولا کہ کوہ لاؤ گے تو ٹھیک ہے ڈاکٹر کو لاؤ گے تو دوبائیں ہوگی یا وہ مجھے گولیاں دے گا یا انجشن لگائے گا۔ گولیاں دے تو ٹھیک ہے انجشن لگائے تو دوبائیں ہوگی۔ یا تو میں ٹھیک ہو جاؤں گا یا پھر مر جاؤں گا ٹھیک ہو گیا تو ٹھیک ہے مر گیا تو دوبائیں ہوگی۔ یا تو مجھے دفن کر دیں گے یا پھر جنگل میں پھینک دیں گے۔ دفن کیا تو ٹھیک ہے جنگل میں پھینکا تو دوبائیں ہوگی یا تو مجھے جیل کو لے کھا جائیں گے یا پھر شیشے کے شرے لے کھا یا تو ٹھیک ہے جیل کو لے کھا یا تو دوبائیں ہوگی۔ وہ جو بڑیاں چھوڑیں گے یا تو وہ گل سڑ جائیں گی یا پھر فاسفورس بنائے والے لے جائیں گے۔ تو دوبائیں ہوگی۔ وہ میرا صابن بنا دیں گے جب میرا صابن بنائیں گے تو دوبائیں ہوگی۔ یا تو مجھ سے مرد نمائیں گے یا پھر عورتیں مرد نمائے تو ٹھیک ہے عورتیں نمائیں گی تو مجھے شرم آئے گی۔ فرقان جمیل لاہور

دیگ

ایک سیاسی جلسے میں ایک مقرر تقریر کر رہا تھا۔ ہمارے لیڈر اقبال صاحب پھل ہیں اور بہمن کی خوشبو اقبال صاحب سورج ہیں اور ہم سب ان کی کرنیں اسی طرح ایک دو مرتبہ کہا پیچھے سے ایک آدمی کو غصہ آیا کیونکہ وہ مسلسل یہی فقرے دہرا رہا تھا وہ آدمی کہنے لگا اقبال صاحب دیگ ہیں اور تم سب ان کے پیچھے۔ علی سفیان جمیل لاہور

شادی شدہ

ایک آدمی کی شادی اس عورت سے ہوئی جس کے چھ شوہر پہلے مر چکے تھے شوہر بیمار ہوا اور زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو عورت رو کر کہنے لگی مجھ کو کس کے سارے پھوڑے جاتے ہو۔

جواب دیا آٹھویں شوہر کے محمد حسین ندیم چغتائی (گوچر انوالہ)

”وجہ“

ایک بہت سیاہ رنگت والے شخص سے کسی نے اس کے کالے رنگ کی وجہ دریافت کی اس نے جواباً کچھ یوں شعر کہا کالا ہے رنگ میرا فرشتوں کی بھول سے اک مل بنا رہے تھے سیاہی الٹ گئی (عاصمہ ہٹ شیخوپورہ)

دو کوسے فضا میں اڑتے ہوئے ایف سولہ کو دیکھ رہے تھے جو پیچھے سرخ دھواں پھوڑتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

ایک کو احسرت سے بولا کاش! میں بھی اتنی تیزی سے رواز کر سکتا۔ دوسرا یہ سن کر بولا..... تم اس سے بھی زیادہ تیز رواز کر سکتے ہو اگر تمہاری دم میں بھی آگ لگادی جائے۔ قاسم چوہان لاہور

جناب وزیر صاحب

ایک وزیر صاحب کے دوست کو پٹرول پمپ الاٹ ہو گیا۔ انہوں نے وزیر صاحب سے فرمائش کی کہ اس کی رسم افتتاح کے موقع پر مہمان خصوصی بن جائیے اخباروں میں تصویریں آجائیں گی ٹی وی اور ریڈیو کو رنچ مل جائے گی۔ اور شہر میں میری واہ واہ ہو جائے گی۔ وزیر صاحب نے حامی بھری مقررہ وقت پھر پہنچے بار پہنچا فیتا کاٹا تالیاں سنیں تصویریں کھینچو آئیں اور پھر پٹرول پمپ کے مالک کو ایک طرف لے گئے اور بڑے راز دارانہ انداز میں کہا اچھا بھئی اللہ تمہیں یہ کاروبار مبارک کرے یہ تو بہتاؤ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ اس جگہ پر پٹرول موجود ہے۔

عاصم چوہان لاہور

اس سے بہتر ہے

کسی رسالے کے ایڈیٹر ایک مرتبہ نہیں گر پڑے کسی شخص نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے انہیں سر سے نکالا ایڈیٹر صاحبان صاحب کے بہت ممنون تھے۔ انہوں نے سے بتایا کہ میں ایک رسالے کا ایڈیٹر ہوں اگر میں تمہاری کوئی خدمت کر سکتا ہوں تو فرمائیے اس آدمی نے اپنی جیب سے فوراً ایک کاغذ نکالا اور دیتے ہوئے کہا یہ میری غزل چھاپ دیجئے ایڈیٹر صاحب بے چارے ہمارے ایڈیٹر بھی اسی طرح شعروں سے چرتے تھے فوراً بولے بھائی اس بہتر ہے آپ مجھے واپس نہیں پھینک دیں۔ شائستہ خان (دیبا پور اوکاڑہ)

اکبر بادشاہ کے دور میں کسی امیر شخص نے اپنے نئے مکان کی تعمیر کی خوشی میں ملا دو بیازہ اور بیربل کو کھانے پر مدعو کیا۔ مکان دکھانے کے بعد رائے مانگی تو بیربل بولا ایک بات کھٹکتی ہے کہ مکان کے دروازے چھوٹے ہیں۔ اگر مکان میں کسی کا انتقال ہو گیا تو جنازہ باہر کیسے نکلے گا؟۔ یہ سن کر میرزاں کو دکھ ہوا اس نے جب ملا دو بیازہ کی طرف دیکھا تو وہ بولے..... بیربل کی باتوں پر نہ جاؤ وہ تو یہ خوف ہے تمہارے مکان کے دروازے تو ماشاء اللہ اتنے بڑے ہیں کہ پورے خاندان کا جنازہ آسانی سے باہر نکل سکتا ہے۔

(حکمتہ خالد..... رائے وند)



ہوشیار

دو گین اسٹینڈ پر چند مسافر وگین کے انتظار میں بڑی دیر سے کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک فوجی بھی تھا۔ جب دور سے وگین آتی دکھائی دی تو ایک آدمی نے زور سے کہا ”ہوشیار“ فوجی ہوشیار پوزیشن میں کھڑا ہو گیا۔ باقی لوگ وگین میں سوار ہو گئے اور فوجی اسی طرح کھڑا رہا۔ تو ایک آدمی نے کہا کہ جناب وگین تو چلی گئی آپ کیوں اکڑے کھڑے ہیں۔ ”مجھے ہوشیار“ مار گئی کسی نے کوٹیک مارچ کا کہا یہ نہیں فوجی جوان نے جواب دیا۔ جہانزیب وارثی لاہور



امتحان کا زمانہ

استاد شاگرد سے کوئی شعر سناؤ شاگرد!

جگر کا خون چوس لیتا ہے امتحان کا زمانہ کبھی ششہائی، کبھی نوبائی، کبھی سالانہ سکیم احمد (ضلع شیخوپورہ)

سمجھداری

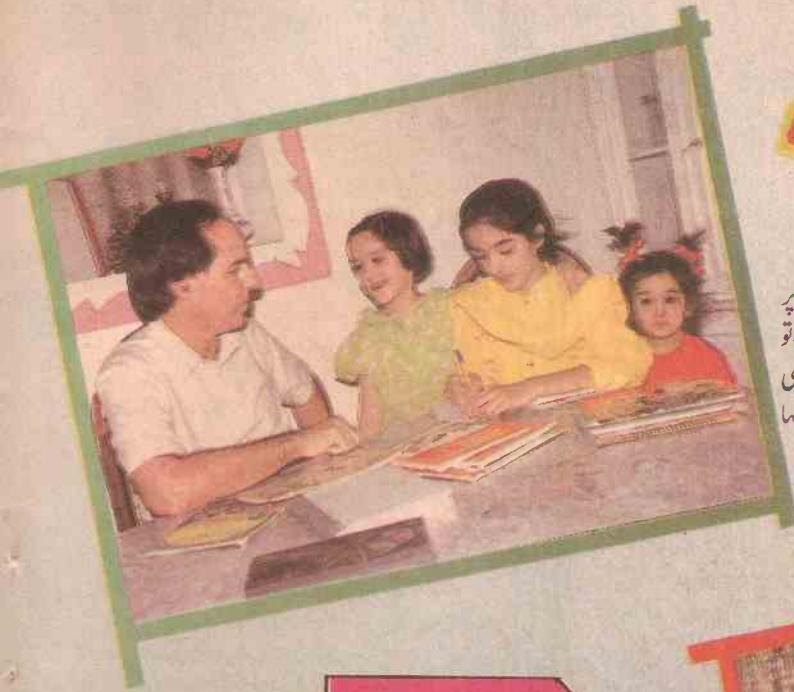
ایک انٹر لائن اپنی فلائٹ کے مسافروں میں چوہم تقسیم کرتی تھی۔ چوہم کے ٹکٹ پر یہ لکھا ہوتا کہ ”غیارہ چلنے اور اترنے کے وقت اپنے کالوں کو انجن کے شور سے محفوظ رکھنے کیلئے اسے استعمال کیجئے“ ایک مرتبہ دوران پرواز ایک خانوں نے ایئر ہوسٹس کو اپنے پاس بلایا اور کہا ”پلیز اس چوہم کو میرے کالوں سے نکالیں مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے“ (ارم عاشقی شاہور)



نور

وقت نہیں ہے

تصویر نمبر 1۔ بے بی جنت اپنی بڑی بہن کائنات سے اپنا ہوم ورک کروا رہی تھی۔ کہ اوپر سے اس کے ابو بھی آگئے انہیں جب پتہ چلا کہ جنت اپنی باقی سے اپنا ہوم ورک کروا رہی ہے تو وہ سخت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر وہ بہن سے اپنا ہوم ورک کروائے گی تو پھر وہ یہ بھی چاہے گی کہ بڑی بہن اس کی جگہ امتحان بھی دے آئے۔ بے بی جنت کے ابو نے اسے یہ بھی کہا کہ اگر اسے کوئی چیز پوچھنا ہے تو وہ ان سے پوچھ لیا کرے۔



والدین کی حیثیت سے یہ ان کا فرض تھا
دونوں بچیاں حیرت سے امی ابو کو دیکھ رہی تھیں
اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا اچھی عادت ہے



تصویر نمبر 2۔ معصوم جنت نے اگلے ہی روز ابو کی ہدایت پر خود ہی اپنا ہوم ورک شروع کر دیا ایک روز پڑھائی کے سلسلے میں جب اسے ابو کی ضرورت محسوس ہوئی تو وہ کتاب اٹھا کر ان کے پاس چلی آئی مگر اس وقت ٹیلی ویژن پر ابو کی پسند کا پروگرام چل رہا تھا۔ جنت نے جب انہیں ڈسٹرب کیا تو ان کا موڈ خراب ہو گیا اور وہ کہنے لگے۔ بیٹی میرے پاس وقت نہیں ہے جو پوچھنا ہے اپنی امی سے پوچھ لو۔

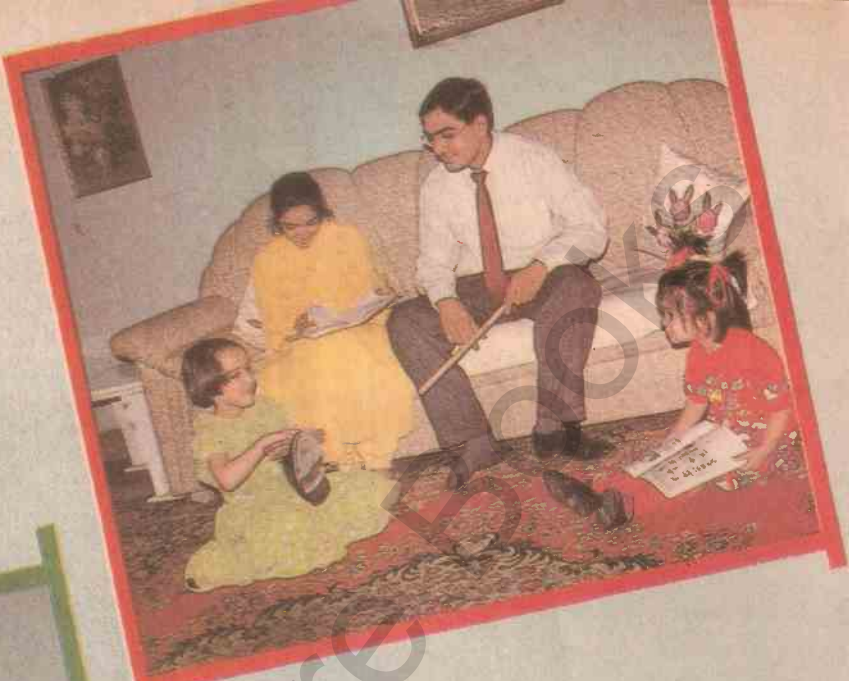


تصویر نمبر 3۔ جنت بیچاری کتاب لیکرامی کے پاس چلی آئی مگر وہ کچھن میں مصروف تھیں۔ انہوں نے جنت سے کہا کہ وہ اپنے ابو سے مدد لے کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ منہ جنت تو اب بہت مایوس ہوئی چنانچہ رات کے کھانے پر جب امی ابو اور سب بچے اکٹھے ہوئے تو وہاں بے بی جنت نے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ اس موقع پر جنت کے امی ابو ایک دوسرے سے بحث کرنے لگے اور بچوں کی پڑھائی کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے لگے ادھر دونوں بچیاں حیرت سے امی ابو کو دیکھ رہی تھیں کہ کیا کر رہے ہیں۔

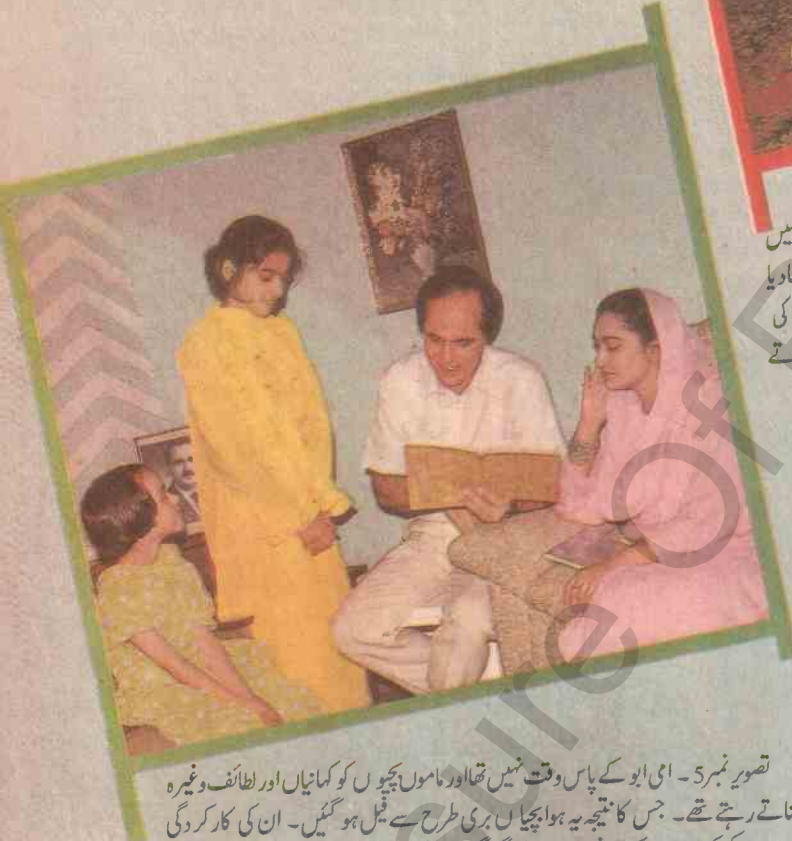
تحریر و ہدایات ندیم ایل
رنگین عکاسی سید اختر علی

اداکار

اسماء، انعم، عائشہ، شاہد و باب، نسیم، ڈار اور شاہدہ نسیم



تصویر نمبر 4۔ چونکہ کائنات اور جنت کے امی ابو کے پاس انہیں پڑھانے کیلئے وقت نہیں تھا اس لئے انہوں نے بچوں کو ان کے ماموں کے حوالے کر دیا کہ وہ انہیں تھوڑا بہت پڑھا دیا کریں۔ ماموں کی چونکہ بچوں سے خاصی بے تکلفی تھی اسی لئے وہ انہیں کتابیں پڑھانے کی بجائے جنوں پر یوں کی کہانیاں سناتے رہتے۔ یا پھر بچوں سے ذاتی کام لیتے رہتے جیسے جوتے پالش کروانا وغیرہ وغیرہ



تصویر نمبر 5۔ امی ابو کے پاس وقت نہیں تھا اور ماموں بچوں کو کہانیاں اور لطائف وغیرہ سناتے رہتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا بچیاں بری طرح سے ٹیل ہو گئیں۔ ان کی کارکردگی رپورٹ دیکھ کر امی ابو کے ہوش ٹھکانے آ گئے مگر اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا رہے تھے۔ دونوں بچیاں الگ پریشان کھڑی یہ شوچ رہی تھیں کہ آخر ان کے امی ابو کے پاس انہیں پڑھانے کے لئے وقت کیوں نہیں ہے۔



تصویر نمبر 6۔ بالآخر کافی سوچ بچار کے بعد کائنات اور بے بی

جنت کے امی ابو اس نتیجہ پر پہنچے کہ غلطی واقعی ان کی اپنی تھی والدین کی حیثیت سے یہ ان کا فرض تھا کہ وہ اپنے کاموں سے وقت نکال کر بچوں کی پڑھائی پر توجہ دیتے۔ بہر حال اس روز کے بعد وہ اپنی بچوں کو خود پڑھاتے ہیں۔ کائنات کو پڑھانے کی ذمہ داری امی نے لے لی ہے۔ اور بے بی جنت کو پڑھانے کی ذمہ داری ابو کی ہے۔ اب انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ان کے پاس وقت نہیں ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ بچیاں

بری طرح ٹیل ہو گئیں

○ سن آباد سے نامبر سعید نے ایڈیٹری ایک دن کی کا پھوچا۔
ہم نے کہا کہ جنوری 95 تک بلنگ ہے۔ اس کے بعد پوچھیں گے۔
○ راج گڑھ لاہور سے کاشف ریاض، راجہ لاہور کینٹ سے ذرا
اچھا اور علامہ اقبال ٹاؤن سے عائشہ نے پوچھا سالانہ کب آ رہا ہے۔ ہم
نے بتایا کہ اشعار اللہ اکتوبر 94 میں۔ عائشہ نے روشنی کا سفر کرنے کا
کہا۔ ہم نے فوراً بات مان لی۔

○ تربت بلوچستان سے عبدالحفیظ بلوچ کا فون آیا صرف سلام دعا
ہوئی کہ لاٹن کٹ گئی اور دوبارہ نہیں تھی۔

○ کلفٹن کا فون سے عرشہ نے کمرے کی آنکھ سے میں نئی نئی
تصاویر کی تعریف کی اور شعیب انور نے معذہ کامیابی۔ بس پاک کا فون
کے محمد فاروق گل نے سارے پھول کو پسند کیا۔

○ عائشہ ایوب نے ہمارے ذاتی انٹرویو کی فرمائش کی اور شاباش مانی
کہ اپنی بڑی بہن کو ایڈیٹری کی خواہش اور فرمائش سے روکا ہو۔
سوڈی وال کی حنا زمان نے اپنا نام چھاپنے کا کہنا تو ان کے بھائی بولے میرا
نام معراج ہے اور بہن کا بھائی ہوں۔ میرا نام بھی چھاپیں۔

○ لاہور سے اسماء صادق کافے سے خزانہ ملا۔ (شکر ہے ہم نے
نہیں سنا) انہیں پھول بڑا مقبول میں بھائی ریاض جاوید کی بات بہت بری لگی
تھی۔ کتنے لکھیں دنیا میں اگر الدین کا چراغ نہیں ہو تو وہ سب سے پہلے
اسے ہی غائب کر دیں گی۔ تاکہ ایڈیٹر بھی محفوظ رہ سکیں۔ انہوں نے

فرحان امتیاز عثمان، سفیان، عائشہ اور فاطمہ کے نام بھی
لکھوائے۔ (اسماء! امید ہے اب غصہ ختم ہو گیا ہو گا)

○ اسلام آباد سے زہیر احمد راجہ نے کر کے کہا کہ صفحہ چاہیے کا
ایک جملہ نہیں ملا (ہم نے لا حول ولا یزہا اور صفحہ بتا دیا) اسی گھر سے

حشام راجہ، حسن افتخار، محمد سیح اور نمرین نے بھی بات کی جبکہ لالہ زار
راولپنڈی سے راجہ امتیاز حسین نے فون ملتے ہی وارننگ دے دی کہ کہانی
چھاپ دیں ورنہ بہت غصہ میں ہوں۔ ہم نے کہا بھیا آپ غصہ انا
ہی لیں یوں حرام چیز کو اپنے اوپر مسلط کیا ہوا ہے۔ جب انہیں یہ چل گیا
کہ ابھی سینکڑوں کہانیاں اپنی باری کے انتظار میں ہیں تو ذرا مضبوطی
گئے۔

○ ملتان سے اس دفعہ بھی عائشہ نے دو تین دفعہ فون کیا مگر ان کی

چھوٹے بچوں کے لئے ہیں اور آپ ٹھہریں چوتھی کلاس کی طالبہ۔ یہ
الگ بات ہے کہ یہ بچہ کلاس سکول کی نہیں کالج کی ہے۔ اس پر وہ
عائیانہ مسکرائیں اور خدا حافظ کہہ کے یہ جاوہ جا۔
○ فیصل آباد سے عمراء بونس نے دعا کے لئے کہا کہ انہیں پانچویں
میں وظیفہ مل جائے۔ ہم نے دعا کے بعد سوچا سبحان اللہ کیا بات ہے۔



ہمارے اقوال کے بعد اب دعائیں اور دم درو بھی مقبول ہو رہے ہیں۔
کوئی دن جانا ہے پیر سیاحی کی طرح ہم بھی پھول کے صفحات پر دم کی
چھوٹیں مار کر بھجوا کر کریں گے۔

○ رائے ونڈ سے غفت خالداور شگفتہ خالد نے حالی اور غالب کے
انٹرویو کی فرمائش کی۔ ہم نے گزارش کی کہ ان بیچاروں کی قسمت میں
پھول میں انٹرویو چھپنا نہیں لکھا تھا۔ اسی لئے مولانا نے انہیں اپنے پاس

”میں پھول میں ایک چیز بھجوا رہا ہوں“
فیصل آباد (باگے والا) کے خلیل الرحمن کی یہ بات سن کر ہم نے
پوچھا ”یہ دھمکی ہے یا اطلاع“۔ وہ بولے ”میں جی دھمکی تو نہیں ارادہ
ہے“۔ ”کافے کا“ ہم نے وضاحت چاہی۔

”وہ جی ایک غزل کے چند اشعار ہوئے ہیں“ وہ شرابا کر یا ممکن ہے جا
کر بولے۔ ”اچھا! حیرت ہے“۔ ہم بے ساختہ کہہ اٹھے عرض کیا
ہے۔

پاؤں میں رکاب میں نہ ہاتھوں میں لکام
ہوتا ہے شاہ حصار زمین بوس دیکھنا
”لا حول ولا“۔ یہ شعر کس کا ہے۔ ”میرا ذاتی ہے جی“۔ ابھی
کل ہی بتایا ہے۔ وہ بولے یوں ہے جیسے باورچی خانے میں کسی رسالے سے
دیکھ کر دوش تیار کی جاتی ہے۔

”بھائی میرے! اگر یہ شعر ہے تو کس بارے میں ہے۔“
”جی بس شعر ہے۔ میری غزل میں ایسے کئی اشعار ہیں۔ آپ کو بھجوا
رہا ہوں۔ سارے ہی دیکھ لیں۔“

ٹھہریں قبل ٹھہریں! صبر کی بریک استعمال کریں اور یہ غزل مجھے روانہ
کرنے سے پرہیز کریں۔ اگر یہ شعر ہے تو پھر میں بالکل جائز طور پر نئی
شاعری سے خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور آپ ایک احسان یہ کریں کہ
براہ کرام اس شعر کو تو فوراً فیصل آباد سے جلا وطنی کا پیغام دیں اور باقی
اشعار بھی نبھال لیں کسی کو سنانا اور دکھانے پر اگر جو حالات خراب ہو
گئے تو پھر نہ کہنے کا ایڈیٹر بھیا نے بروقت بتایا نہیں تھا۔

ویسے اصل شاعر کا مصرع ہے ”نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے
رکاب میں“

انہوں نے وعدہ تو کر لیا تھا۔ آگے ان کی مرضی اور مرضی سے زیادہ
قسمت۔ اب اگر کوئی اپنی قسمت سے ہی تعاون نہ کرے تو ہم اور آپ
بھلا کیا کر سکتے ہیں۔

□ سید عثمان نے کامران بلاک لاہور سے کیا چٹھی میں پڑھتا ہوں
اور کھر میں سب سے چھوٹا ہوں۔ ہم نے اس اطلاع پر شکر یہ ادا کیا تو وہ
بولے مجھے بیڈ نام اور تلاش بھی بہت پسند ہے۔ دوبارہ شکر یہ بولیں۔

○ اوہ بولے جی دھمکی نہیں ارادہ ہے ○ براہ کرام یہ غزل مجھے ارسال کرنے سے پرہیز کریں ○ کیا پیر سیاحی کی طرح ہم بھی پھول پہ پھولیں مارا کریں گے
○ اس پر وہ عائیانہ مسکرائیں اور یہ جاوہ جا ○ فرمائش تو وہ کرتا ہے جس کے پاس وہ چیز نہ ہو ○ شکر ہے حالی اور غالب کی وفات کی خبر جلد ہی پہنچ گئی ورنہ.....

قیمت کہ ہم نہ مل سکے۔ مبین صاحبہ بات ہوئی اپنی بھانجی کی پیدائش
پر بہت خوش تھیں اور اپنی خوشی ہم سے شیئر کرنا چاہ رہی تھیں۔ (شکر یہ
عائشہ کہ آپ آٹھ دفتوں میں بھی یاد رکھتی ہیں اور مونی سی بھانجی کیلئے
ڈھیروں دعائیں)

○ صاحبہ حنا نے گلہ کیا کہ کافی عرصہ پہلے آپ نے میرا نام غلط
چھاپ دیا تھا، میں صاحبہ آپ اور آپ کی بہن مرنی کے بالکل
درست نام نہ تھیں۔

○ فیصل آباد سے اسد مسعود اور بلال مسعود نے نئے کارٹونز کا
بطور خاص شکر یہ ادا کیا اور اپنے ماموں کا نام لکھوا یا جو کہ محمد اکرم ہے۔
عائشہ اسلم، افشاں اسلم، عبدالرب زاہر، رابعہ اطہر، سعد بن صادق،
موش، مدیحہ ناصر، شبنم حبیب علی، فرزاد نکول، نوید، سعیدہ زینب،
عرشہ نقوی، جملہ خان، شکیل مقبول، فاطمہ سید درخشانی، نعیم
احمد، ریاض جاوید، فرخ اور شہزاد احمد نے لاہور سے فون کر کے پھول کی
پسندیدگی کا اظہار کیا۔ (ساتھیو! اسے کوئی گل نہ ہوئی۔ ذرا تنقید
شنید دی۔)

جلدی بلا لیا۔ وہ تو شکر کریں ہم تک یہ خبر ادا ہوا دھڑے پہنچ گئی۔ ورنہ
ممکن ہے ہم پھول دوست کو ان کی تلاش میں بجوا ہی دیتے اور نتیجے کے
طور پر پھول دوست سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتے۔

○ کراچی سے زہرہ سجاد نے فون کیا۔ یہ حبیب گرو سکول میں
پڑھتی ہیں۔ گلیاں کی بے حد فین ہیں۔ بتا رہی تھیں کہ ترکیب کو
کامیابی سے آزما اور کھانچیں ہیں۔ (ترکیب نہیں ترکیب سے بہتے ہوئے
کھانے مراد ہیں)۔ ان کی بہن سارہ سجاد اور بھائی زہیر سجاد نے بھی بہن
کی تائید کی اور ڈشوں کی تعریف کی۔

○ خضندار بلوچستان سے جنت شیر نے پھول کی پسندیدگی کے اظہار
کے لئے فون کیا۔ شکر یہ جنت.....

○ میں شلیل مقبول بول رہا ہوں۔ ”بیٹے کہاں سے“۔ ہم نے
پوچھا۔ جی اسے ذاتی گھر سے۔ پھر انہوں نے بتایا کہ وہ سن پورہ سے پھر
ایک لطیفہ سنایا کہ ایک بچہ اور اس کا والد سائیکل پر چارہ تھے کہ سائیکل
پھوک نکل گئی۔ پھوک کھانچ لگی۔ ہماری جی پھوٹ گئی۔ وہ بھی
ہنس دیئے۔ اور لطیفہ وہیں رہ گیا۔

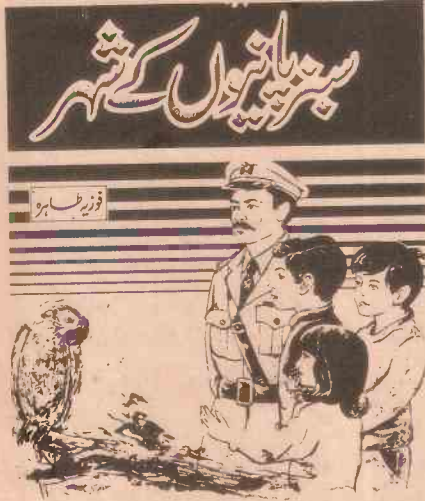
آپ ہی بتائیے اب میں بولوں کہ نہ بولوں.....
○ منصورہ لاہور سے محمد فیصل رفیق مغل نے کہا کہ آپ سے بات
کرنے کے لئے برا انتظار کرنا پڑا ہے۔ ہم نے پوچھا انتظار یہ اعتراف ہے
یا ہم سے بات کے لئے انتظار..... اس پر وہ خاموش رہے اور بولے تو یہ
بولے کہ اب کیا کہوں؟ ”کوئی فرمائش کر دیں“۔ ہم نے لقمہ دیا
”فرمائش تو وہ کرتا ہے جس کے پاس وہ چیز نہ ہو!“ ان کی یہ بات سن کر
ہمارا احوال ٹوٹ چکا تھا کہ انہوں نے بات مکمل کی۔ ”اور میرے پاس
تو پھول ہے۔ جس میں سب کچھ ہے“۔ دل واپس اپنی جگہ پر آ گیا.....
اسے آٹائی چاہئے تھا.....

○ گارڈن ٹاؤن سے شاملاہ اور عمران رسول نے انیلا حفیظ کی
ایڈیٹری سے زیادہ تصویر پر اعتراض کیا کہ لگتا ہے اگلے روز ہچکے خوف
میں مبتلا ہیں۔

○ در شہوار نے رحیم یار خان سے فون کیا۔ انہیں کارٹون دیکھنا پسند
نہیں ہیں۔ ہم نے جوابی مشورہ دیا یہ کون سے نصاب میں شامل ہیں۔
مت دیکھا کریں۔ باقی پورا رسالہ تو آپ کو پسند ہے؟ پھر کارٹون تو



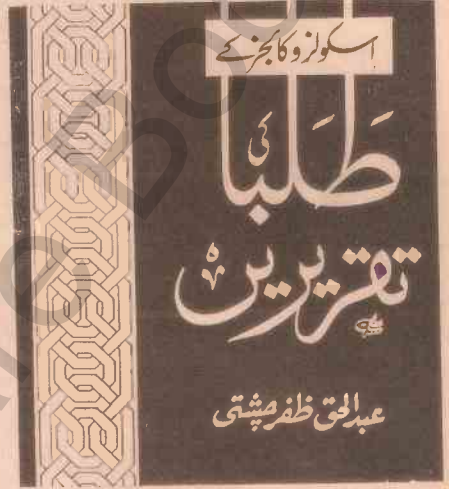
☆..... پھول دوست کے قلم سے



کتاب کا نام = سیر پانیوں کے شہر
مصنف = فوزیہ طاہرہ
ناشر = فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ
قیمت = 40 روپے



کتاب کا نام = مسکراتے پھول
مصنف = پروفیسر منیر علی خان
ناشر = اسلامک بک کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ
قیمت = 15 روپے



ناشر، کرم پبلی کیشنز، مصطفیٰ آباد لاہور

کتاب کا نام = طالبی تقریریں
مصنف = عبدالحق ظفر مشقی
ناشر = کرم پبلی کیشنز، مصطفیٰ آباد لاہور
قیمت = 50 روپے

3..... سفر نامہ اگر دلچسپ ہو تو یوں لگتا ہے جیسے قاری مصنف کے محسوسات کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے۔ بچوں کے لئے سفر نامہ لکھنا اکثر مشکل سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں تفریح اور معلومات کے ساتھ کسی سبق کا اخذ کرنا ایک مشکل عمل ہوتا ہے۔ بچوں کے ادب میں بہت زیادہ ادیبوں نے اہم سفر نامے لکھنے کے بارے میں شائد نہیں سوچا ”سیر پانیوں کے شہر“ فوزیہ طاہرہ کا ایک رنگ خوبصورت دلچسپ، معلوماتی اور سبق آموز سفر نامہ ہے۔ اس سفر نامے میں انہوں نے نہ صرف ملائیشیا کی خوبصورت سر زمین کے بارے میں بتایا ہے بلکہ بچوں کی دلچسپی کو مد نظر رکھتے ہوئے شروع میں ہی سپینس پیدا کر دیا ہے۔

اس سفر نامے میں انہوں نے ملائیشیا کی خوبصورت سیر گاہوں کا محل وقوع اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھتے ہوئے ہم خود کو بھی وہیں محسوس کرتے ہیں۔ سفر نامے کو رنگ رنگ تصاویر سے بھی مزین کیا گیا ہے

پورے سفر نامے میں اتنی روانی ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک کہیں بھی بوریت کا احساس نہیں ہوتا۔ مصنفہ کی یہ کاوش بچوں کے گئے چنے سفر ناموں میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔

2..... بچوں کے ادب میں شاعری کو اہم مقام حاصل ہے۔ بہت سے بچے نثر کی بجائے شاعری کو اس لئے زیادہ پسند کرتے ہیں کہ اس میں پوری ایک کہانی چھپی ہوتی ہے اور کسی بھی بات یا واقعے کو آسان، مختصر اور منظم طریقے سے بڑھنے کا اپنا ہی ایک لطف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شعراء نے بھی وقت نکال کر خاص طور پر بچوں کیلئے شاعری کی ہے۔ ان میں ایک پروفیسر عنایت علی خاں بھی ہیں۔ پروفیسر صاحب اردو شاعری میں ایک جانی پہچانی شخصیت مانے جاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کی 27 خوبصورت اور رنگ رنگ نظموں کا مجموعہ ہے۔ ان نظموں میں دینی، اصلاحی، ملی موضوعات کے علاوہ روز مرہ احساسات اور اخلاقیات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

کتاب کو جاذب نظر بنانے کے لئے ہر نظم کے ساتھ رنگین تصویر بھی دی گئی ہے یوں ساری کتاب سادگی، رنگینی اور خوبصورتی کا دلکش امتزاج لئے ہوئے ہے بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی اس کتاب سے محفوظ ہو سکتے ہیں۔

1..... گو کہ تقریر کا فن قدرتی اور خدا داد ہوتا ہے لیکن اگر مواد اور طریقہ ادائیگی پر تھوڑی سی توجہ دے لی جائے تو واقعی ایسا سماں بندھ جاتا ہے کہ مقرر بولتا رہے اور سامعین مبسوت بیٹھے سنتے رہیں۔ زیر نظر کتاب سکول اور کالج کے طلباء کی ذہنی اور علمی استعداد کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ متنوع موضوعات سے قبل تقریر کے فن بارے میں حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

ادائیگی کے بارے میں ان چیدہ چیدہ باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو اکثر اوقات سامعین اور مصنفین کی خاص توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ یہ کتاب خاص طور پر ان طلباء کے لئے تیار کی گئی ہے جنہیں تقریر کا جنوں کی حد تک شوق تو ہوتا ہے مگر مناسب رہنمائی کی عدم موجودگی میں دبا رہتا ہے۔ اس کتاب کے مصنف عبدالحق ظفر چشتی درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں اور گزشتہ کئی سالوں سے فن تقریر میں طلباء کی عملی رہنمائی کرتے آ رہے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں مختلف النوع عام اور خاص موضوعات پر اپنی تحریر کردہ 64 تقریریں بھی دی ہیں جو دور ان تعلیم طلباء کے علاوہ عام زندگی میں اکثر لوگوں کے کام آ سکتی ہیں۔



کلیاں



پیارے ساتھیو! میں بھی آپ کی طرح پھول کی پرانی دل دادہ ہوں اور یہ آپ کی ہماری دوستی کا کتنا پیارا واسطہ ہے۔ آپ بھی سوچ رہے ہوں گے بھلا کیا بات ہوئی اپنا تعارف کروایا نہیں اور باتیں کرنا شروع کر دیں۔ تعارف میں کوئی دیر لگتی ہے۔ نام میرا حمیرا خان ہے۔ حال ہی میں نے ایف اے کیا ہے اور آجکل آپ کے پسندیدہ کالم کو سنوار رہی ہوں۔ اسی حوالے سے آپ سے یہ کہنا ہے کہ ترکیب یا ٹونک اے می سے پوچھ کر لکھیں گے۔ سب سے بڑھ کر ہمیشہ صاف صاف لکھیں۔ کتنا اچھا ہے کہ ہر ترکیب اور ٹونک دنیا ہو۔ بار

بار پڑھی ہوئی چیزوں کا مزہ نہیں آتا۔ آپ نے ایک سے زائد صفحات لکھے ہوں تو ان کو پین اپ ضرور کیا کریں ورنہ گم ہو جاتے ہیں یہ تو آپ کو پتہ ہی ہے کہ صفحے کی ایک جانب لکھنا ہے نام اور مکمل پتہ لکھنا ہے۔ کچھ پھول ساتھی ایسے بھی ہیں جو پھول سے ہی ترکیبیں لے لے کر ہمیں بھجوا دیتے ہیں۔ بری بات آپ کا ہی نہیں ہمارا بھی وقت ضائع ہوتا ہے۔ نئی چیز بھیجیں گے تو ہمیں چھاپے اور آپ کو پکانے اور پھر کھانے کا زیادہ مزہ آئے گا۔ آپ کی دوست حمیرا خان۔

شامل کر لیجئے۔ اور پھر دوسرے فرائی پین میں ایک بڑا چمچ گھی گرم کر لیجئے۔ اور یہ آمیزہ ڈال دیں اور پھر تھوڑی دیر تک پکا لیجئے گرم چائیز آلیٹ تیار ہے صبح کے ناشتے میں استعمال کیجئے۔
(کرن کرنٹی منظر گڑھ)

آلو بخارے کا شربت

اشیا: آلو بخارا..... آٹھ چھٹانک
گلاب کا عرق..... ایک گلو
دائے دار چینی..... آٹھ چھٹانک
ترکیب آلو بخاروں کو دھو کر صاف کر لیں اور پھر کافی دیر تک آدھا سیر آلو بخاروں کو آدھا سیر ہی گلاب کے عرق کے ساتھ پکا کر گاڑا سا بنالیں۔ اس کے بعد آدھا سیر گلاب کا عرق گرم کر لیں۔ اور اس کے اندر دائے دار آدھا سیر چینی ملا دیں۔ آلو بخارے کے سارے مکچر کو اس میں ملا دیں اور آہستہ آہستہ پکاتے جائیں۔ آخر میں شربت کی شکل میں آجائے تو اس کے بعد آگ پر سے اتار لیں۔ اور پھر ٹھنڈا ہونے کی شکل میں بوتلوں میں بھر لیں۔ شربت تیار ہے۔
صائمہ شمس شیخ پورہ

بھگوئیں اور صبح کو تو پھر شام بھگو دیں۔ آدھا سیر خوبانی میں سیر بھر پانی ڈال کر پوٹے پر چڑھا دیں۔ جب خوبانی گل جائے تو نیچے اتار کر کٹھنٹی نکال دیں اور پھر سے چڑھا دیں۔ اور اس میں ڈیڑھ پاؤ چینی ڈال کر چمچ چلانا شروع کر دیں۔ اس وقت تک پکائی رہیں کہ جب تک وہ خوب گاڑھی نہ ہو جائے۔ اب اسے اتار لیں اور ٹھنڈا ہونے دیں ایک دوسری دیکھی میں دودھ میں کسٹرڈ پاؤڈر ملا کر کسٹرڈ تیار کریں۔ جب کسٹرڈ خوب گاڑھا ہو جائے تو اتار کر ٹھنڈا کریں۔ اب کسی بھی ڈش میں ایک تہہ کسٹرڈ ڈالیں پھر ایک تہہ تیار شدہ خوبانی ڈالیں۔ اسی طرح ذلتی جائیں آخر میں کسٹرڈ کی تہہ ڈالیں۔ اور فرج میں ٹھنڈا ہونے کے لئے رکھ دیں۔ جب ٹھنڈا ہو جائے تو تازہ کریم خوب پھیٹ کر اوپر ڈالیں اور پھر پستہ وغیرہ سے سجائیں (انکو لڈیز منفرد ڈش کھائیں اور ہمیں یاد کریں۔
(شائلہ غفتر خاں غافہ ڈوگراں)

چائیز آلیٹ

اشیا:
مرغی یا چھلی کا گوشت: ایک پاؤ
انڈے..... تین عدد
دودھ..... چھ اولس
ہری پیاز..... ایک عدد (کٹی ہوئی)
اجینو موتو..... ایک بڑا چمچ
نمک..... حسب ذائقہ
کالی مرچ..... آدھ چمچ پیسی ہوئی

ترکیب: ایک فرائی پین میں ایک بڑا چمچ سٹی ڈال کر اس میں گوشت (چھوٹے قتلوں کی صورت میں) فرائی کر لیں۔ جب گوشت کا پانی خشک ہو جائے تو کٹی ہوئی پیاز ڈال دیں اور نمک بھی حسب ذائقہ شامل کر لیجئے۔ ان اشیاء کو فرائی ہونے دیں دوسرے برتن میں انڈے پھینٹ لیں اور اس میں دودھ، اجینو موتو، نمک کالی مرچیں مکس کر لیں۔ پھر فرائی شدہ گوشت اور پیاز بھی اسی آمیزے میں

فرائی کر کے اس میں سویا ساس اور کالی مرچ ملائیں اور سبزیاں ڈال کر ایک بار پھر فرائی کریں۔ اب اس میں 2 اولس رخان کارن فلور اور شور بہ شامل کر لیں۔ نہایت خوش ذائقہ بیف سبزی تیار ہے۔ اسے چاولوں کے ساتھ پیش کریں۔
(افشاں تیویر پور ماتیلو)

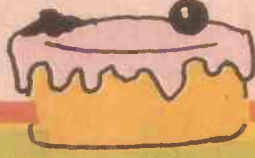
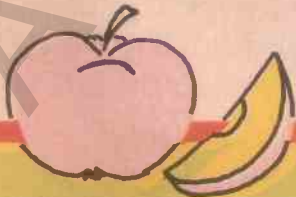
سوکھی خوبانی کی ڈش

اشیا:
دودھ..... ایک سیر
خوبانی..... آدھا سیر
چینی..... آدھا سیر
کسٹرڈ پاؤڈر..... چار بڑے چمچ
کریم تازہ..... آٹھ اولس
ترکیب: خوبانی پکانے سے ایک دن پہلے بھگو دیں اگر شام کو ڈش تیار کرنا ہو تو صبح کو

بیف سبزیوں کے ساتھ

اشیا گائے کا گوشت..... ایک گلو
دہلی نمک..... ایک چمچ
سبز پیاز..... ڈیڑھ گلو گرام
سویا ساس..... آدھا کپ
شالیم..... آدھا کلو گرام
کالی مرچ..... آدھا چھوٹا چمچ
گاجر..... آدھا کلو گرام
رخان کارن فلور..... 2 اولس
شملہ مرچ..... 1/4 کلو
چائیز سائٹ..... آدھا چھوٹا چمچ

ترکیب! گوشت کو چائیز سائٹ اور دہلی نمک کے ساتھ 1 گلاس پانی میں اس حد تک ابالیں کہ گوشت گل جائے اور تھوڑا سا پانی رہ جائے۔ گاجریں اور شالیم بھی پانی میں ابالیں پھر گوشت کو ہلکا سا



چاکلیٹ کیک (بغیر اون کے)

اشیاء:

دودھ تین پاؤ

کریم تھوڑی سی

مکھن یا گھی..... تھوڑا سا

جام..... دو چمچے

خشک میوہ..... حسب ضرورت

انڈے..... چار عدد

چینی..... ایک کپ

نمک..... حسب ضرورت

چاکلیٹ پاؤڈر یا کوکو پاؤڈر..... چھ کھانے کے چمچے

ترکیب: سب سے پہلے چاروں انڈوں کی سفیدی الگ کر کے اس میں چینی اور نمک ڈال کر پھیٹ لیں۔ جب چینی اچھی طرح مکس ہو جائے تو تین زردیاں اس میں ڈال دیں۔ اور پھینٹیں اب اس میں مکھن اور نمک ڈال دیں۔ اس آمیزے میں کوکو پاؤڈر ڈالیں اور مکس کریں۔ ایک برتن میں پانی ابال کر کسی خوبصورت سانچے میں اس آمیزے کو ڈال کر ابلتے پانی میں رکھ دیں۔ چمچ چلاتی رہیں۔ ساتھ ساتھ دودھ بھی ڈالیں جب تھوڑا گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں۔ ٹھنڈا ہونے کے لئے فریئر میں رکھ دیں۔ جب اچھی طرح فریز ہو جائے تو اس کو احتیاط سے نکال لیں اور ایک پلیٹ میں رکھیں اب چوتھی زردی گھی میں فرائی کر کے اس کے درمیان میں رکھیں۔ آگے پیچھے خشک میوہ جات ترتیب سے لگائیں کریم میں تھوڑا نمک ڈال کر ایک نرم پلاسٹک کی بوتل میں ڈالیں اور کیک پر ڈیزائن بنائیں۔ ڈیزائن کناروں سے شروع کریں لیجئے مزیدار کیک تیار ہے۔

(شرین امجد رائٹر کوٹی)

گھریلو ٹولے

1۔ اگر شیشے کے گلاس میں گرم دودھ یا گرم پانی ڈالتے وقت اس میں دھات کا چمچ رکھ دیں تو گلاس نہیں پختے گا۔

2۔ ریشی کپڑوں کے داغ ابلے ہوئے آلووں کے پانی سے صاف ہو جاتے ہیں

3۔ انڈے اہلے وقت پانی میں تھوڑا سا نمک ڈالنے سے انڈوں کے چھلکے جلدی اور آسانی سے اتر جاتے ہیں۔

4۔ لیموں کے رس میں ناخن ڈبو لے سے ناخن مضبوط ہو جاتے ہیں۔

(نجاح سندھ)

سالن میں نمک تیز ہو جائے۔

سالن میں بعض دفعہ نمک زیادہ ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ نمک قدرے کم ڈالیں اور احتیاط رکھیں زیادہ نمک نہ پڑ جائے۔ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو آپ گندھے ہوئے آٹے سے نمک ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔ یہ نوٹکہ آج سے نہیں بلکہ مدتوں سے خواتین آزماتی چلی آ رہی ہیں۔ آٹے کا پیرا لیں پانی کی مدد سے اسے ہاتھ پر رکھ کر چپٹا سا کر لیں جیسے آپ شامی کباب بناتی ہیں۔ ایسی شکل بنائیں۔ خشکی آٹے کی نہ لائیں۔ بلکہ پانی میں انگلیاں ڈال کر گیلے ہاتھ سے ٹکے بنائیں۔ پھیل پر رکھ کر کانٹے سے نشان لگائیں اور پھر اسے ہانڈی میں احتیاط سے ڈال دیں۔ آٹے کے ایک بیڑے کا اندازہ کریں۔ اس کی تین ٹکیاں بنا کر ڈالیں۔ سالن پکنے کے بعد یہ ٹکیاں نکال لیں۔ نمک اگر بہت تیز ہے تو دس منٹ بعد آٹے کی ٹکیاں نکال کر دوسرے بیڑے کی ٹکیاں ڈالیں۔

کوئلے سے نمک کم کریں

کوئلہ جلا میں جب دھبہ جائے تو پانی سے دھو کر گرم گرم ہانڈی میں ڈال دیں۔ دو تین کوئلے جلا کر ڈالیں۔ اس طرح نمک کم ہو جاتا ہے۔

دال۔ سبزی ڈالنے سے

آپ سادہ گوشت پکا رہی ہیں تو پھر نمک کی وجہ سے آپ سالن میں کسی بھی موسمی سبزی کا اضافہ کر دیں۔ شلجم گاجر آلو ڈال سکتی ہیں۔ پنے کی دال دھو کر

سالن میں ڈال دیں۔ شوربہ کے سالن میں نمک صحیح ہو جائے گا۔ سبزی پکا رہی ہیں تو اس میں کوئی اور سبزی شامل کر دیں۔ آلو ہیں تو گوبھی ڈال دیں۔ نمائز ملا دیں۔ نمک ٹھیک ہو جائے گا۔ مختلف سبزیاں ملا کر بھیجنا سکتی ہیں۔

مرچ زیادہ ہو جائے

سالن میں مرچ تیز ہو جائے تو بڑی مشکل ہوتی ہے۔ ایسے میں آپ دہی یا نمائز ڈالیں تاکہ مرچ کی تیزی کم ہو جائے۔ دہی سے مرچوں کی تیزی ختم ہوتی ہے۔ بہت تیز مرچ ہے تو گھی متار لیں۔ دوسرا گھی ڈال کر مصالحہ گوشت ڈالیں اور نمائز ڈال کر بھون لیں۔ مترا ہوا گھی دوسری ہانڈی کے کام آ سکتا ہے۔ دہی میں ایک چمچ چینی ملا کر پھیٹ کر ڈالیں۔

سالن جل جائے

سالن بھوننے میں جل جائے تو آپ اوپر اوپر سے بوئیاں اور مصالحہ نکال لیں دوسری ہانڈی میں گھی ڈال کر پیاز سرخ کریں۔ مصالحہ اور بوئیاں ڈال کر آدھا کپ دودھ ڈالیے جلنے کی بو نہیں آئے گی۔ دودھ سے بو ختم ہو جائے گی۔

بچا ہوا گھی گرم کرنے کے لئے

دیگ کا سالن بچ جاتا ہے آپ اس کے اوپر والا گھی پتی میں محفوظ کر سکتی ہیں جب ضرورت ہو گھی گرم کر کے آہستہ سے چمچ بھر کر نکال لیں۔ اس طرح گھی کام آ جائے گا۔ سالن کے ذرات نیچے بیٹے رہیں گے۔ یہ گھی آپ کافی دن استعمال کر سکتی ہیں۔

مصالحہ بھون کر رکھنے کے لئے

بچے ہوئے گھی میں آپ ڈھیر سا مصالحہ بھون کر رکھ سکتی ہیں۔ اندازے سے پیاز سرخ کریں۔ ایک کپ دھنیا پا ہوا اور 1/4 کپ مرچ سرخ ہلدی ایک چاولوں والا چمچ نمک چار چمچے لے کر مصالحہ بھون لیں اور ڈبے میں ڈال کر

فرنج میں رکھ دیں۔ یہ مصالحے کا عام اندازہ ہے۔ آپ اس میں کی بیشی کر لیں۔ اس میں سے مصالحہ نکالیں اور گوشت ڈال کر پکنے رکھ دیں کئی ہانڈیوں میں یہ مصالحہ کام آئے گا۔

آٹا خمیر نہ ہو

تور والے آٹا گوندھ کر اس پر گھی یا مکھن کا چکنا ہاتھ پھیر دیتے ہیں اور گھیلا کپڑا چھوڑ کر آٹے پر بار بار رکھتے ہیں۔ اس طرح آٹا خمیر نہیں ہوتا۔ مٹی کے کونڈے میں آٹا گوندھ کی کچی زمین پر رکھنے سے آٹا ٹھیک رہتا ہے۔ فرنج میں آٹا گرمی کے دنوں میں دو تین دن سے زیادہ نہ رکھیں۔ اس کی روٹی پھر صحیح نہیں پکے گی۔ آٹے کو کپڑوں سے بچانے کے لئے

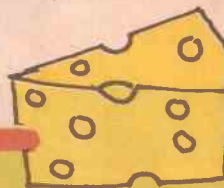
آٹے کا کنسترو ڈھک کر خشک جگہ رکھیں اس طرح کپڑے نہیں پڑتے۔ تیز پات کے پتے لے کر ملل کی باریک ڈھیلی پوٹلی میں باندھ کر آٹے میں رکھیں۔ سیاہ زیرہ لے کر موٹا موٹا کوٹ لیں۔ اس میں نمک پیسا ہوا ملا کر ذرا سا پانی ملا کر ٹکلیہ بنا لیں۔ خشک کر کے آٹے میں رکھیں کیڑا نہیں لگے گا۔

طاقت کے لئے

ایک دیسی انڈا خوب پھیٹ لیں۔ اس میں ایک چمچ شہد ملائیں پھر اس میں تیز گرم دودھ ایک پیالی لیکر پی لیں۔ چند روز میں کمزوری دور ہوگی اور صحت قابل رشک ہو جائے گی۔ ٹانگ سے بڑھ کر اندھا کام کرتا ہے۔

دست بند کرنے کے لئے

انڈا بہت مفید ہے۔ ایک دیسی انڈے کی سفیدی لیں۔ ایک کپ پانی میں ملا کر خوب پھیٹ لیں۔ تھوڑی سی چینی ملا کر رکھ لیں۔ ایک ایک چائے کا چمچ پانی دودھ ٹھنڈا ہوا میں۔ بچوں کو رنگ رنگ کے دست آنے بند ہو جائیں گے۔ یہ پانی طاقت بھی دے گا۔

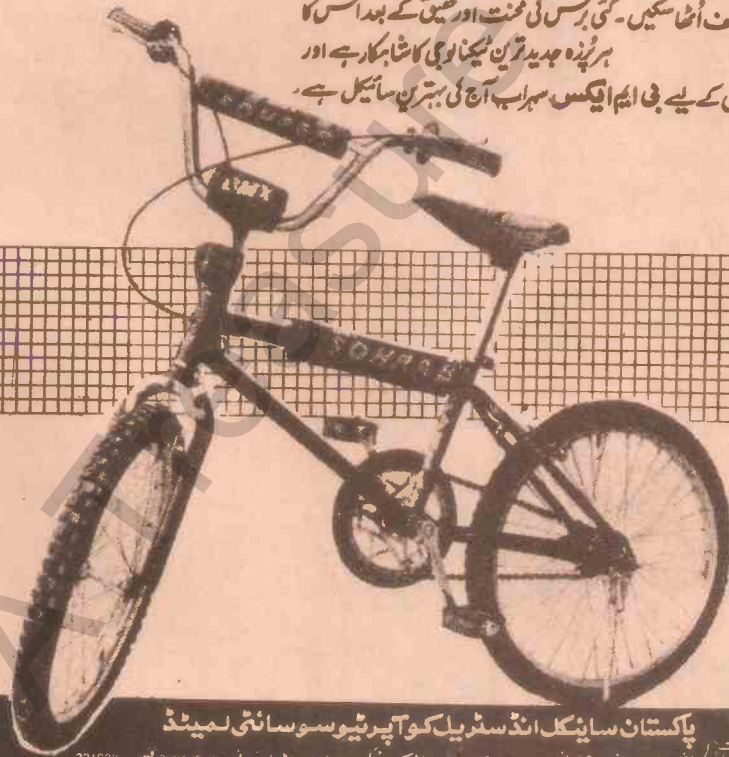


پیارا پیارا وطن ہمارا، پیاری پیاری آزادی
ہم نے سجایا آزادی کو، ہم کو سجایا آزادی نے
جانیں دی ہیں، غم جھیلے ہیں تب یہ ملی ہے آزادی
پاکستانی بچے ہیں ہم، پاکستان سجاتے ہیں
چاند اور تارے کا جھنڈا شان سے اونچا اڑاتے ہیں

ہم ہیں بہادر قوم کے بچے بہت ہمت والے بچے ہیں
ایک ہی دل ہیں، ایک ہی جاں ہیں مل جل کر ہم رہتے ہیں
اُد بچو چاروں طرف ہم خوشحالی کے پھول کھلائیں
پیار کے رنگ اور خوشبو سے ہم سب کو اپنے ساتھ ملائیں
میل ملاپ کے پھول سجاکر پاکستان کی شان بڑھائیں

بچوں کے شوق کے مطابق سہراب ایک معیاری بائیسکل بی ایم ایکس

سہراب کی بی ایم ایکس سائیکل خاص طور پر ڈیزائن کردہ بہترین
میٹرل سے تیار کی گئی ہے تاکہ آپ سائیکل چلانے کا پورا
نطف اٹھا سکیں۔ کئی برس کی محنت اور تحقیق کے بعد اس کا
ہر پڑھ ہر دیکھ ترین لیکن نوبی کا شاہکار ہے اور
بچوں کے لیے بی ایم ایکس سہراب آج کی بہترین سائیکل ہے۔



پاکستان سائیکل انڈسٹریل کوآپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ

نیشن ہاؤس 47-شہ قائد اعظم روڈ، پاکستان میں بائیک ٹیکس 44741، سرائی ٹی بی ٹران 126، فیس 321622



ریت کا گھر

دریا کے کنارے!
اک پیاری بچی!
بنارہی تھی
ریت کا گھر
یہ سوچے بغیر
کہ!
اک لہر آئے گی
اور بہ جائے گا
اس کا گھر

احمد رضا سید

معہ کہانی 11

قرعہ اندازی کا نڈی وال ضلع سرگودھا سے آنے
والے مہمان محمد صفدر جمال کی اور یہ خوش
قسمت ساتھی انعام کے مستحق ٹھہرائے۔

- 1۔ رانا عبدالوحید..... خانیوال
- 2۔ طاہر شہزاد..... سرگودھا
- 3۔ شاہ رخ ہمایوں..... پنڈی بھٹیاں
- 4۔ زویہ شجاعت..... حافظ آباد
- 5۔ آرائیس جٹ..... ملتان
- 6۔ عاصم محفوظ..... میرپور
- 7۔ محمد شہزاد سیل مغل..... لاہور
- 8۔ شاہد سلیم سیماں..... شیخوپورہ
- 9۔ ذیشان رضا..... ساہیوال
- 10۔ ارشد منہاس..... میرپور

سب سے پہلے تمام پھول دوستوں کو یوم آزادی مبارک!

شدت کی گرمی پڑ رہی ہے۔ افغانستان اور یمن میں لڑائی جاری ہے مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کے قدم آگے بڑھ رہے ہیں تو آئیے سب سے پہلے آپ کو براہ اسلامی ملک سعودی عرب کی سیر کرا لیں۔

سعودی عرب کا سرکاری نام 'المملکتہ العربیہ السعودیہ' ہے۔ یہ دنیا کے خوشحال ترین ممالک میں سے ایک ہے۔ سعودی عرب کو دوا اعزاز ایسے حاصل ہیں کہ جو دنیا کے کسی بھی دوسرے ملک کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے اولین اعزاز یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ اسی سرزمین میں پیدا ہوئے اور یہیں پر آپ کی تدفین ہوئی دوسرا اعزاز یہ ہے کہ اللہ کا گھر خانہ کعبہ یہاں واقع ہے اور لاکھوں لوگ خانہ کعبہ کے گرد طواف کر کے عمرہ اور حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

سعودی عرب کی نانوائے فیصد سے زائد آبادی مسلمان ہے یہاں کی کل آبادی ایک کروڑ ستر لاکھ اٹھاون ہزار ہے۔ سرکاری زبان عربی ہے سعودی عرب کا رقبہ آٹھ لاکھ چالیس ہزار مربع میل ہے اور یہ رقبہ پاکستان سے ڈھائی گنا زائد ہے۔ سعودی عرب کے ہمسایوں میں کویت، عراق، اردن، شمالی یمن، جنوبی یمن، متحدہ عرب امارات، قطر شامل ہیں جبکہ بحیرہ عرب سے اس کا ساحل ملتا ہے۔ مملکت سعودی عرب میں ششماہیت قائم ہے۔ خادم الحرمين الشريفین (یہ سعودی عرب کے بادشاہ کا لقب ہے) شاہ فہد بن عبد العزیز یہاں کے حکمران ہیں۔ شہنشاہ کی معاونت کے لئے وزراء کی کونسل قائم ہے جو بادشاہ کو مفید مشورے دیتی ہے۔ کیونکہ یہاں بادشاہت ہے اس لئے انتخابت نہیں ہوتے نہ ہی سیاسی پارٹیوں کو کام کرنے کی اجازت ہے۔ تاہم دفاعی اور سماجی تنظیموں کو کام کرنے کی اجازت ہے۔ ریاض سعودی عرب کا دار الحکومت ہے جبکہ جدہ اور مکہ بڑے شہروں میں شامل ہیں سعودی عرب کو انتظامی لحاظ سے چودہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

سعودی عرب تیل کی دولت سے مالا مال ملک ہے۔ تیل یا تیل کی مصنوعات، بھجوریں، گندم اور پھل یہاں کی خصوصی پیداوار ہیں علاوہ ازیں تانبہ، لوہا، سونا گیس، معدنیات کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں کے سکے کا نام "ریال" ہے اور یہاں کی پڑھی لکھی آبادی پچاس فیصد ہے۔ سعودی عرب کئی عالمی اداروں مثلاً اقوام متحدہ انٹرنیشنل مائننگ فنانس ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن عرب لیگ، خليج رابطہ کونسل اور آئل اینڈ پٹرولیم ایکسپورٹ کنٹریز کا ممبر ہے۔

آئیے آپ کو سعودی عرب کی تاریخ کے چیدہ چیدہ واقعات سے بھی متعارف کرا دیں۔

عربز ساقیو! آپ کے علم میں ہے کہ اس سرزمین سے اسلام کا آغاز ہوا اور جزیرہ نمائے عرب کو اسلام نے سرنگوں کر لیا۔ گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ اسلامی ریاست پھیلتی بھی رہی اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف نسلوں میں بٹی بھی رہی حتیٰ کہ وہ وقت آگیا کہ مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی۔ اور یورپ کے لوگوں نے دنیا کی غالب قوم کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوالیا۔



اٹھارویں صدی میں جزیرہ نمائے عرب ترکوں کے زیر نگیں تھا اور ترکی خلافت وسیع و عریض علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس علاقے میں ایک بڑے عالم پیدا ہوئے جن کا نام محمد عبد الوہاب تھا اور وہ صوبہ نجد کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کا نام محمد بن عبد الوہاب تھا اور وہ صوبہ نجد کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کا نام محمد بن عبد الوہاب نجدی پڑ گیا۔ انہوں نے لوگوں کو خالص اسلام کی دعوت دی اور جھوٹی رسموں اور توہمات کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔



اس علاقے کے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ نام محمد ابن سعود تھا۔ جو بعد ازاں سلطان محمد ابن سعود کہلائے اور انہی کی وجہ سے یہ علاقہ سعودی عرب کہلاتا ہے۔ محمد ابن سعود نے ترکی افواج کو

شکست دی اور یہاں پر آزاد حکومت قائم کی۔ یہ 1913ء کا زمانہ تھا بعد ازاں انہوں نے ترکوں سے دوسرے صوبے بھی واگزار کر لئے۔ اور 1925ء میں یہ سعودی عرب ایک آزاد ملک کی حیثیت سے اقوام عالم میں متعارف ہوا۔

سعودی عرب کی تاریخ میں سب سے بڑا واقعہ 1930ء میں تیل کی دریافت سے رونما ہوا اور سعودی عرب ایک امیر اور خوشحال ملک میں تبدیل ہو گیا۔ سعودی عرب میں عالم اسلام کے ایک بہت بڑے رہنما شاہ فیصل پیدا ہوئے اور انہوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی بڑی کوشش کی انہیں پاکستان سے بھی بہت محبت تھی اور دوسری عالمی سربراہ کانفرس کے موقع پر وہ 1974ء میں لاہور بھی تشریف لائے تھے۔ شاہ فیصل کی خدمات قابل قدر ہیں لیکن ان کے ایک بھتیجے نے انہیں قتل کر دیا۔ بعد ازاں شاہ خالد حکمران بنے۔ 1982ء میں شاہ خالد کی وفات کے بعد شاہ فہد حکمران بنے اور ابھی تک حکمران چلے آ رہے ہیں۔ سعودی عرب میں اسلامی شریعت کسی حد تک نافذ ہے۔ شراب پینے والوں اور خواتین کی بے حرمتی کرنے والوں، قتل اور ڈاکہ زنی کرنے والوں، کے لئے سزائیں مقرر ہیں۔ اسی لئے سعودی عرب میں جرائم کی شرح بہت کم ہے۔ یہاں نماز بھی باقاعدگی سے ادا کی جاتی ہے۔

سعودی عرب کے لئے سب سے بڑا مسئلہ اس وقت بنا جب چند سال قبل عراق کے حکمران صدام حسین نے ہمسایہ ملک کویت پر قبضہ کر لیا اور اس کو نیاصوبہ بنانے کا اعلان کر دیا اقوام متحدہ نے کئی بار انتخابت کرنے کے بعد اٹھائیس ممالک کی فوج بنائی اور عراق کی فوج کو کویت سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ پیارے ساقیو! سعودی عرب اور کویت کو اٹھائیس افواج کا خرچ برداشت کرنا پڑا اور اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کے کئی منصوبے امریکی کمپنیوں کے حوالے کرنا پڑے۔ اس کا ان کی معیشت پر شدید اثر ہوا۔

سعودی بچے اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں، سعودی ثقافت میں ایک ایسی بات ہے کہ دوسرے ممالک میں اس کی پیروی کی جانی چاہئے۔ جب کوئی بزرگ یا مہمان ان کے گھر میں آتا ہے تو چھوٹے بچے باری باری جاکر اس بزرگ کا ہاتھ چومتے ہیں۔ سعودی بچے بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا مہمان ان کے پاس کافی دیر تک قیام کرے۔ حج اور عمرہ کیلئے جانے والوں سے سعودی بچے بہت محبت سے پیش آتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی فردان کا مہمان بن جائے یہ ان کے کھانے دودھ اور بھجور کی دعوت قبول کر لے۔ جس روز سعودی عرب کے بچوں کو مہمان کی خدمت کا موقع نہیں ملتا اس روز وہ غمگین ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔

واہ کیا بات ہے

اللہ تعالیٰ انسان سے فرماتے ہیں

میری طرف آکر تو دیکھ متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میری راہ میں چل کر تو دیکھ راہیں نہ کھول
دوں تو کہنا

مجھ سے سوال کر کے تو دیکھ بخشش کی حد نہ
کر دوں تو کہنا

میرے لئے بے قدر ہو کر تو دیکھ قدر کی حد
نہ کر دوں تو کہنا

میرے لئے امت سے کر تو دیکھ اکرام کی
حد نہ کر دوں تو کہنا

میرے لئے لٹ کر تو دیکھ رحمت کے
خزانے نہ لٹا دوں تو کہنا

میرے کوچے میں بک کر تو دیکھ انمول نہ کر
دوں تو کہنا

مجھے رب مان کر تو دیکھ سب سے بے نیاز نہ
کر دوں تو کہنا

میرے خوف سے آنسو بہا کے تو دیکھ
معفرت کے دریائے بہادوں تو کہنا

وفا کی لاج نبھا کے تو دیکھ عطا کی حد نہ کر
دوں تو کہنا

میرے نام کی تعظیم کر کے تو دیکھ تکریم کی
اتمانہ نہ کر دوں تو کہنا

اپنی ہستی فنا کر کے تو دیکھ جام بقا سے سرفراز
نہ کر دوں تو کہنا

مجھے جی القیوم مان کر تو دیکھ ابدی حیات
کا امین نہ بنا دوں تو کہنا

بالآخر میرا ہو کر تو دیکھ ہر کسی کو تیرا نہ بنا
دوں تو کہنا

ان باتوں کو پڑھ کر خود ہی زبان سے نکلتا
ہے سبحان اللہ تعالیٰ خدا کی قدرت ہے۔ واہ

کیا بات ہے

فرحت کلیم رشید (حافظ آباد)

ماں

□..... مسجد اور ماں کی گود دو ایسی چیزیں
ہے۔ جہاں انسان سب دکھ بھول جاتا

□..... اس بات سے ہمیشہ ڈرو کہ ماں
تیرے لئے بدعا کو ہاتھ اٹھائے۔

□..... خدا کو راضی رکھنا ہو تو اپنے

والدین کو راضی رکھو۔

□..... والدین کے چہرے پر محبت سے
نظر ڈالنا بھی خدا کی خوشنودی کا باعث بنتا

ہے۔
(ارم آنجل سوہادہ)

وقت

مولانا روم کا کہنا ہے

وقت ہمارے پاس اس طرح آتا ہے جیسے
کوئی دوست ہمیں بدل کر اور ختم لے

کر آتا ہے اگر ہم اس ختم سے فائدہ نہیں
اٹھاتے تو وہ چپ چاپ اپنے ختمے "واپس

لے جاتا ہے۔
(عمادہ جاوید ساہیوال)

ایک جملے میں

معروف موجد ایڈیٹر نے اپنی زندگی
کے تجربات کو ایک جملے میں اس طرح

بیان کیا کہ پڑھ کر فوراً واہ کیا بات ہے کہ
دینے کو دل چاہتا ہے۔

کام سے غلطی، غلطی سے تجربہ
تجربہ سے عقل، عقل سے خیال

اور خیال سے نئی چیزیں وجود میں آتی
ہیں۔

نصرت کلیم رشید (حافظ آباد)

آگ کی پوجا

احمد صبریؒ نے اپنے پڑوسی سے جو آتش
پرست تھا پوچھا "تم آگ کو کیوں پوجتے

ہو؟

اس نے کہا! "اس لئے کہ یہ مجھے عذاب
سے بچالے"

آپ نے فرمایا! جو چیز اتنی کمزور ہے
کہ ایک بچہ اس پر پانی ڈالے تو وہ بجھ جائے

وہ تمہیں اللہ کے عذاب سے کیسے بچا سکتی
ہے؟

پھر فرمایا "تم نے ستر (70) سال اس کی
پوجا کی ہے اور میں نے نہیں کی آؤ تم

دونوں اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے ہیں۔
دیکھیں یہ تمہارا کتنا خیال رکھتی ہے"

اسد اللہ منگی (تؤپرو)

بڑے انسان صلح کی بڑی باتیں

☆..... بے ضرورت مہمان نہ ہوں۔

☆..... پڑوسی کی عزت کرو۔

☆..... نجومیوں کی باتوں پر یقین نہ
کرو۔

☆..... صبح سویرے جاگنے کی عادت
ڈالو۔

☆..... جانوروں کو آپس میں مت
لڑاؤ۔

☆..... لوگوں کے ساتھ اچھی اچھی
باتیں کرو۔

(حافظ ابوہریرہؓ معاویہؓ محمدیؓ میلہ)

☆..... حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ.....

☆..... آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا
(کسی ضرورت مند کو) کچھ حصہ دے کر

ہی سہی۔

☆..... بہترین انسان وہ ہے جو سب
سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

☆..... جس شخص نے اپنی ذات کیلئے
ایک مرتبہ سوال کا دروازہ کھولا اللہ اس

کیلئے فقر و احتیاج کا دروازہ کھول دیتا ہے۔
(عبدالغفور عابد کسوالہ)

جواہر پیارے

□..... جاہل کے خیال اور عمل میں بہت
کم فرق ہے۔

□..... نیک ہمسایہ دور کے بھائی سے
زیادہ اچھا ہے۔

□..... غلطی کرنا انسانی اور محاف کرنا
خدا کی صفت ہے۔

(نازیہ پروین - وزیر آباد)

ذرا دیکھنا یہ اشعار!

نظر نے نظر کو نظر بھر کے دیکھا
نظر کو نظر کی نظر لگ گئی

(شائلہ لطیف لاہور کینٹ)

اگر کوئی تم سے جدا ہونا چاہے تو اس
سے اتفاق کرو۔

کسی کا دل توڑنے سے پہلے یہ دیکھو
کہ وہ برداشت بھی کرے گا یا نہیں۔

(محبوب ناز مغل آزاد کشمیر)

اقوال زریں

□..... دولت مند بننے کا راز یہ ہے
جتنا کمائے اس سے کم خرچ کرے۔

□..... جھگڑے میں کودنا بہت
آسان ہے لیکن نکلنا بہت مشکل۔

□..... اگر تم نے ہر حال میں خوش
رہنے کا فن سیکھ لیا ہے تو یقین کرو سب

سے برا فن سیکھ لیا ہے۔

□..... معاف کر دینا دشمن پر فح
حاصل کرنا ہے۔

□..... نفرت نفرت سے نہیں محبت
سے ختم ہوتی ہے۔

(محمد اسد صدیقی احمد پور شرقیہ)

1- اپنی ضرورتوں کو محدود کر لینا بڑی
عقلندی ہے۔

2- مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ
ہے جس میں یتیم ہو اور اس سے بہتر

سلوک کیا جائے۔

3- صبر میں کوئی مصیبت نہیں اور رونے
دھونے میں سوائے نقصان کے کچھ

فائدہ نہیں۔

4- جوانی جوتی آپ گانٹھ لیتا ہے غلام کی
عیادت کرتا ہے اور اپنے کپڑے دھو لیتا

ہے وہ غرور تکبر سے پاک ہو گا۔

5- غصہ کرنے کا مطلب دوسروں کی
غلطیوں کا انتقام اپنے آپ سے لینا ہے۔

(قیصر نوید عرف گاؤد کھانہ بستی ملانہ)

کلمہ کلمہ

ایک دفعہ ہماری والدہ محترمہ کو ختم
شریف پڑ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر

انہیں دانوں پر کلمہ شریف پڑھنے کیلئے دیا
گیا۔ والدہ محترمہ کے ساتھ چھٹی ہوئی ایک

ادھیڑ عمر خاتون تیزی سے دائے پڑھ کر
نیچے پھینکنے میں مصروف تھیں۔ والدہ

محترمہ سخت حیران ہوئیں اور حیرانگی کے
عالم میں ان سے پوچھا بڑی کیا پڑھ رہی

ہیں۔ انہوں نے فوراً کہا کلمہ، کلمہ، کلمہ!
(نانکھ لطیف لاہور کینٹ)

(I) خلوص اور محبت

خلوص اور محبت رخ حیات کا ایک ایسا ستون ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا زلزلہ بھی اس ستون کو مسبار نہیں کر سکتا لیکن شک و شبہات کا ایک معمولی سا جھکا بھی اس ستون کو ریت کی دیوار بنا کر زمین پر اگر ادا ہے اور پھر کائنات کا کوئی بھی معجزہ اس کو قائم نہیں کر سکتا اس لئے لازم ہے کہ دل کے آئینوں کو خشک و شبہ اور بدگمانی کے رنگ سے پاک رکھا جائے۔

(II) اقبال سے معذرت

اگر ہوتی رہیں اقبال پر انگلش میں تقریریں بدل جائیں گی اک دن دیکھنا ملت کی تقدیریں چھری اک ہاتھ میں اور ایک میں سگریٹ جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں آصف انوار (فیصل آباد)

آسمان

ذر انظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ کتنا اونچا ہے یہی وجہ ہے کوئی اس سے گرے تو بہت چوٹ آتی ہے بعض لوگ آسمان سے گرتے ہیں تو جھوڑ میں انک جاتے ہیں۔ نہ نیچے اتر سکتے ہیں نہ دوبارہ آسمان پر چڑھ سکتے ہیں وہیں بیٹھے کھجوریں کھاتے رہتے ہیں لیکن کھجوریں بھی تو کس کس ہوئی ہیں ہر جگہ نہیں ہوتیں۔

کہتے ہیں پہلے زمانے میں آسمان اتنا اونچا نہیں ہوا تھا جتنا اب اونچا ہے کیونکہ جون جون چیزوں کی قیمتیں اونچی ہوتی ہیں آسمان ان سے باتیں کرنے کے لئے اوپر اٹھتا چلا جاتا ہے اب نہ چیزوں کی قیمتیں نیچے آئیں نہ آسمان نیچے اترے۔

پارے بڑوں! راہ چلتے ہیں آسمان کی طرف تمہیں دیکھنا چاہئے تاکہ ٹھوکر نہ لگے جو زمین کی طرف دیکھ کر چلتے ہیں وہ ٹھوکر سے محفوظ رہتے ہیں۔

یہ سب بڑھ کر تو واہ کیا بات کا نعرہ لگانے کو دل چل اٹھتا ہے۔

غزالہ صدیق (راولپنڈی پونچھ آزاد کشمیر) یہ اور بات ہے کہ تعاقب نہ ہو سکا ہم زندگی کے ساتھ بڑی دور تک گئے (حمیرا ناز..... گوجرانوالہ)

سوز و ساز

کسی زمانے میں اسرار الحق مجازی کی نظم ”نرس“ مشاعروں میں بہت مقبول تھی۔ اس نظم کے اس شعر۔ عجب چیز تھی وہ عجب راز تھی وہ کبھی سوز تھی وہ کبھی ساز تھی وہ کا دوسرا مصرع معنویت کی ذرا سی ترمیم کے ساتھ مجاز کے ایک معتقد بھٹی کے کسی سیٹھ کے ذہن میں موجود تھا چنانچہ ایک مشاعرے میں مجاز صاحب جب اپنا کلام سنانے کیلئے بیچ پر تشریف لائے تو یہ سیٹھ یہ آواز بلند بولے ”مجاز بھائی! اپنی وہ نظم سناؤ۔“

گھڑی سوز تھی وہ گھڑی ساز تھی وہ (رفیع الحسن مکنہ دہول)

خوشحال خان خٹک کی باتیں

I- دنیا میں اگر کوئی دوزخ ہے تو وہ نادان کی دوستی ہے II- وہ چیز جو سلطنت سے بھی بہتر ہے وہ صحت مندرجہ ہے III- وہ لوگ خزاں کے مارے ہوئے ہوتے ہیں جو جھوٹ بولتے ہیں سچ بولنے والوں کے چہرے تو سدا بہار ہوتے ہیں۔ IV- جو چیز انسان کو غموں سے نجات دلاتی ہے وہ قناعت ہے V- اپنی نیت نیک رکھ دنیا میں اگر کوئی چیز اچھی ہے تو وہ نیک نیتی ہے۔ (محمد انور زاہد) (تحفیل و ضلع پاک پتن شریف)

اقوال زریں

1- خوش کلامی ایسا ایک پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔ 2- نیک اولاد جنت کے پھولوں میں سے ایک ہے۔ 3- مٹھی زبان بے شمار دشمنوں سے بچاتی ہے۔ 4- دشمن سے چھاپنے والی بات دوست پر ظاہر کرنا بھی حماقت ہے 5- دوسروں کے ساتھ احساس کر کے آدمی بری موت سے محفوظ رہتا ہے محمد اشرف جاوید (خان پور ضلع جیم بارخان)

زندگی اے زندگی!

ماضی نے کہا کہ تو مجھے یاد رکھ میں تیری زندگی بناؤں گا تو مجھ سے تجربہ سیکھ اور

زندگی گزار

حال نے کہا۔ ماضی اور مستقبل میں نہ الجھ۔ یہ دیکھ کہ آج کیا ہے بس تو آج کی سوچ کہ اس میں فلاح ہے۔ مستقبل نے صدا دی آج کا دن تو گزر ہی جائے گا۔ تجھے کل کی فکر کرنی چاہئے گزرتے ہوئے آج پر روشن مستقبل کی بنیاد رکھنے کی سوچ کہ یہی زندگی ہے۔

میرے اندر سے ندا ابھری اے انسان تجھے ماضی حال مستقبل تینوں کو مد نظر رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہئے ماضی کا تجربہ اور حال کا عمل ایک اچھے مستقبل کی ضمانت بن سکتا ہے۔

(آر۔ ایس۔ جنت ملتان)

سفید جھوٹ

1- امریکہ کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ 2- ملک کے تمام سیاسی لیڈروں میں اتفاق رائے پیدا ہو گیا 3- پولیس نے رشوت لینے سے توبہ کر لی 4- کراچی میں آج ذکیٹی اور کار چننے کی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ 5- لیاری کے نلکوں میں پانی آنا شروع ہو گیا 6- وکیلوں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا

7- ملک سے بے روزگاری کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ (ملتان رضادوق (شینوپورہ) تحفہ

آئین اور جب امریکہ کے صدر منتخب ہوئے تو انہیں ملک بھر سے بے شمار تحائف وصول ہوئے۔ ان میں ایک جھاڑو بھی تھا۔ جیسے والے نے ایک رقعہ بھی ساتھ لپیٹا جس میں اس نے لکھا کہ آپ نے اپنی تقریروں میں کہا تھا کہ اگر آپ منتخب ہو گئے تو ملک بھر میں چھپی ہوئی گندمی کو ختم کر دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ حقیر تحفہ آپ کو اپنے وعدے کی یاد دلاتا رہے گا۔

فرحانہ اسلم۔ گوجرانوالہ

یقین

اگر آپ کے ریڈیو کی باریک سی سوئی رات کی تاریکی میں ہزاروں میل دور کی آواز آپ تک پہنچا سکتی ہے اور اگر سارنگی کے بیٹھے سر سمندروں پہاڑوں صحراؤں دریاؤں اور پرشور شہروں سے پرے پہنچ سکتے ہیں تو پھر آپ کو یہ یقین کیوں نہیں آتا کہ اس سسٹم کو بنانے والا خدا ان ساری آوازوں کو محفوظ رکھ کر کل روز قیامت آپ سے پوچھ بھی سکے گا۔

ساجدہ خاتون لاہوری

رسم

شادی کے ہنگاموں میں دولہا کی سالیان دولہا کو جو تیاں اتار کر بیٹھے پر زور دیتی ہیں چنانچہ جب وہ جوتیاں اتارتا ہے تو موع پا کر جوتی غائب کر دی جاتی ہے بعد میں جوتی کی واپسی کے لئے دولہا کو منہ مانگی رقم سالیوں کو ادا کرنی پڑتی ہے مجھے بتایا گیا ہے کہ جوتی پرانے کی یہ رسم شادی بیاہ کے علاوہ جمعہ اور عیدوں کو مسجد کے باہر بھی ادا کی جاتی ہے لیکن یہ رسم سالیان ادا نہیں کرتیں پولیس اور متاثرین نے جو تحقیق کی ہے اس کے نتائج بھی چھپا پا چرا لئے گئے ہیں۔

محمد ظفر اللہ شاہد محلہ نوری پاک پتن

مقابلہ

ایک جگہ چند بچے کھڑے جھوٹ بولنے کا انعامی مقابلہ کر رہے تھے۔ اتفاقاً دوسرے کسی پادری کا گزر ہوا۔ اس نے بچوں سے پوچھا کیا معاملہ ہے کس بات پر بحث ہو رہی ہے؟ بچوں نے بتایا کہ ہم یہاں ایک کھیل کھیل رہے ہیں کہ جو سب سے بڑا جھوٹ بولے گا اسے پہلا انعام دیا جائے گا۔ پادری یہ سن کر بہت ناراض ہوا اور سرزنش کے انداز میں کہا کہ افسوس کی بات ہے بچہ جب میں تمہاری عمر کا تھا تو میرے ذہن میں جھوٹ کا تصور تک نہیں تھا۔ پادری کا دعویٰ سن کر ایک بچے نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا پہلا انعام پادری صاحب کو دیا جائے۔ (اسماء صدیقی کمالیہ)

سو بھی رہے ہیں

جو بات مناسب ہے وہ حاصل نہیں کرتے جو اپنی گرہ میں ہے اسے کھو بھی رہے ہیں بے علم بھی ہم لوگ ہیں غفلت بھی ہے ہماری افسوس کہ اندھ بھی ہیں اور سو بھی رہے ہیں (شاعر..... اکبر الہ آباد، پٹنہ۔ عباد الرحمن کوٹ کوہاٹ)

واہ اللہ میاں

محمود شاہد - لاہور



اس دن دوپہر کے وقت سیاہ بادل آسمان پر منڈلا رہے تھے مگر پھر بھی گرمی جسم کو جلا رہی تھی۔ اوپر سے یہ مصیبت ہوئی کہ ہوا ختم گئی جس سے گرمی اور جس بڑھنے لگا۔ سانس لینے میں دشواری ہوتی تھی۔ نواز دین کی دس سالہ بیٹی رضیہ ڈیوڑھی میں پڑھ رہی تھی۔ دراصل وہ چھٹیوں کا کام جلد از جلد ختم کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ بقیہ چھٹیوں میں کمائیاں لکھنا اور گڑیا سے کھینا چاہتی تھی۔ جہاں تک کمائیوں کا تعلق تھا تو وہ کمائیاں آسانی سے لکھ سکتی تھی لیکن گڑیا سے کھینا ناممکن تھا۔ آخر وہ نیلی آنکھوں اور سنہرے بالوں والی گڑیا کہاں سے حاصل کرتی۔ بس اس بات کا اسے دکھ تھا۔ گاؤں کی واحد دکان کے شوکیس میں سچی ہوئی سنہرے بالوں والی وہ گڑیا اسے بہت پسند تھی مگر اس کی قیمت..... اف..... اس کی قیمت پورے سو روپے تھی۔ اتنی بڑی رقم اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھی تھی اور پھر کئی ماہ کی لگاتار محنت سے وہ صرف بیس روپے جمع کر سکی تھی۔ صرف بیس روپے..... یہ رقم..... گڑیا خریدنے کیلئے کافی تھی۔

وہ کتاب پر بھیکی ہوئی تھی مگر اس کا خیال گڑیا کی طرف تھا۔ ”میں گڑیا ضرور لوں گی۔ وہ بہت خوبصورت ہے..... مم..... مگر پیسے.....“ وہ ابھی ان خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ چونک اٹھی۔ اماں سے پکار رہی تھی۔

”اری..... اور جو!“ اماں نے رضیہ کو دوسری دفعہ پکارا۔ وہ اس وقت صحن میں لگے ہوئے برگد کے بوڑھے درخت کے نیچے گائے کو چارہ ڈالنے میں مصروف تھی۔

”کیا ہے اماں؟“

”جا کے دروازے سے دیکھ تیرا باتو نہیں آرہا؟“

”پر اماں! باتو شام کو آئے گا“

”یوں..... تجھے کس نے بتایا ہے؟“ ماں ادھر ہی آنے لگی۔ اس کے ہاتھ چارے سے آلودہ تھے اور دوپٹہ سر سے ڈھلک کر کندھوں تک پہنچ گیا تھا۔

”وہ پہلے کبھی..... کھیٹوں کو چھوڑ کر جلدی آیا ہے جو آج آئے گا“

”ہاں۔ یہ بات تو ہے“ اماں نے گہرا سانس لیا اور چارپائی پر بیٹھ گئی۔

”اماں! ایک بات تو بتا“ رضیہ نے سامان سمیٹتے ہوئے پوچھا۔

”کونسی.....“

”مددگار کون ہوتا ہے؟“ وہ چلتی ہوئی ماں کے نزدیک آگئی۔

”مدد کرنے والا.....“

”ہمارا مددگار کون ہے؟“

اماں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولی۔ ”آسمان والا..... اللہ..... وہی سب کا مددگار ہے“

”وہ کجی جی مدد کرتا ہے“ رضیہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ ”وہ میری مدد بھی کرے گا؟“

”ہاں..... کیوں نہیں“

”ہر اماں..... اللہ نے میری مدد نہیں کی۔ میں نے بہت دعائیں مانگی تھیں“ اس کے لہجے میں دکھ تھا۔ ”پتا نہیں اللہ میری مدد کیوں نہیں کرتا“

اماں نے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

”تیرے منہ میں خاک“

”جو بھی کہہ دے ماں۔ پر میں جھوٹ نہیں بول رہی“ وہ ماں کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”ایسے بد فال مت نکالا کر اپنے منہ سے“ ماں بڑبڑائی۔

”کیوں؟“

”بس بس..... اب چپ بھی ہو جا“ ماں جھنجھلا اٹھی۔ ”تیری تو زبان ہر وقت قینچی کی طرح چلتی رہتی ہے“

ویسے ہے تمہارا“ ڈاکے نے مسکراتے ہوئے کہا اور خدا حافظ کرب سے سوچا“ اللہ میاں میری مدد کیوں نہیں کرتا۔ کیوں آخر کیوں“

رضیہ نے دروازہ بند کیا اور وہیں کھڑے کھڑے جلدی سے خط پھاڑ ڈالا۔ اندر سے ایک تہہ کیا ہوا زرد رنگ کا کاغذ برآمد ہوا۔ اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے کاغذ کو دیکھا اور پھر کھول کر پڑھنے لگی، لکھا تھا۔

پیاری بیٹی رضیہ! سلام علیکم تمہاری کہانی ہم نے اس ماہ اپنے رسالے ”بچوں کا ڈائجسٹ“ میں شائع کر دی ہے اور اب کہانی کا اعزاز یہ دو سو روپے بڈریج مینی آرڈر بھیج رہے ہیں۔ امید ہے تمہیں ایک دو دن کے بعد مل جائے گا۔ امید ہے یہ قلمی تعاون آئندہ بھی جاری رہے گا۔

والسلام

ایڈیٹر انکل

رضیہ نے جو بھی خط ختم کیا اسے اپنی آنکھیں بھیگی ہوئی معلوم ہوئیں..... ان میں تو جیسے آنسوؤں کی بھڑکی لگ گئی ہو۔ وہ بولنا چاہتی تھی مگر شدت جذبات سے آواز حلق میں اٹک گئی۔ وہ صرف رندھے ہوئے لہجے میں یہی کہہ سکی۔

”واہ! اللہ میاں“

کی تھی اور اسے دو سو روپے لا کر نہیں دیئے تھے۔ اس نے کرب سے سوچا“ اللہ میاں میری مدد کیوں نہیں کرتا۔ کیوں آخر کیوں“

آنسو اس کی بند آنکھوں کے کناروں سے بہہ کر رخساروں اور گردن سے ہوتے ہوئے نکتے میں جذب ہوتے رہے اور نجانے اس عالم میں کب اسے نیند آگئی۔

صبح وہ دیر سے بیدار ہوئی۔ اس کا سر درد کر رہا تھا اور اس کا کسی بھی کام میں جی نہیں لگتا تھا۔ سارا دن اسی بوریٹ میں گزرا تقریباً سہ پہر تین بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ اٹھ کر گئی تو حیران رہ گئی باہر ڈاکیا کھڑا تھا۔ گاؤں میں ڈاک تقریباً تین بجے تقسیم ہوتی تھی۔

”تمہارا نام رضیہ اور والد کا نام نواز دین ہے ناں“ ڈاکے نے تھیلے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں..... مگر..... کیوں“

”تمہارا یہ خط ہے گڑیا“ ڈاکے نے خط اس کی طرف بڑھایا۔

”اس نے حیران نظروں سے ڈاکے کی طرف دیکھا جس میں ایک سفید لفافہ تھا“ مگر مجھے کون خط لکھے گا“

”گڑیا بیٹی، کھول کر پڑھ لو..... پتا چل جائے گا.....“

”پھر کیا کروں؟“

”دعائے ناکر“ دعا اللہ میاں بچوں کی مدد ضرور کرتا ہے“ ”کرتا ہوگا“ وہ لاپرواہی سے بولی۔ ”میں نے جب بھی

مدد مانگی اللہ میاں خاموش رہا“

”ہائے..... توبہ..... توبہ“ ماں کانوں کو ہاتھ لگا کر بولی۔

”کب اللہ میاں نے تمہاری مدد نہیں کی؟“

رضیہ نے گھوم کر ماں کے چہرے کی طرف دیکھا تو اسے ہنسی آگئی مگر اس نے ہنسی ضبط کر لی۔ کانوں کو ہاتھ لگانے سے چارے کا بنز ملغوبہ ماں کے چہرے پر لگ گیا تھا۔

”ایک دن میں نے کہا اللہ میاں۔ مجھے سخت نیند آرہی ہے تو میری مدد کر اور میرا ہوم ورک مکمل کر دے“

”تو پھر کیا ہوا؟“

”ہونا کیا تھا..... رات کو میں دعائے ناکر کر سون گئی کہ اللہ میاں جب میں صبح اٹھوں گی تو میرا کام مکمل ہو چکا ہو مگر میرا ہوم ورک صبح نامکمل تھا“

”ہائیں..... یہ تو نے کیسی مدد مانگی تھی“ ماں حیرانی سے بولی۔

”پر امان! اللہ نے مدد تو نہیں کی ناں“ وہ اداس ہو گئی۔

”پتا نہیں تھے کیا ہو گیا ہے“ ماں کے لہجے میں اکٹاہٹ تھی۔

رضیہ خاموشی سے فرش کو گھور رہی تھی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

”اماں!“

”کیا ہے؟“

”اللہ میری مدد کرے گا کیا؟“

”ہاں ہاں..... کیوں نہیں“ آسمان والا بچوں کی ضرور سنتا ہے، وہ کسی کو تکلیف حد سے زیادہ نہیں دیتا۔ وہ سب سے بڑا مددگار ہے“ رضیہ خاموش رہی۔ ماں یہ کہہ کر ابھی اور کام میں جت گئی۔

رضیہ لگاتار کئی روز تک ہر نماز میں اللہ میاں سے یہی مدد مانگتی رہی کہ اے اللہ میاں تو مجھے دو سو روپے دے دے تاکہ میں گڑیا خرید سکوں۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ گزر گیا مگر اسے نہ تو دو سو روپے ملے اور نہ گڑیا۔ آٹھویں رات کو اس نے حسب معمول عشاء کی نماز پڑھی اور تھکی تھکی سی چارپائی پر لیٹ گئی۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی مگر نیند آج رضیہ کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ دینے کی مدد ہم لوہیں وہ دھوئیں سے کالی ہو جانے والی پھت کو مسلسل گھورے جا رہی تھی۔ اس کے کانوں میں اماں کی آواز گونج رہی تھی۔ جو کہتی تھی کہ اللہ میاں سب کی مدد ضرور کرتا ہے۔ ان کی دعا ضرور سنتا ہے۔ مگر آج رضیہ نے دیکھ لیا تھا کہ اللہ نے آٹھ روز کے بعد بھی اس کی مدد نہیں

بہن سائی کی مرغی

محمد یوسف انجم پورے والا

ساجد بڑا پیارا بچہ تھا۔ تھا تو وہ سات آٹھ سال کا مگر ہمیشہ صاف ستھرا رہتا تھا۔ گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آتا۔ سکول میں اپنے ساتھیوں اور اساتذہ کی عزت کرتا۔ کبھی کسی کی چغلی نہ کرتا کبھی جھوٹ نہ بولتا اور نہ ہی کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت کے اٹھا تا حتیٰ کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بھی ماں باپ کی اجازت کے بغیر نہ لیتا۔

اس نے یہ سب اچھی باتیں اپنے استاد سے سیکھی تھیں۔ ساجد کی ان ہی اچھی عادتوں نے اسے ماں باپ کی آنکھوں کا تار بنا دیا تھا۔

ساجد نے گھر میں بہت سی مرغیاں پال رکھی تھیں۔ ان کے چمک دار اور خوبصورت پر ساجد کو بہت پیارے لگتے تھے۔ جب بھی کوئی مرغی سفید سفید انڈہ دیتی تو وہ بہت خوش ہوتا اور خوش خوشی دوڑتا ہوا اپنی امی جان کو انڈہ دکھانے جاتا اور پھر اسے احتیاط سے سنبھال کے رکھ لیتا۔ مرغیوں کی دیکھ بھال ساجد بڑی دلچسپی سے کرتا۔ وقت پر انہیں دانہ پانی کھاتا اور دن چھپنے سے پہلے انہیں ڈربے میں بند کر دیتا۔

ایک دن ہوائیوں کہ ساجد کی امی گھر میں موجود نہ تھیں۔ گھر میں صرف ساجد اور اس کی بہن صائمہ تھیں۔ ہمسائی کی مرغی بھی اکثر ساجد کے گھر آ جایا کرتی تھی اتفاق سے آج بھی وہ ادھر آنکلی۔

دونوں بہن بھائی کھیل میں مصروف تھے ایک دم مرغی کی آواز سنائی دی..... کٹاک کٹاک۔ ساجد کے کان کھڑے ہو گئے وہ سمجھا بی آگئی ہے۔ دوڑا دوڑا گیا تو دیکھا کہ یہ تو بی ہمسائی کی مرغی تھی۔ سوچنے لگا بی تو ہے نہیں، پھر کیا بات ہے؟ مرغی کیوں ایسی آواز نکال رہی ہے۔ ساجد سمجھ گیا اس کی مرغی بھی تو انڈہ دینے کے بعد ایسی آواز نکالتی ہے۔ تلاش کرنے پر ایک طرف کو نے میں سفید انڈہ ملا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ سفید انڈہ ہمسائی کی مرغی نے دیا ہے۔ اس کی بہن صائمہ نے کہا کہ ہمیں یہ انڈہ خور کھ لینا چاہئے کونسا کس کو پتا چلے گا لیکن ساجد نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ وہ یہ انڈہ خور رکھیں۔ اس نے اپنی بہن صائمہ سے کہا کہ یہ انڈہ ہمارے پاس بی ہمسائی کی امانت ہے اور امانت میں خیانت کرنا بہت بری بات ہے اور اللہ میاں بھی ناراض ہوتے ہیں۔ وہ دوڑا دوڑا گیا اور بی ہمسائی کو انڈہ دے آیا۔ شام کو جب اسکے ابو گھر آئے تو انہیں بی ہمسائی کی مرغی والا قصہ معلوم ہوا۔ بات چھوٹی سی تھی مگر خوشی بہت بڑی تھی۔ ابو نے ساجد کو بہت سراہا۔ کیا اور پھر اگلے روز گھڑی کا تحفہ لا کر دیا۔

قائد اعظمؒ کی تاریخ ساز تقاریر

یہ باتیں اس راہنمائی ہیں جس کی بصارت اور بصیرت سب سے جدا تھیں۔

یہ محض ایک خواب ہے کہ ہندو اور مسلمان بھی ایک قوم بنیں گے۔ ہندو اور مسلمانوں کا دو مختلف مذہبی حلقوں، رسموں اور ادبیات سے تعلق ہے۔ نہ وہ آپس میں بیاہ شادیاں کرتے ہیں نہ ساتھ کھاتے ہیں۔ درحقیقت ان کی دو مختلف تہذیبیں ہیں جو اصولوں کے اعتبار سے متضاد خیالات اور افکار پر مبنی ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے کارنامے مختلف ہیں، ان کے حوادث مختلف ہیں، ان کے ہیرو مختلف ہیں۔ اکثر شیک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہے۔ ایک کی فتح دوسرے کی شکست ہے۔ ایسی دو قوموں کو ایک حکومت کے جوئے میں جو تنا یک کو اقلیت کی حیثیت سے اور دوسری کو اکثریت کی حیثیت سے یقیناً بڑھتی ہوئی بے چینی کی طرف لے جائے گا۔ (22 مارچ 1940ء کے اجلاس لاہور سے قائد اعظم کا خطاب)

ہم نے قرارداد لاہور بڑے غور و فکر کے بعد پاس کی ہے۔ تجویز تقسیم کو کانگریس نے ہوا سمجھ لیا ہے یا کوئی خطرناک جانور۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان یہاں صدیوں سے قائم ہے، آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ یہ ہم سے چھین لیا گیا تھا۔ اب ہمیں واپس لینا ہے کہ ہندوؤں کا اس پر کوئی حق نہیں۔ (10 مارچ 1941ء کو انجمن اتحاد طلبہ، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے خطاب)

پاکستان کے خلاف جھوٹی اور گمراہ کن تشویر کے باوجود وہ دن دور نہیں جب پاکستان کو ہر ہندوستانی قبول کرے گا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ میں جس چیز کی حمایت کر رہا ہوں، اس میں مسلمانوں کے ساتھ دوسرے تمام فرقوں کے مفادات مضمر ہیں۔ ہندوستان میں کبھی ایک قوم نہیں رہی اور نہ ایک حکومت۔“ (اولیٰ کے مسلمانوں سے خطاب جون 1941ء)

مسٹر گاندھی جنہیں سچائی کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا، درحقیقت جھوٹ ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔ پنڈت نہرو اور مسٹر گاندھی اگر پاکستان کو سمجھتے نہیں تو وہ دن رات مخالفت کس چیز کی کرتے ہیں۔ مسلمان ہندو راج کبھی پسند نہیں کریں گے۔ (دورہ بلوچستان۔ نومبر 1945ء)

ہمیں انگریز پر بھروسہ ہے نہ ہندو بنیہ پر۔ ہم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے خواہ وہ آپس میں متحد کیوں نہ ہو جائیں۔ ہم صرف اور صرف پاکستان پر یقین رکھتے ہیں۔ (دورہ پشاور۔ نومبر 1945ء)

ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔ دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو ہمیں پاکستان کے حق سے محروم کر سکے۔ پاکستان کے بغیر مسلمانوں کے لئے صرف موت ہے۔ آخر ہم پاکستان کیلئے موت کو بھی گلے لگانے کے لئے کیوں تیار ہیں؟ وجہ یہ ہے کہ اگر آپ آزادی و آسودگی کی فضا میں زندہ رہنا چاہتے ہیں، انگریزوں اور ہندوؤں سے بچنا چاہتے ہیں تو پھر پاکستان کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ (کلکتہ 24 فروری 1946ء)

اس وقت میدان سیاست میں ہندو مسلمان کی جنگ ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ فتح یاب کون ہو گا۔ علم غیب خدا کو ہے لیکن میں ایک مسلمان کی حیثیت سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوہ صبر و رضا پر کار بند رہیں اور اس ارشاد خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں تو ہمیں دنیا کی کوئی ایک طاقت یا کئی طاقتوں کا مجموعہ بھی مغلوب نہیں کر سکتا۔ ہم تعداد میں کم ہونے کے باوجود فتح یاب ہوں گے اور اسی طرح فتح یاب ہوں گے جس طرح مٹھی بھر مسلمانوں نے ایران و روم کے تختے الٹ دیئے تھے۔ (11 جولائی 1946ء حیدر آباد دکن)

میں انتہائی مسرت کے ساتھ پاکستان کے باشندوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ 14 اگست کا خود مختار اور آزاد دن پاکستان کا پیدائشی دن ہے۔ آج کا یہ دن مسلمانوں کی گذشتہ چند برسوں کی قربانیوں اور جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اس انتہائی مسرت آگئیں لمبے میں میرے دل میں ان بہادر لوگوں کی یاد تازہ ہو رہی ہے جنہوں نے پاکستان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ میں ان بہادروں کو جو زندہ ہیں اور جو ہم میں موجود نہیں، میں ان کے پسماندگان کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان ان کا رہن منت ہے گا اور جو ہم سے ابدی جدائی اختیار کر چکے ہیں، ان کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔

قیام پاکستان نے اس ریاست کے شہریوں پر عظیم فرائض کا بوجھ ڈال دیا ہے۔ پاکستان میں ہمیں بتانا ہے کہ مختلف عناصر کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح امن و صلح کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور کس طرح سب متحد ہو کر شہریوں کی بھلائی کے لئے بغیر نسل و ملت کا امتیاز کئے..... جدوجہد کر سکتے ہیں۔ ہم خود اس سے رہنا چاہتے ہیں اور اپنے قریبی ہمسایوں سے پر امن رہنے کے خواہشمند ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا امن و امان کی زندگی بسر کرے۔ ہم اقوام متحدہ کے چارٹر پر اعتماد رکھتے ہیں اور اقوام عالم کی فلاح و بہبود ہمارا فرض ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک متحدہ قوم ہیں اور ان کا مطالبہ حق اور انصاف پر مبنی تھا۔ ہمیں اپنے حق پسندانہ مطالبے کے پورا ہونے پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے اور پروردگار سے دعا کرنا چاہئے کہ وہ ہمیں اپنے فرائض پورا کرنے کی توفیق دے۔ آج غلامی کا چولا اتار کر پھینک دیا گیا اور ہماری قومی زندگی کا نیا دور شروع ہو رہا ہے۔

سب سے آخر میں مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ میرے ساتھی اب یہ نہ بھولیں کہ پاکستان تقدیر کی لحاظ سے ایک بہت بڑا ملک ہے، لیکن اس کو مسلم قوم کے رہنے کے قابل بنانے کے لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی تعمیر میں اپنی طاقت کا ایک حصہ صرف کر دیں۔

مجھے پورا یقین ہے کہ ہر شخص میری اس اپیل کا خلوص دل سے خیر مقدم کرے گا۔ پاکستان زندہ باد! (15 اگست 1947ء کو قائد اعظمؒ کی تقریر سے جولاہور، پشاور اور ڈھاکہ کے ریڈیو سیشنوں سے براڈ کاسٹ کی گئی)

ملی ترانے

یاد کرتا ہے زمانہ ان ہی انسانوں کو

یاد کرتا ہے زمانہ ان ہی انسانوں کو
روک لیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو
آپ ہی آپ تڑپنے کا مزہ لیتے ہیں
اپنے ہر غم کو وہ سینے سے لگا لیتے ہیں
غم سے ڈرتے ہوئے دیکھا نہیں دیوانوں کو
یاد کرتا ہے زمانہ ان ہی انسانوں کو
مسکراتا ہے کوئی بھرتا ہے آپیں کوئی
چل دیا پھر سے اپنوں کے نگاہیں کوئی
رہ گیا دل کے دبا کر کوئی ارمانوں کو!
یاد کرتا ہے زمانہ ان ہی انسانوں کو
روک لیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو
یاد کرتا ہے زمانہ ان ہی انسانوں کو
ان کی ہمت پہ خوشی ناز کیا کرتی ہے
زندگی ان کے قدم چوم لیا کرتی ہے
جو بہاروں سے سجا دیتے ہیں ویرانوں کو
یاد کرتا ہے زمانہ ان ہی انسانوں کو!

جگ جگ جیئے میرا پیارا وطن

جگ جگ جیئے میرا پیارا وطن
لب پہ دعا ہے دل میں لگن!!
میرے وطن تو سب کیلئے جان سے بڑھ کر پیارا ہے
ان گل رنگ فضاؤں میں تجھ ہی سے اجیارا ہے
تیرا ہر اک ذرہ ہے کرن!!
جگ جگ جیئے میرا پیارا وطن
ہر پل تیری عظمت کے افسانے دہرائیں گے
جب تک بھی ہم زندہ ہیں گیت تیرے ہی گائیں گے
تیری امانت میرا فن!!
جگ جگ جیئے میرا پیارا وطن
اللہ رہتی دنیا تک رکھے سلامت شان تیری
تیرے دم سے ہم زندہ ہیں ہم سے ہے پچان تیری
تجھ پہ نچھاور تن من دھن!!
جگ جگ جیئے میرا پیارا وطن

اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان

یوں دی ہمیں آزادی کہ دنیا ہوئی حیران
اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان!
ہر سمت مسلمان پہ چھائی تھی تباہی
ملک اپنا تھا غیروں کے ہاتھوں میں تھی شاہی
ایسے میں اٹھا دین محمد کا سپاہی
اور نعرہ تکبیر سے دی تو نے گواہی
اسلام کا جھنڈا لے آیا سر میدان
اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان!
دیکھا تھا یہی اقبال نے اک خواب سہانا
اس خواب کو اک روز حقیقت تھا بنا!
یہ سوچا جو تو نے ہنسا تجھ پہ زمانہ!
ہر حال سے چاہا تجھے دشمن نے ہرانا
مارا وہ تو نے داؤ کہ دشمن بھی گئے مان
اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان
لڑنے کا دشمنوں سے عجب ڈھنگ نکالا!
نہ توپ نہ بندوق نہ تلوار نہ بھالا
سچائی کے انمول اصولوں کو سنبھالا!
جناح تیرے پیغام میں جادو تھا نرالا!
ایمان والے چل پڑے سن کر تیرا فرمان
اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان
پنجاب سے بنگال سے سارے جوان چل پڑے
اور قائد ملت بھی چلے ہونے کو قربان
نقشہ بدل کے رکھ دیا اس ملک کا تو نے
سایہ تھا تیرے سر پر محمدؐ کا علیؑ ساتھ تھے تیرے
دنیا سے کہا تو نے کوئی ہم سے نہ اچھے!
لکھا ہے اس زمین پہ شہیدوں کے لو سے
آزاد ہیں آزاد رہیں گے یہ مسلمان
اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان
ہے اب تک ہمیں وہ قیمت کی گھڑی یاد
بولی تیری روح نہ سمجھو اسے فریاد
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
گر وقت ملے ملک پہ ہو جاؤں قربان
اے قائد اعظم تیرا احسان ہے احسان

سوہنی دھرتی اللہ رکھے

سوہنی دھرتی اللہ رکھے
قدم قدم آباد تجھے
تیرا ہر اک ذرہ ہم کو
اپنی جان سے پیارا!
تیرے دم سے شان ہماری
تجھ سے نام ہمارا
جب تک ہے یہ دنیا باقی
ہم دیکھیں آزاد تجھے
سوہنی دھرتی اللہ رکھے
قدم قدم آباد تجھے

اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں

اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں
ساخھی اپنی خوشیاں اور غم ایک ہیں ہم ایک ہیں
اس پرچم کے سائے تلے.....
اس چمن کے پھول ہیں سارے ایک گگن کے
سائے

ایک سمندر میں گرتے ہیں سب دریاؤں کے
دھارے

اس پرچم کے سائے تلے.....
ایک ہی خوشی کے ہیں مسافر ایک منزل کے راہی
اپنی آن پر مننے والے ہم جاننا سپاہی
بند مٹھی کی صورت ، باہم ایک ہیں ہم ایک ہیں
اس پرچم کے سائے تلے.....
پاک وطن کی عزت ہم کو اپنی جان سے پیاری
اپنی شان ہے ان کے دم سے یہ ہے آن ہماری
اپنے چمن میں پھول اور شبنم ایک ہیں ہم ایک ہیں
اس پرچم کے سائے تلے.....
ساخھی اپنی خوشیاں اور غم ایک ہیں ہم ایک ہیں
اس پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں
اس پرچم کے سائے تلے.....

ملی ترانے

مری پاک زمیں

مری پاک زمیں مری پاک زمیں
 مرا غم، ہوا دم، مری جاں ہے تو
 مری پت، مری چھب، مری چھاں ہے تو
 سدا سکھ جیوے، سدا خوش تھیوے
 مری پاک زمیں مری پاک زمیں
 ترے گوٹھ، گراؤں، شہروں کو
 تری نہروں کو تری لہروں کو
 چپ رستوں، گم میدانوں کو
 ان کھیتوں، ان کھلیاؤں کو
 گیٹوں، چروں سے بھر دیں گے
 تجھے جگمگ جگمگ کر دیں گے
 مری پاک زمیں مری پاک زمیں
 تری ریت سے کھیت سوائیں گے
 ترے سنگ سے رنگ اچھالیں گے
 تری فوت دم دم باجے گی!
 ترے سوسے کیت بگاڑیں گے
 ترے نام کا میلہ بھر دیں گے
 تجھے جگمگ جگمگ کر دیں گے!
 مری پاک زمیں مری پاک زمیں
 پھولوں کو صبا مل جائے گی!
 خوابوں کو قبا مل جائے گی
 ترے دھندلے رنگ نکھاریں گے
 ترے اچھے بال سنواریں گے
 ہر بام پہ سورج چمکے گا!
 ہر صحن میں چاند اتاریں گے
 تجھے درختیوں سے بھر دیں گے
 تجھے جگمگ جگمگ کر دیں گے
 مری پاک زمیں مری پاک زمیں
 تو وارث پاک اجالوں کی
 تو دھرتی شیر جیالوں کی!
 تری خوشبو کو چھلکائیں گے
 ترے پیار کی جگمگی گائیں گے
 ترے بھٹی، راشد اور سرور
 تری عزت پر مرجائیں گے
 لیکن تجھے زندہ کر دیں گے
 تری مانگ گلوں سے بھر دیں گے
 تجھے جگمگ جگمگ کر دیں گے
 مری پاک زمیں مری پاک زمیں

میں بھی پاکستان ہوں تو بھی پاکستان ہے

میں بھی پاکستان ہوں تو بھی پاکستان ہے
 تو تو میری جان ہے تو تو میری آن ہے
 تو میرا ایمان ہے تو میرا ایمان ہے
 میں بھی پاکستان ہوں تو بھی پاکستان ہے
 کتنی ہے یہ راہ عمل آؤ ہم سب ساتھ چلیں
 مشکل ہو یا آسانی ہاتھ میں ڈالے ہاتھ چلیں
 و مگر ہے پنجاب اگر دل اپنا مہراں ہے
 میں بھی پاکستان ہوں تو بھی پاکستان ہے
 تو تو میری جان ہے تو تو میری آن ہے
 گلشن ہو یا بیڑت ہو ہم سے کوئی دور نہیں
 کس کس کی تعریف کریں ہر گوشہ ہے آپ حسین
 سورج ہے سرحد کی زمین چاند بلوچستان ہے
 میں بھی پاکستان ہوں تو بھی پاکستان ہے
 پاکستان عقیدہ بھی پاکستان یقین بھی ہے
 پاکستان نظریہ بھی پاکستان زمین بھی ہے
 رنگ برگی دنیا میں اسکی یہ پہچان ہے
 میں بھی پاکستان ہوں تو بھی پاکستان ہے
 تو تو میری جان ہے تو تو میری آن ہے
 تو میرا ایمان ہے تو میرا ایمان ہے

دشمنو تم نے اس قوم کو لکارا ہے

کعبہ ہے جن کی جبینوں میں
 قرآن ہے روشن سینوں میں
 اللہ کا جن کو سہارا ہے
 دشمنو تم نے اس قوم کو لکارا ہے
 ہم جب بھی ہلائی پرچم کو لہرا کے قدم بڑھاتے ہیں
 جھٹکتا ہے فلک ملتی ہے زمیں بت خانوں کے بت
 گر جاتے ہیں
 باطل کو ناکام بنا دنیا میں کام ہمارا ہے
 ظالمو تم نے اس قوم کو لکارا ہے
 عباس و خالد کی تلواروں کی جھکار ہیں ہم
 دشمن کو مٹانے کی خاطر شمشیر بکف تیار ہیں ہم

یہ دلیں ہمارا ہے

یہ دلیں ہمارا ہے اسے ہم نے سنوارا ہے
 اس کا اک اک ذرہ ہمیں جان سے پیارا ہے
 یہ دلیں یہ دلیں یہ دلیں ہمارا ہے
 یہ دلیں ہمارا ہے اسے ہم نے سنوارا ہے
 مزدور بھی ہم اس کے دھقان بھی ہم اس کے
 اللہ کی رضا سے ہیں نگہبان بھی ہم اس کے
 رنگ اس کو دینے ہم نے اسے ہم نے نکھارا ہے
 یہ دلیں ہمارا ہے اسے ہم نے سنوارا ہے
 اس کا اک اک ذرہ ہمیں جان سے پیارا ہے
 یہ دلیں یہ دلیں یہ دلیں ہمارا ہے
 مزدور بھی ہم اس کے دھقان بھی ہم اس کے
 اللہ کی رضا سے نگہبان بھی ہم اس کے

یہ تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے

یہ تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے
 یہ تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے
 اس پہ دل قربان اس پہ جان بھی قربان ہے
 ہو اس پہ دل قربان اس پہ جان بھی قربان ہے
 اس کی بنیادوں میں ہے تیرا لو میرا لو
 اس سے تیری آبرو اس سے میری آبرو
 اس سے تیرا نام ہے اس سے میری پہچان ہے
 اس پہ دل قربان اس پہ جان بھی قربان ہے
 تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے
 اک دیار نور نکت پاک یہ مہراں ہے
 نور آنکھوں کا میری خاک بلوچستان ہے
 دل ہے سرحد کی زمیں پنجاب جسم و جان ہے
 اس پہ دل قربان اس پہ جان بھی قربان ہے
 تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے
 یہ میرے قائد کی جیتی جاگتی تصویر ہے!
 حضرت اقبال کے خوابوں کی تعبیر ہے
 یہ وطن پیارا وطن سرپایہ ایمان ہے
 تیرا پاکستان ہے یہ میرا پاکستان ہے

اے مرد مجاہد جاگ ذرا

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
اللہ کی رحمت کا سایہ
توحید کا پرچم لہرایا

اے مرد مجاہد جاگ ذرا
اب وقت شہادت ہے آیا
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
سر رکھ کے شہید پر آنا
ہے ظلم سے تجھ کو لڑانا

ایمان کا ہے رکھو لڑا
اسلام کا ہے مٹا لڑا

ایمان ہے تیرا سرمایہ
اے مرد مجاہد جاگ ذرا
یہ وقت شہادت کا آیا
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
رکھ سر پہ کفن میدان میں آ
تجہر تھی تقدیر تیری

سب دنیا ہے جاگیر تھری
تاریخ نے ہے یہ بتلایا
اے مرد مجاہد جاگ ذرا
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

قاتل کی نظر لپٹائی ہے
انسان پہ تنگ خدائی ہے
سر کھڑے دیکھ ابھارا ہے
اسلام کو پھر لکھارا ہے

تقدیر نے یہ دن دکھلایا
اے مرد مجاہد جاگ ذرا
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

جان جاتی ہے بے شک جائے
پرچم نہ تیرا جھکنے پائے

غازی کو موت سے کیا ڈر ہے
جان دینا جماد اکبر ہے

قرآن میں ہے یہ فرمایا
اے مرد مجاہد جاگ ذرا
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

محبوب خدا کے پروانے
دہر اجداد کے افسانے

پیغام اخوت دیتا ہے
یہ کام بھی سے لینا ہے
پھر کفر مقابل ہے آیا
اے مرد مجاہد جاگ ذرا

اب وقت شہادت ہے آ
اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

ہم تائبہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں

ہم تائبہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں
ہم مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ ہیں

ہم مصطفیٰ ہیں
دین ہمارا دین مکمل
استعمار ہے باطل ارذل
خیبر ہے جدوجہد مسلسل
عند اللہ، عند اللہ

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
سبحان اللہ، سبحان اللہ، یہ وحدت فرمائی

روح اخوت مقرر قوت مرحمت رحمانی
سب کی زباں پر سب کے دلوں میں ایک نعرہ قرآنی

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
ہم تائبہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں

ہم مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ ہیں

پاکستان کا مطلب کیا؟

پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ

ہادی و رہبر سرور دین، صاحب علم و عزم و یقین
قرآن کی مانند حسین، احمد مرسل صل علی

پاکستان کا مطلب کیا؟
تجھ میں ہے خالد کا لہو! تجھ میں ہے طارق کی نگو
شیر کے چلے شیر ہے تو، شیر بن اور میدان میں آ

پاکستان کا مطلب کیا؟
جرات کی تصویر ہے تو، ہمت عالمگیر ہے تو

دنیا کی تقدیر ہے تو، آپ اپنی تقدیر بنا
پاکستان کا مطلب کیا؟

چھوڑ تعلق داری چھوڑ، اٹھ محمود بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ، غیر اللہ کا نام مٹا

پاکستان کا مطلب کیا؟
نغصوں کا اعجاز یہی، دل کا سوز و ساز یہی

پاکستان کا مطلب کیا؟
پنجابی ہو یا افغان، مل جاتا شرط ایمان

ایک ہی جسم ہیں ایک ہی جان، ایک رسول اور ایک
خدا

پاکستان کا مطلب کیا؟
شب ظلمت میں گزاری ہے، اٹھ وقت بیداری ہے

جنگ شجاعت جاری ہے، آتش و آہن سے لڑ جا
پاکستان کا مطلب کیا؟

مذہب ہو تہذیب کہ فن، تیرا جدا گانہ ہے چلن
اپنا وطن ہے اپنا وطن، غیر کی باتوں میں مت آ

پاکستان کا مطلب کیا؟
اے اصغر اللہ کرے، ننھی کلی پروان چڑھے

پھول بنے خوشبو مہکے، وقت دعا ہے ہاتھ اٹھا
پاکستان کا مطلب کیا؟

دل و دل پاکستان

دل پاکستان
جان پاکستان

ایسی زمیں اور آسمان جن کے سوا جانا کہاں
بڑھتی رہے یہ روشنی چلتا رہے یہ کارواں

دل پاکستان
جان پاکستان

دل سے ملتے ہیں تو پیار کا چہرہ بنتا ہے
پھول جو اک لڑی میں پروو تو سہرہ بنتا ہے

دل پاکستان
جان پاکستان

ایسی زمیں اور آسمان جن کے سوا جانا کہاں
بڑھتی رہے یہ روشنی چلتا رہے یہ کارواں

دل پاکستان
جان پاکستان

گھر اپنا تو سب کو جی جان سے پیارا لگتا ہے
ہم کو بھی یہ ہر وقت جان سے پیارا لگتا ہے

دل پاکستان
جان پاکستان

ٹیمپو کی دُنیا
رنگوں کی دُنیا



ٹیمپو

فائبر ٹیپ



سید انجینئرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۴۰۔ احمد پارک کارڈن ٹاؤن لاہور، پاکستان۔
فون: (۹۲-۳۲) ۵۸۴۶۴۸۴ (۵۸۴۶۴۸۴-۹ رتین لائنیں) ۵۸۴۵۸۴۸-۹
ٹیکس: ۴۲۱۹۰ سید پی گے۔ کیبل: ٹیمپو پیٹر-
فیکس: (۹۲-۳۲) ۵۸۴۵۸۴۴

صفحات نام پایے

بروقت دست جوابات بھیجنے والے ساتھی = ترتیب = عدنان احمد

ناہید اختر لاہور کرن مجید لاہور تائبہ مجید لاہور آمدہ حرم صادق لاہور علی طاہر جڑانوالہ ذرہ علی ملتان نیملہ یاسین سرویا مقدس شباز سرویا شیخوپورہ عقیل نواز صدیقی ملتان عابد علی راسم دکن شرر خشتہ جنیں فیصل آباد صاحبہ اقبال بچھال کلاں بلچہ موش پیر محل نورین قوم لاہور عمیرہ خان لاہور ساجد محمود لودھراں عرفان الحق سکروال سلیمان احسان میرپور چوہدری قاسم سسعو سرویا شیخوپورہ جمالیہ الحسن شاہ سعیدہ خان فیصل آباد شامیہ سعید اسلام آباد عارف شہزاد دکن شہ سیدہ نیلو نورین آفتاب باگی بکھر رشتہ نصر اللہ ذکی کوٹ مسرت شایین گوجرانوالہ سعیدہ فاروق لاہور وسم طارق شیخ گشتہ نورین محمد شعیب صدف نورین الیاس احمد ہاڑی عقیہہ سلیم مرزا عاصم منیر کھاریاں غلام مرتضیٰ کوٹ سندھ حنا شہدہ حنا بیگم عابدہ بڑا ڈی بی خان محمد آصف کراچی محمد شاہد کریم ملتان قرۃ العین راولپنڈی فتح محمد چوہدری میرپور شہزاد رفیق سرگودھا محمد ارشاد رحیم یار خان محمد عرفان شاہ ننگرہ صاحب شہلا افروز روزی بیچی وطنی نور عاصمہ ریاض الحق ننگرہ صاحب سیف الرحمن نواب شاہ راحت شمیم پاک پتن شریف رب نواز سیال ہمدان پور محبوب ناز مغل میرپور ملک محمد اعجاز شیخو دھراں رانا محمد اکرم گجرات فیصل الرحمن خانیوال فیصل آباد محمد عبداللہ قلی ملتان نوشین گل گوجرانوالہ آصف رضا گوجرانوالہ روینہ شایین طارق آباد ملتان عابدہ کریم ملتان جاوید اقبال رمضان علی طاہر اقبال راجہ پروین وجاہت علی شمیم شاپرین ملتان ماریہ شفیق شور کوٹ ساجد حسین جعفری بہاولپور قاسم کریم ملتان آصف علی ایل شیخوپورہ محمد ایاز ناصر رحیم یار خان رحمان احمد سیالوالی نوید شہزاد واہ کینٹ رانا شاد انجم رانا تسلیم اختر خانیوال عبدالغفور حافظ آباد رانا ارشد عمران خانیوال نیلو نورین عام منیر خان صوفی نیکم خانیوال محمد انعام الحق روگی چکوال محمد اسل خانیوال قبل حسین انک شاہد کریم ملتان عامر اسلم مغل علی پور محمد عمران حیات ذریہ غازی خان علی رضا واہ کاڑہ شاہد محمود قریشی انک نوید نذر لاہور نویدہ آفتاب عاصمہ نورین تلہ گنگ تسمیر لودھی یلین لودھی بیچی وطنی زاہدہ احمد دین اوکاڑہ فہد طالب عائشہ طاہر راولپنڈی ثویہ طالبہ جاوید اقبال سید ضمیر الدین ناز لودھراں سیال محمد نواز کوٹ رادھا کشن زاہدہ پروین زین سرگودھا علی میر افضل لودھراں عائشہ اشرف چوہدرہ اختر رسول شیخوپورہ غزالہ مقبول تنہم شہزاد تنہم طاہر عباس تنہم محمد خرم رشید مقبول احمد وھاری محمد دلشاد خان انجم ساجدہ میلی عدنان احمد ملک فرح عباس میرپور شوکت علی سندھ طاہر خالہ یاسین بیگ نوشہہ کینٹ بہاول اگاز راولپنڈی سیدہ رخشہ سرتاج اہیت فرخ منڈیاں شاہد پروین آزاد کشمیر سلمہ خالہ پرویز گجرات ندیم احمد لاہور ساجد رسول گوجرانوالہ راہدہ رؤف خان سہیوال حافظ نفعت محمود مسرت محمود عمارہ محمود مظفر آباد محمد افضل حسین محمد ندیم اشرف ارشد علی پرس فیصل آباد ارجہ انجم خانیوال فرح ناز انجم خانیوال محمد عمران راولپنڈی آسیہ حنیف مغل جملہ شوال شیخ بیگم ثلیر اقبال نادرہ عمر اقبال نادرہ چوہدری محمد اقبال نادرہ سارہ اقبال نادرہ عمرہ اقبال نادرہ فہمیدہ اقبال نادرہ ملتان و حینہ عبدالحق لاہور زیب النساء فیصل آباد عبدالحق قصور فوزیہ حنیف مغل جملہ ثویہ خانم ہمدان پور رفیق شاہد دیشان آغا پاک پتن محمد عقیل جھنگ عظمت جاوید راولپنڈی موش بختل عفت انیس جھنگ فیصل حسن خان لاہور محمد اسے بھیمہ سرگودھا محمد طارق سبحان ڈی بی خان سارہ صفدر ذریہ غازی خان سید عمران حیدر شیری سرگودھا غلام مرتضیٰ کوٹ گورہ محمد احمد سکروال میر شفیق جڑانوالہ سلمان ارشد عائشہ ارشد عامر شفیق جڑانوالہ حافظ عمران خان ایم بی اگلی سیالکوٹ حافظ محمد الیاس گوجرانوالہ سیدہ ناصرہ اختر سید سجاد حیدر امجد نقوی حافظ آباد محمد بلال لاہور شہزاد محمد سہیل مغل لاہور محمد رضا بکھر سردار کاشف رب نواز کوٹ محمد عثمان بیگ انک محمد صہیب سلطان فیصل آباد محمد شعیب سلطان فیصل آباد کامران سلامت ثویہ بیگ سنگھ تانا زمان لاہور زین فیصل فیصل آباد میر ناز لاہور طیبہ شہزادہ سیالکوٹ راجہ راشد محمود ثویہ بیگ سنگھ وحید اسلم سیالکوٹ رحمت اللہ بشیر گجرات سعید انان خان فیصل آباد عابدہ انصاری بیڈانہ غازیہ بنارس آسیہ بنارس شاخرم کیانی جڑانوالہ محمد سلیم اختر خاور مظفر ہاڑی محمد کامران فہیم عاتق خانیوال سید شہزاد حسن شہزاد سرگودھا زربینہ اشتیاق علی لاہور کاشف اشعر کاشف میرپور غلام یلین ملتان حمیرا خان گوجرانوالہ جمیل احمد خان خانیوال ارشد مناش میرپور لبنی منظور سہیوال فیالہ رحمان ضاحیہاں کینٹ محمد سرور تلہ گنگ امجد عزیز میرپور سید جرنیل احمد چکوال روپی بانو لاہور عدنان حسین ہمدان مگر طاہر شیخ لاہور فیصل ندیم بیگ انک تنویر احمد مغل فیصل آباد کامران علی لاہور حریم اقبال لاہور محمد اکمال خان ملتان محمد کامران شاہ ننگرہ صاحب عاصم محفوظ چکسوری آزاد کشمیر سعید ظہیر لاہور عمارہ شہ مظہر گڑہ معز حسن خانیوال خالد لوگی وحید اسلم گوجرانوالہ حسن جمیل سندھ گوجرانوالہ عدیل کبہہ مظفر گڑہ نادیہ ریاض لاہور چوہدری محمد عارف سہتی میرپور سارہ وجدانی مظفر گڑہ محمد فیاض لاہور محمد آصف جاوید خان ثویہ شریف سدرہ افضل لاہور ماہرہ افضل لاہور محمد اختر کمالیہ وقار افضل لاہور محمد صدیق عمر انجم محمد عمران شاہ انجم گوجرانوالہ عذرا وجدانی مظفر گڑہ طاہرہ اقبال

لاہور شفیق احمد نعمانی روینہ کنول نارووال شاہد سلیم سہبب شیخوپورہ محمد افضل ہاڑی سعیدہ طارق بشری طارق اسلام آباد شہزادہ انجم کاشف نذر ہمدان مگر شیخ عثمان اختر ہاڑی گشتہ قادر مظفر گڑہ راشدہ خان سکھر محمد شجبان میر قولہ ہمدان مگر زبیر الاسلام کروز پکا محمد یوسف شینہ منظور ہمدان پور محمد شمشاد میاں پنڈن طاہر محمود کراچی محمد آصف پاک پتن و بیہ یوسف وقار حسن لاہور حفصہ خان فیض آباد میر خان لودھراں فواد جاوید میر سیالکوٹ محمد عرفان بشیر محمد امجد بشیر کاندھل عرفان ارشد نوید احمد مصباح ارشد نبیل محمد رضوان صادق آباد غلام عباس صدیقی خانیوال رشیدہ ظہور گلہ کانام نہیں لکھا۔ عابد حسین عابد ہاڑی۔ ہما منظور آزاد کشمیر۔

صہیبہ خانم خانیوال۔ حمیرا سر فراز لاہور۔ اسمیہ صدیقی کمالیہ۔ وقار احمد اعوان۔ شیخوپورہ۔ محمد کاشف محمود پور۔ شمس الرحمن۔ حویلیاں۔ راؤ محمد فرمان خان۔ ضلع ہاڑی۔ شمرن حسین ہاڑی۔ محمد عمران ہمدان پور۔ فرح کلثوم۔ راؤ بکھر۔ سیف اللہ۔ لیاقت علی نازنگ منڈی۔ افزونہ مجاہد کھڑان۔ تونسہ شریف۔ شاہد محمود جھنگ۔ محمد ضیالحق ثویہ بیگ سنگھ۔ شکیل احمد چوہدری ثویہ بیگ سنگھ۔ محمد عثمان خان نصران خان عبید الرحمن ملتان۔ مظہر عباس۔ کوٹ سلطان۔ عامر محمود طاہر اوکاڑہ۔ زاہد کوٹکھ خوشاب احمد علی سفیان سرگودھا۔ محمد زبیر انک ناصر جمال سیالکوٹ۔ عمر مختار ہمدان پور۔ عبدالوہید شہزادہ احمد رضا منظور آباد راحت شوکت سہیوال محمد آصف رضا حاصل پور۔ میرا شوکت سہیوال۔ توصیف احمد شہروان۔ وسم نذیر لاہور۔ محمد اسلم چکوال۔ پرس راشد آکاش ملتان۔ سیف الرحمن عابد الرحمن منڈی ہمدان پور۔ عامر مرتضیٰ کماؤ کلاں۔ محمد اشرف سہیوال۔ عبیدہ مجید بیٹہ مظفر گڑہ۔ شبنم اشرف فیصل آباد۔ جویریہ حمید سہیوال۔ سیدہ صابریہ نیسلا۔ ناز مین خٹری ڈی آئی خان۔ ندیم احمد راولپنڈی۔ سید عسیر عباس شاہ (چاہہ منور شاہ) ڈی آئی خان الطاف حسین ہاڑی محمد کاشف عارف والا احمد رضا صادق آباد۔ حسین رضا جھنگ۔ عاتق نصیر سیال گجرات۔ اسحاق فیصل آباد۔ اقبال احمد گجرات۔ عمر خوشنود لاہور۔ محمد شاہد محمد وسم محمد طیب محمد ندیم محمد نعمان محمد عثمان حافظ آباد۔ محمد شاہد حنیف حافظ آباد۔ محمد عظیم جوہیہ۔ قصور آصف خان لودھی میرپور خاص۔ شہناز نواز اوکاڑہ۔ رانا ارشد اقبال جھنگ۔ ثویہ خالدت گوجرانوالہ۔ نیاز علی شاہ۔ علی رضا لاہور۔ نجمہ شمیم میرپور۔ وجیہ انور گوجرانوالہ۔ شہزاد کنول دکن شر۔ محمد علی (پیر شوگر ملز لینڈ) رفیع الحسن چکوال۔ شائستہ رضی عارف والا۔ میمونہ حبیبہ سید کلوٹ۔ امان اللہ نفیس ملتان۔ محمد زبیر ارشد ملتان۔ نوین رضی عارف والا۔ آریس جٹ نیو ملتان۔ رانا عظیم وکیل۔ ذریہ غازی خان۔ عمران عباس امین آباد۔ ماحارہ جان کھڑا نیوالہ۔ ندیم احمد جٹ آفتاب احمد جٹ نوید احمد جٹ وقار احمد جٹ کراچی۔ عامر ریاض گجرات۔ سید سارہ عزیز شاہ شیخوپورہ۔ محمد اعجاز پرس۔ راولپنڈی گلگاتہ لطیف رائے کوٹ۔ ذیشان اشرف مغل گوجرانوالہ۔ جمیل احمد سومرو۔ بدین سندھ۔ روزنہ بیٹا لودھراں بیگم خانیوال فزانہ بانو خانیوال۔ محمد عمر اسلام لاہور محمد صادق حسین سیال گجرات۔ ناز عابدہ۔ عز احمد۔ فیصل حامد۔ عیسیٰ حامد۔ سندھ محمد طاہر حفصہ مسکی ملک عرفانوق۔ مایندہ منٹولاہور۔ راسا رفیق کوٹ شہیر حسین سن ملتان۔ محمد عدنان خیر نارووال۔ ملی ذوالفقار ملتان۔ نائلہ محمد علی نارووال۔ محمد احمد نواب شاہ۔ سعیدہ احمد مظفر آباد۔ رضوانہ انور سیالکوٹ۔ قیصر محمود رضا گجرات۔ عزیز احمد نیلہ قائد آباد۔ فرخ نذیر شیخوپورہ۔ طاہر نذیر شیخوپورہ۔ رانا سلمان احمد ملتان۔ نوید احمد گل جھٹ۔ فوزیہ کنول خانیوال۔ محمد رحمان ننگرہ صاحب۔ خالدہ محمود انجم میرپور۔ محمد عرفان میٹھو راجپوت۔ سیالکوٹ صاحبہ اعجاز میرپور خاص۔ سعیدہ طالب ہمدان پور۔ زبیدہ خان شیخوپورہ۔ نادیہ حسن لاہور نادیہ مغل خرم شہزاد لاہور۔ سدرہ مسعود سارہ مسعود حمزہ مسعود۔ نازیہ زریں۔ خرم طارق بکلو گوجرانوالہ۔ فوزیہ یلین شیخوپورہ فرح اعجاز ننگرہ صاحب عائشہ اکرام لاہور۔ مختار علی کبہ شیخوپورہ۔ ناصر نیاز اوکاڑہ۔ محمد ظہیر عباس لاہور۔ عبدالرحمان عابدہ قصور شانہ۔ مدیحہ۔ سمیرا۔ شیریں چوہدری عثمان اسلم پاشا کمالیہ محمد عرفان اقبال گورہ۔ صاحبہ شمس شیخوپورہ۔ ہما شمس شیخوپورہ۔ ظہیر احمد ہار خانیوال۔ خالدہ محمود یلین۔ شیخ محمد اعجاز ہمدان خانیوال۔ اسماء حمید شعیب حمید ہمدان پور۔ شبنم ایم اسے ہاڑی۔ رباب سلیم کیانی سکھر عظمیٰ خالد قریشی کوٹ رادھا کشن احمد رضا سید لاہور محمد عباس تاج الہ لاہور۔ غلام قادر لغاری بدین۔ ندیم نذیر لاہور۔ یاسر حبیب مین کوٹ محمد افتخار الحسن کوٹ اود۔ روزنہ اشتیاق علی لاہور۔ محمد زاہد شریف لودھراں قیصرہ ریاض حویلیاں کینٹ لبنی طارق نیسلا۔ خرم ڈوگر گوجرانوالہ۔ شہلا حنا مظفر گڑہ۔ محمد بلال رحمت علی لاہور۔ غلام حسین قریشی ملتان۔ فیضان ڈار ملتان۔ محمد عاشق حسین نیاز ذیلہ گنگ۔ صاحبہ خالد خان جھنگ۔ عرفان عثمانی لاہور۔ رباب افضل سہیوال۔ یاسمین گل فیصل آباد۔ ظہیر احمد یاسدہ محمود پور۔ غلام یلین خان فیصل آباد۔ محمد سلطان صابری لاہور۔ فرغام الاسلام کیانی فیصل آباد۔ ساجدہ فیض نور احسن۔ جانو وجاہت۔ گوئی۔ نوشی۔ کاشی۔ عائشہ۔ راولپنڈی۔ علی رضا لاہور۔ اساوگر سندھ۔ محمد نوید اسلم راشد اسلم۔ سعیدہ اسلم۔ زبیر اسلم۔ سمیرا اسلم۔ فتح پور۔ محمد ناصر جمالیہ احمد حسین اتحادی۔ محمد حسین اتحادی خانیوال۔ مسرت حسین لودھراں۔ ارم اسلم رائے کوٹ۔ ندیم عالم شیخوپورہ۔ نقاش یوسف ملتان کینٹ۔ محمد آصف خرم پور۔ ساجد علی ملتان۔ محمد ذاکر نوید چہرہ سرگودھا۔ مشر جاوید اقبال لال خان گوجرانوالہ۔ سعیدہ پروین۔ جملہ۔ گل ناز۔ تبسم خانیوال۔ غلام تنگہ جاوید فیصل آباد۔ ملک عمران وسم خانیوال۔ نوید انور نوگر گوجرانوالہ۔ علی حیدر ریاض شیخوپورہ۔ شہزاد شوکت ثویہ بیگ سنگھ۔ مدیحہ علی میر سیالکوٹ محمد عارف گورہ۔ خضر عزیز انک۔ تنویر یونس مانوالہ۔ عمارہ جاوید سہیوال۔ محمد احمد عقیل۔ ماموں کاجن۔ ایم آئی جاوید سہیوال یاسر مقصود ماموں کاجن کاشف ریاض عثمان شہیر مغل لاہور۔ ارم ارشد ثویہ بیگ سنگھ۔ محمد عثمان غنی منڈی ہمدان پور۔ وقیہ

حمید فیصل آباد۔ محمد شریف سرگودھا۔ محمد رضوان بشیروال۔ امیر شاہد لاہور۔ مدیر ضیا سیکولٹ۔ شازبہ عابد گوجرانوالہ۔ فوزیہ زریں گوجرانوالہ۔ رانا نور کامران خانیوال۔ شیخ عامر کوٹلواڑ پٹنہ۔ حسن رضا باغی حافظ آباد۔ نوید اختر بہاول پور۔ ناصرہ مقبول گل شیخوپورہ۔ روبینہ کرن لاہور۔ ناہیدہ اختر انانوالہ شیخوپورہ۔ محمد اختر شہزاد بٹ لاہور۔ نیلم نیازی حافظ آباد۔ خرم شہزاد بھٹی سیالکوٹ شاہد شوکت ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ عابد محمود ملکہ ہانس۔ کنول شہزاد انجم رکن۔ علی رضا قریبی۔ محمد سعید۔ حسین۔ حسن۔ نکیت قصور۔ ذرا عائشہ لالہ موسیٰ۔ محمد طارق۔ محمد خالد رشید لاہور۔ قاضی ارشد محمودیہ۔ عامر مقصود ملتان۔ مقدس فاطمہ بھٹی۔ آمنہ منظور شیخوپورہ۔ محمد اعجاز ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ کلیم اللہ ساغر ساہیوال۔ عظمت علی کوٹ۔ نعمان امین بہاولپور۔ مخدوم رشید ملتان۔ وسیم ارشد لاہور۔ عتیق الرحمن جھنگ۔ سید عامر علی بخاری بہاولنگر۔ عائشہ رمضان بھٹی صادق سج۔ محمد شریف پاکپتن۔ محمد عدنان شاہ چیچہ وطنی۔ شازیہ طاہر۔ رمشا اعجاز لاہور عابد علی نارووال۔ منزہ عشرت جلاپور حافظ آباد۔ محمد جمیل ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ ارم خان لاہور۔ عبدالوہید حاصل پور۔ راجہ عمران قصور۔ عرفان وق ساجد لاہور۔ اقصیٰ عمر رکن۔ کامران اکمل بلال فاروق۔ طالب حسین بشیم بہاولنگر۔ عشرہ صدیق سیالکوٹ۔ عامر عمران۔ صائمہ صادق۔ تنویر صادق۔ ساجد پروین صادق گوجرانوالہ ڈیوان اشرف فیصل آباد۔ عشرہ ندیم رائے وندہ سارہ بھٹو تربیلا ڈیم۔ رضوان علی بہاولنگر۔ سنبھل احمد شیخوپورہ۔ ضیاء اللہ خان میر پور بشارت بٹ اوکاڑہ آمنہ شریف نارووال۔ تنویر قاسم خانیوال۔ صائمہ فضل بھگت۔ سنبھل پروانی مظفر گڑھ۔ یاسرہ نورین یوسف لہور۔ سیدہ زب فاطمہ۔ سید تنویر عباس میانوالی۔ ظفر اقبال منڈی بہاولدین۔ مسعود اشرف غل لاہور۔ زہرا خلیل۔ فراز خلیل جھنگ۔ رانا سرور جاوید خانیوال۔ نکیت صابر لاہور۔ سدرہ عبدالقدوس قریشی گوجرانوالہ۔ ایلیتہ زبان انک۔ شائستہ خان اوکاڑہ۔ سید منور عباس۔ آمنہ رائیل لاہور۔ محمد احسن ریاض لاہور۔ محمد قسانندہ گلک۔ الطاف حسین طاہرہاڑی۔ محمد شاہد۔ محمد نسیم۔ محمد طیب حافظ آباد۔ عائشہ محمود تربیلا ڈیم۔ راشد علی راولپنڈی۔ شائستہ بشیر بہاولپور۔ شائلہ اصغر کوٹ۔ عاصمہ رزاق۔ زہیب حسن۔ زینب رزاق لاہور۔ صہم محمود شیخوپورہ۔ سدرہ اسلام اسلام آباد۔ برکت علی ساگھر۔ زاہدہ صدیق۔ عابدہ صدیق خانیوال۔ ایم علی چند سندھ۔ خاور عباس ملتان۔ رضوان احمد خان خانیوال۔ اقبال منور بہاولپور۔ ایم اے ملغانی بلوچ ذریہ غازی خان۔ محمد جاوید علی جھنگ۔ روبینہ کوثر۔ سدرہ ایلیتہ۔ اقرا عسرہ حویلیاں کینٹ ایبٹ آباد۔ نسرین اشرف راجن پور۔ میاں کاشف اوکاڑہ۔ فرحان حمید ساہیوال۔ شائستہ زہیر۔ مسرت زہیر فیصل آباد۔ جمیل بی بی جہلم۔ اولیس ارشد ساہیوال۔ شہزاد شفیع پوچھہ۔ احسان الحق باغی بہاولپور۔ محمد خرم خانیوال۔ صباحت کلثوم سرگودھا۔ ہمارا کامر چکوال۔ صفیہ صدف

نذیر حافظ آباد۔ جاوید رضا رضوی۔ نازش رحوی۔ بشیرہ مریم رانا۔ عظمیٰ طارق ٹیکسا۔ حسن قائم احمد مراد۔ مظہر نوید لاہور۔ صائمہ ممتاز۔ عظمیٰ ممتاز شیخوپورہ۔ آصف جاوید۔ ایمن شہم۔ شاہ رخ ہمایوں۔ پنڈی بھٹیاں سید فیصل عزیز شاہ شیخوپورہ۔ عبدالمنان توقیر نارووال۔ شیخ محمد علی انور سیالکوٹ۔ حافظ ہارون اکرم خوشاب۔ عائشہ یسین۔ جھنگ۔ ندیم احمد گل چلیوٹ۔ فرید احمد شریف راولپنڈی۔ سید بشیر عباس رضوی لاہور۔ ستارہ بھین لاہور۔ خرم افشار لاہور۔ سعیدہ فلیل ساہیوال۔ عائشہ صادق۔ سعیدہ زینب لاہور۔ سلیم طاہر میانوالی۔ نوید مظہر ہاڑی۔ رویتہ ناز راجن پور۔ ستارہ ستار چکوال محمد نوری عمران فیصل آباد۔ سمن سعید لاہور۔ محمد امجد مراد سرگودھا۔ فراسٹ لسانورین شہزادی فیصل کالونی۔ محمد اشفاق آرائیں ملتان۔ جویریہ اختر رحیم یار خان۔ رضوان خان سوہا۔ چودھری محمد شیدا احمد صادق آباد۔ رضوانہ نور ذبی خان۔ عبدالرزاق حافظ آباد۔ طاہرہ انور داسو۔ ایم مختار۔ جمال اوکاڑہ۔ شبیر احمد شاد اوکاڑہ۔ ایم شاہد جمال ایم عدنان جمال دیپالپور۔ حافظ ششیر احمد بٹیان۔ توحید خان سرگودھا۔ فیہا گل بہاول مختار احمد صدفی۔ دیپالپور۔ ذوالفقار لاہور۔ عرفان علی۔ نازیہ علی شاہد علی جگہ کانام نہیں لکھا۔ محمد نصیر جناح چکوال۔ مہہ بھین فکیل وزیر آباد۔

فادہ: ابد ریبی کیشنر ادو بان لاہور

محمد فاروق میانوالی۔ محمد ابرہیم میانوالی۔ سیف اللہ خان میانوالی۔ حفظہ فرید لاہور۔ عبدالرحمان لھاریاں فرخ یامین لاہور۔ محمد مسلم رضا لاہور۔ عثمان صدیق پراچہ۔ مسلم اللہ خان واجد سکرو۔ محمد اسلم محمد بشیر نعلائشہ گوجرانوالہ۔ عائشہ عابد گوجرانوالہ توقیف یامین لودھراں۔ علی باشم خان منج ننگہ۔ امیر شہزادی خاور گوجرانوالہ۔ شفقت نواز۔ رفعت تسکین قرہ۔ شاہد نور قرہ۔ رخسانہ کوثر۔ نازیہ بشیر رحمانہ یامین۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ اسماعیل آزاد کشمیر۔ شہیدہ ایم اے کرپور۔ زہیدہ خانم حاصل پور۔ صائمہ ملازم راولپنڈی۔ عاصمہ امتیاز سیالکوٹ۔ عاصم امتیاز اقصیٰ امتیاز سیالکوٹ۔ آصف امتیاز سیالکوٹ۔ جان محمد چارہ سیرا کنول فیصل آباد۔ عالی قاضیوں۔ علی حسن حافظ آباد۔ نکیت منظور کنول منظور بھگت۔ ملک محمد صابر قمر ہاڑی۔ مبین نارسندھ۔ علی فواد اسلام آباد کوثر پرویز بہاولنگر شازیہ نسیم راجن پور شازیہ مختار راجن پور۔ سحرنا خان ملتان۔ سلیم ملتان۔ نازیہ خالد بٹ۔ ربیعہ حسین حافظ آباد۔ ناصر اقبال ایبٹ آباد۔ ذیشان احمد عباسی ایبٹ آباد۔ محمد آصف چوہان پاک پٹن شریف۔ منصور ہارون بخاریہ۔ محمود اسد محمود ساندھ۔ مسعود احمد ساندھ۔ احمد شہباز اقبال لاہور۔ طیب عمران لاہور۔ الطاف حسین آرائی۔ نندو جان محمد۔ مدیر قیصر لاہور۔ رنس فضل شاہین بہاولنگر۔ خالدہ مقبول احمد شیخوپورہ۔ راشد عزیز رضوان۔ زینب۔ صوفیہ۔ عائشہ قیصر ملتان زاہد پروین انصاری شکر گڑھ صائمہ عابد قادری قصور افشار مختار بہاول پور۔ محمد امین بہاولنگر انظر بن صدیق ملتان عباس رضا بخاری لاہور۔ اعجاز احمد بہاول پور۔ عائشہ سرفراز لاہور۔ صبغہ مریم میر پور عبدالستار وہاڑی۔ میمونہ فردوس لاہور آمنہ جاوید اقبال لاہور میاں سعید احمد میاں رحیم شہزاد گوجرانوالہ عبدالقیوم میر پور سیمرا رحمان لاہور۔ باسط غنی فیصل آباد۔ فضل عبود آفریدی۔ پوری پور شفقہ خالد رائے وندہ راشد منہاش غائب حافظ آباد۔ فریحہ اسلم بہاولنگر عمران فاروق چشتی اوکاڑہ۔ آزاد حسین شاہین دکن شر۔ نعمان عطا اللہ ٹوکر۔ گوجرانوالہ کامران مختار دشتاد رحمان صائمہ اختر منگوال۔ عثمان اسلم بہاولنگر۔ عدیل جیلانی چکوال۔ فصاحت نسیم آیدن شاہ۔ صہیب حسین سرگودھا۔ کلثوم شفیق شکر کوٹ۔ عثمان احمد چند احمد لاہور۔ محمد عثمان روشن منڈی بہاولدین۔ راشدہ ایم ایس کنڈیالہ۔ محمد امجد اقبال بہاولنگر۔ غزبیرہ انجم چکوال۔ یاسر سبیل زرگر امین آباد۔ آفتاب عالم بھٹی ساگھر۔ نصرت گوجرانوالہ۔ فوزیہ صدیق میر پور آسیہ انعام بہاول پور۔ راؤ محمد اقبال ساہیوال۔ عدلیہ چودھری خوشاب۔ رانا محمد اعظم کنول۔ بھائی پیچہ محمد ارشد انجم کوٹ سلطان لیہ۔ راؤ سجاد رشید فیصل آباد۔ صفدر علی وہاڑی۔ سحرش طارق لاہور۔ نازش طارق لاہور۔ میمونہ خانم اوکاڑہ فاتزہ صدف حافظ آباد۔ نوید احمد جاوید بھرگل۔ یاسمینہ الیاس لاہور۔ محمد افضل مغل راولپنڈی۔ محمد سعید لودھراں۔ جواد نیازی سرگودھا۔ خواجہ کامران حفیظ بٹ گوجرانوالہ امجد اقبال ربیلہ کوثر جہلم خرم مقصود لاہور۔ عرفان رشید جہلم خالد سیف جعفر شکر گڑھ۔ محمد اکبر شیر اقبال میانوالی۔ فرناز ندیم وہاڑی۔ نازیہ رشید لاہور شائلہ رشید رائے وندہ طاہر ٹوٹ۔ آمنہ تحریم فاطمہ۔ خرم اوکاڑہ۔ عدیل احمد بہاولنگر۔ تابشہ لٹار خانیوال۔ ساجد عباس اعوان حافظ آباد شائلہ اسد جلال پور بھٹیاں۔ طارق مسعود راولپنڈی خالد شہزاد بھٹو میر پور۔ عمران خان گجر منڈی۔ بہاولدین۔ ساجد غنی فیصل آباد۔ احمر بلال پاشا وہاڑی۔ انیس فاطمہ سیالکوٹ۔ محمد حسین جانی ملتان۔ نوید احمد حاصل پور۔ محمد بشیر سنگھ خیال محمد طیب نظام چودھری اوکاڑہ۔ عمران چودھری خوشاب۔ عرفان احمد انک۔ روشنا صدیقی ساہیوال۔ محمد منصور پشاور پانپور۔ شہزاد تبسم کڑیانوالہ۔ آصف علی اوکاڑہ۔ باسط علی نسیم آزاد کشمیر اسماء ضیاء جڑانوالہ۔ عاطف اکبر پشاور۔ محمد ارشد کمالیہ۔ شائلہ رسول ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ امجد حسین فیصل آباد۔ رحمان بھٹو فیصل آباد۔ نعمانہ امیر اعوان جہلم۔ سید محمد اطہر پانپور۔ قاضی محمد نوید الدین فاروقی کراچی۔ صائمہ خٹنا لاہور۔ منصور اشرف گجرانوالہ۔ زہیرہ ایوب فیصل آباد۔ فرحان گل مغل بہاولپور۔ میر افضل لودھراں۔ فہیل نصیر لاہور۔ سیدہ فوزیہ فاطمہ سندھ۔ راشد محمود لاہور۔ ایلکہ کرن۔ ذیشان ارشد۔ اسد حسین وہاڑی۔ شاہدہ صدیق پراچہ۔ ظہیر اسماعیل پراچہ۔ عبدالحمید خانیوال۔ خرم اسلام خانیوال۔ عروسہ بحر۔ رخسانہ انجم خانیوال۔ اعجاز احمد ساہیوال۔ سیمرا

تعاون: قومی کتب خانہ فیروز پور وڈ لاہور

خانیوال۔ عرفان اکرم منڈی بہاولدین۔ رضوانہ یونس لاہور۔ عامر مصطفیٰ ساہیوال۔ نفیس دایات اللہ رحیم یار خان۔ محمد طارق عاصم فیصل آباد۔ شاہد بشیر جلال گوجرانوالہ۔ عمران مجید راولپنڈی۔ سنبھل احمد شاہد خانیوال۔ اقصیٰ امجد لاہور۔ حنا مجید۔ انشا مجید۔ علی امجد۔ لاہور محمد طفیل مغل۔ محمد احمد فاروق جھنگ۔ شاہد بانو مخدوم پور۔ محمد عیش انصاری مخدوم پور۔ عبدالحق شاہد مخدوم پور۔ سعیدہ قیصر محمود سیالکوٹ۔ عشر گلزار۔ صاحبو سیالکوٹ۔ شاہد یونس ڈنگر۔ شاہد اقبال منڈی بہاولدین۔ رانا ارشد خانیوال۔ رخشیدہ فرزند علی جھنگ۔ رانا محمد جیل۔ رانا سرور خانیوال۔ محمد نازیدی فیصل آباد۔ طلحہ عالم شاہ ساہیوال۔ ملک یاسر شاہ شیخوپورہ۔ ساجد محمود مخدوم پور۔ غلام بشیر خانیوال۔ جمالیس ونم خانیوال۔ مسعود احمد سندھ۔ ملک طارق سندھ۔ زین صدیق ملتان۔ محمد عابد لاہور آفتاب یونس وہاڑی۔ کامران آصف شیخوپورہ۔ اسد اللہ منگی لاؤکاڑہ۔ محمد امین ساہیوال۔ گل محمد بھکر۔ سمیرا حفیظ کراچی۔ حسن رؤف لاہور۔ محبوب ناز مغل میر پور۔ عرفان بشار راولپنڈی۔ مرزا خالد بیک۔ محمد سرور نسیم۔ آصف نیل۔ مصباح صدیقی شجاع آباد۔ شائستہ حبیب حاصل پور۔ زین العابدین ملتان۔ صبا طاہر۔ فرحت نسیم۔ جم میر پور۔ انیشا قریبی۔ ذوالفقار علی۔ وقار علی۔ فہیم الدین۔ نعیم الدین۔ ریاض علی۔ محمد بلال لیہ۔ محمد سلمان سعید حیدر ضلع پتہ۔ عاطف رفیق ساہیوال۔ محمد فرح اعوان خانیوال طلعت علی آزاد کشمیر۔ العبد ترنم۔ تصدق۔ حیدرات۔ لبتی آفتاب بھکر۔ محمد عامر اوکاڑہ۔ بشی آصف فیصل آباد۔ جواد احمد رحیم یار خان۔ طاہر مشتاق فیصل آباد۔ حمزہ اکرم شیخوپورہ۔ محبوب عالم بھٹی سندھ۔ خنار شد۔ حسن ارشد۔ وقاص ارشد فرح ارشد لاہور۔ آمیہ قاضی۔ یاسر اقبال سرگودھا۔ فرخندہ بٹل لاہور۔ حرا محمد علی کراچی۔ قاضی ظفر اقبال خرم نذر وناج لاہور۔ محمد عاصم بھگت۔ حسن اختر خان میانوالی۔ ماجد لطیف لاہور۔ محمد سرور بھٹی۔ کامران احمد شیخوپورہ۔ شمرین امجد آزاد کشمیر۔ نوید رضوان مخدوم پور۔ زاہدہ فضل الحق ملتان۔ طیبہ اعظم۔ سعیدہ اعظم۔ اسماء اعظم راولپنڈی۔ مقبول حسین ساہیوال۔ انظر علی ملتان۔ نائلہ ناز۔ شائستہ رحمت علی بہاولپور حسین سرگودھا۔ شاہین رحمت حاصل پور۔ ملک بشیر احمد لاہور۔ رانا شفقت علی۔ راجہ نصیر تبسم آزاد کشمیر محمد فرح خانیوال۔ محمد جواد اوکاڑہ۔ محمد عاشق عرفان سیالکوٹ۔ رضیہ سلطان خانیوال۔ آمنہ خالد لاہور۔ رانا عبد القبار عاصم پاکپتن۔ ذیشان سنبھل لاہور۔ محمد امتیاز چودھری سرگودھا۔ عابد علی سرگودھا۔ نازیہ بانو جہلم۔ مصباح ظفر حاصل پور۔

یہ تصویریں

کیا یہ قابل فخر نہیں؟

اسلامی قوانین کے برعکس ہیں۔ مگر کس قدر قابل فخر ہے اس تصویر میں نظر آنے والی بچیاں جنہوں نے محنت کو اپنا شیوہ بنا کر روزی کمانے اور اپنے والدین کی بوجھ کو کم کرنے کی تدبیر اپنائی۔ یہ ہمارے ملک کے سائنس دانوں اور صنعت کاروں سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے۔ بہنو کہ انہیں جدید ٹیکنالوجی کا سہارا ہے اور بیان کی ہاتھ کی مشینری ہیں۔ اپنے معصوم ہاتھوں سے کھجور کے پتوں کی ایسی چٹائی بنائی ہے کہ ان کی ڈیر اننگ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں کچھ بے سارا لوگ ہیں اور کچھ صاحب ہستی۔ مگر ان صاحب ہستی لوگوں میں بھی کچھ ایسے آپ کو ملیں گے جو کسی وقت دولتے کے لئے ترستے تھے مگر آج اپنی محنت سے انہوں نے اپنے لئے مقام بنایا ہے۔

آج ہمارے معاشرے کے بے روز گاروں نے چوری، گداگری و دیگر غلط ذرائع کو روزی کمانے کا ذریعہ بنایا ہے جو

فلسطینی مجاہد

یہ پیاری سی تصویر میرے بچے عمیر کی ہے ایک دن ہم سب فلسطینیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ یہ بھی پاس بیٹھا تھا میں نے سوچا کہ چلو ننھے عمیر کو فلسطینی بتائیں اور اس کا ایسا گیٹ اپ بنا کر تصویر اتاریں۔ یہ سب کچھ عمیر کو بہت پسند آیا اور کہنے لگا پھوپھو میں بھی فلسطین جاؤں گا اور دشمن کو ٹھہ ٹھہ ماروں گا اس کی توتلی زبان میں یہ باتیں بہت پیاری لگ رہی تھیں اور دل سے دعا نکلتی رہی تھی کہ خدا جلد از جلد فلسطین کو آزاد کرائے۔

راشدہ حمید (سرگودھا)

مشینری کے سہارے بننے والی چٹائیوں کی قیمت ہزاروں تک ہے اور ان کی دن رات کی محنت کر کے ہاتھوں سے بنائی گئی خوبصورت چٹائی زیادہ سے زیادہ 50 روپے میں بکتی ہیں۔ مگر یہ زندہ دل اس پر بھی خوش ہوتی ہیں اور مٹھی میں پیسے لیکر مسکراتی ہوئی چل دیتی ہیں۔ اور خدا کا شکر ادا کرتی ہیں۔

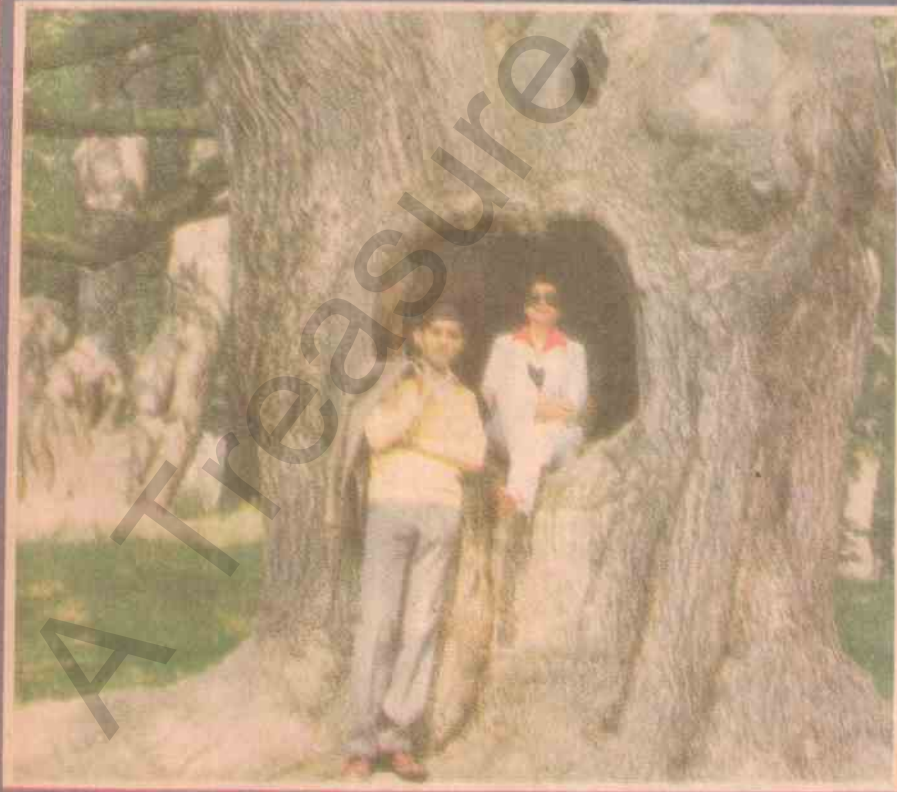
یقیناً یہ ہم سب کے لئے قابل فخر ہے اور خدا ان سب کو جو چوری، گداگری و دیگر غلط ذرائع سے کمانے ہیں انہی کی طرح محنت کی طرف راغب کرے تاکہ حلال روزی کما کر اپنا پیٹ پالیں۔ شیرین اعظم (خضدار)



درخت میں غار

یہ تصویر دیکھ کر آپ شاید یہ سوچیں کہ یہ ٹی وی ڈرامے الف لیلا یا عینک والا جن کا سین ہے۔ مگر نہیں یہ ایک حقیقی اور جیتی جاگتی تصویر ہے جو آٹھ سال قبل ویلز (برطانیہ) میں بنائی گئی ہے۔ میں امتحان سے فارغ ہوئی تو امی ابو کے ہمراہ ویلز کے علاقے میں سیر کے لئے گئی۔ وہاں پارک کے ایک جانب سینکڑوں سال پرانے درخت دیکھنے میں آئے۔ ایک درخت میں بے عجیب و غریب اور قدرتی غار نے مجھے بہت حیران کر دیا۔ میں کافی دیر تک اسے حیرت کی نظروں سے دیکھتی رہی۔ آخر میں نے اس دلچسپ سین کو کیمرے میں محفوظ کر ہی لیا۔ ہاں یہ میں بتاؤں کہ درخت کے تنے میں موجود غار جیسے سوراخ میں اپنی امی جان کو بیٹھنے کے لئے بڑی مشکل سے رضامند کیا تھا۔ اتنی مشکل سے کہ امی جان نے غصے سے یہاں تک کہ دیا تھا کہ یہ پگلی لڑکی تو اس پلٹ کام کر کے خوش ہوتی ہے۔

سارہ ارم ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ



یوں تو یہ کردار سب کے دیکھے بھالے ہیں۔ مگر میں نے اس تصویر کو اپنی الہم میں محفوظ کر لیا ہے۔ کیونکہ اکل سرم اپنی باتوں کے ذریعے نہ صرف ہمارے افسردہ چہروں کو رونق بخشتے ہیں بلکہ مزاح کے ساتھ معاشرے کی خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مختلف محکموں کے افسران پر طنز کرتے ہیں۔ ماسی مصیبت کی باتیں بھی پر لطف ہوتی ہیں اور دیکھنے سننے والوں کو بے اختیار مسکراتے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ یہ سب کچھ فاروق قیصر صاحب کرتے ہیں جو ان تمام کرداروں کے خالق ہیں اور ان کرداروں کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کرنے میں مصروف ہیں۔

عمر فاروق قیصر۔ کمالیہ

جنگجو

ارے نہیں ساتھیو! ہم ہرگز لڑاکا اور جنگجو قسم کی چیز نہیں ہیں بلکہ آپ کو ہماری وردی سے اندازہ ہو جانا چاہئے کہ ہم وینن گارڈی ٹریننگ پر ہیں۔ قصہ اصل میں یہ ہے کہ اس ٹریننگ میں طالبات کو فائرنگ بھی سکھائی جاتی ہے فائرنگ کر کے مزہ تو بڑا آیا مگر افسوس کہ ہماری ایک بھی گولی نشانے پر نہیں لگی۔ خیر کوئی بات نہیں ہمیں یہ ٹریننگ حاصل ہو گیا کہ ہم نے اپنی پاک فوج کے زیر استعمال اسلحہ چلا کر دیکھا..... اور اگر کبھی ہمیں دشمن کے خلاف لڑنے کا موقع ملا تو اسے پھر استعمال کر سکیں گے اور ہاں اس موقع پر ہمارا نشانہ کبھی خطا نہیں ہو گا

(خالدہ ضمیر - ڈیرہ غازی خان)

دونوں پھول کی باقاعدہ قاری ہیں اور کبھی کبھی پھول بڑا مقبول میں بھی نظر آ جاتی ہیں۔ میرا مطلب ہے ان کے خطوط گلبینہ بطور مقرر بہت اچھی ہے۔ سکول میں کپڑے نگ بھی اس کے ذمہ ہوتی ہے اس کے علاوہ ڈراموں وغیرہ بھی ٹھیک ٹھاک حصہ لیتی ہے جبکہ مہینہ تلاوت قرآن پاک بہت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ملی نغمے اور نعتیں پڑھنے میں بھی اکثر انعام لیتی ہے۔ سو پڑھائی کے علاوہ دیگر میدانوں میں بھی اپنے جوہر نمایاں کئے ہوئے ہیں۔ عزیز ساتھیوں! آپ بھی کیسی ایک میدان کو فتح نہ کریں بلکہ ہر میدان میں اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑیں خدا آپ کو کامیابیوں سے نوازے۔ آمین۔

ایس اے صبا کھیتران وہوا۔

ہونمار بروا کے چکنے پات

رہتی ہیں۔ یہ تصویر دونوں کے حالیہ رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد میں نے کھینچی۔ گلبینہ (جو ذرا بڑی نظر آتی ہیں) پانچویں کے سنٹر کے امتحان میں پورے سنٹرو ہوا میں فرسٹ آئی ہیں۔ مہینہ اپنی دوسری کلاس میں فرسٹ پوزیشن لئے ہوئے ہے۔ اپنا رزلٹ سننے کے بعد دونوں کس قدر خوش نظر آ رہی ہیں۔ اس کا اندازہ آپ تصویر سے لگا سکتے ہیں۔

یہ تصویر میری دو چھوٹی بہنوں گلبینہ ارم اور مہینہ مہوش کی ہے۔ یہ دونوں جڑواں نہیں ہیں لیکن ہمیشہ ایک جیسے کپڑے جوتے اور دیگر چیزیں پہننے کی وجہ سے دیکھنے والوں کو جڑواں نظر آتی ہیں۔ دونوں یہ بہت شرارتی ہیں اور شرارتی بچے تو ذہین ہوتے ہیں تاکہ شرارت کے نئے نئے طریقے سوچتے ہیں سوان کا ذہن بھی نئی نئی شرارتیں تخلیق کرنے میں ہی ماہر ہیں بلکہ یہ پڑھائی اور دیگر سرگرمیوں میں بھی نمایاں



ہفت اقلیم

موجود ہیں) یہ تصویر فوٹو گرافی کا کوئی نمونہ بھی نہیں مگر میرے لئے یہ تصویر ایک منفرد اہمیت کی حامل ہے۔ زیر نظر تصویر میں قاضی صاحب ناچیز کو آٹو گراف دے رہے ہیں اور پھول سا تھپو پتہ ہے قاضی صاحب نے میری آٹو گراف بک پر کیا لکھا ہے جی بتاتے ہیں۔ لکھا ہے ”انقواللہ“ یعنی اللہ سے ڈرو

قاضی صاحب کا یہ پیغام صرف میرے لئے نہیں بلکہ امت مسلمہ کے ہر نوجوان کے لئے ہے بقول شاعر ”تندی باد مخالف سے نہ گھبراے عقاب“ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے سادہ سی تصویر میں انتہائی سادگی سے ملنے والا یہ آٹو گراف میرے لئے ہفت اقلیم سے کم تو نہیں۔ کیوں کیا خیال ہے آپ کا؟

(ریاض عادل گولڑوی)

جی ہاں یہ وہی مجاہد اسلام ہیں جنہیں آپ قاضی حسین احمد کے نام سے جانتے ہیں۔ یہ میرے پسندیدہ سیاستدان ہیں اور مثبت اسلامی نظریات کی سیاست کرتے ہیں۔ میری ان سے عقیدت کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری ہر حکومت کے زبانی دعووں کے برعکس قاضی صاحب دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مالی اخلاقی اور جانی ہر قسم کی امداد فراہم کرتے ہیں۔ چاہے فلسطین ہو یا بوسینا افغانستان ہو یا کشمیر قاضی کے مجاہد ہر جگہ باطل قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہیں۔ یوں تو میری الہم میں قاضی حسین احمد صاحب کی کئی نادر اور یاد گار تصاویر موجود ہیں۔ مگر زیر نظر تصویر مجھے اپنی الہم میں سب سے زیادہ پسند ہے (حالانکہ اس سے بہترین تصاویر بھی



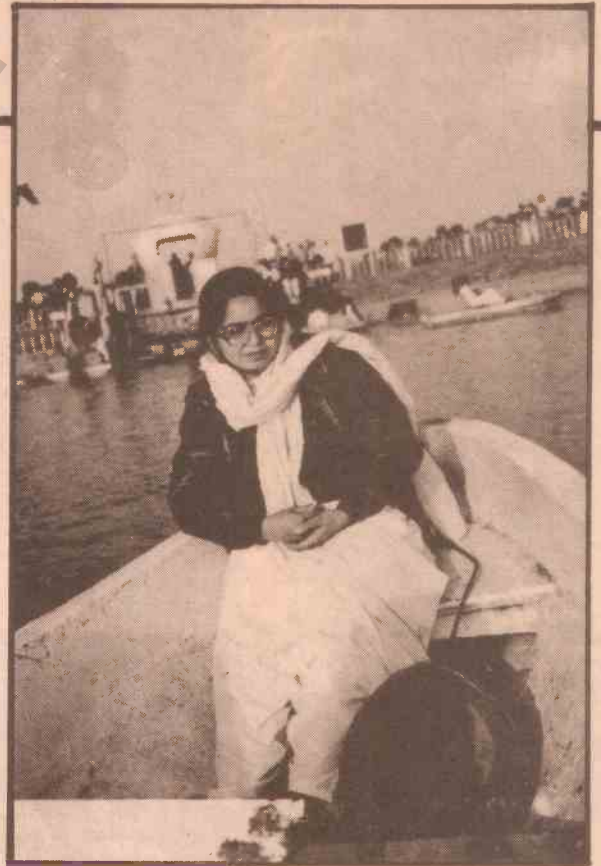
ہے اور بقول آپنی عظمیٰ کے یہ روز ناشتے کے بعد ہری مرچیں چباتی ہیں اس لئے اتنی آدم بیزار رہتی ہیں

محترمہ حساب میں خاصی تیز ہیں بلکہ حساب میں ہم جیسے نالائق پانڈے کا خیال ہے کہ ان کی جابر بن حیان کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہے۔ یہ تصویر صائمہ نے حال ہی میں کالج ٹرپ کے موقع پر اتروائی۔ گلشن اقبال پارک میں شائد کشتی میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ کشتی کا حال تو آپ کے سامنے ہے۔ ٹوٹی پھوٹی ہے ہمارے ضمیروں کی طرح۔ بالٹی بھی نظر آرہی ہے بیک میں بادل بھی نظر آرہے ہیں اور پرندہ بھی اڑ رہا ہے۔ اور ہاں یہ تصویر میں نے صائمہ سے بڑے اصرار سے لی ہے اور اسے نہ چھاپنا میرے اور صائمہ کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

ارم اسلم۔ رائے ونڈ

ہماری سسر

یہ محترمہ جو آپ کو اس تصویر میں عینک کے پیچھے سے گھورتی ہوئی نظر آرہی ہیں انہیں ہماری بڑی بہن ہونے کا شرف حاصل ہے (جبکہ بقول ان کے ہمیں ان کی چھوٹی بہن ہونے کا شرف حاصل ہے) نام نامی ہے ان کا صائمہ اسلم، موصوفہ آج کل سیکنڈ ائر کے ایگز امز کی تیاری میں مستغرق ہیں۔ ہر چند یہ ہم سے پورے تین سال بڑی ہیں مگر ہم سے ایک انچ چھوٹی ہی ہوں گی کیونکہ بقول چاچی کے ہم تیری سے قد نکال رہے ہیں (اب بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ قد کیا صندوق میں رکھا ہے جو ہم نکال رہے ہیں خیر) یہ اکثر جلی بھی رہتی ہیں بلکہ اکثر اوقات بیزاریت ان کے منہ پر چوڑی مارے بیٹھی نظر آتی





سادہ منظر

یہ میری کزن کی تصویر ہے ارے نہیں نہیں جناب آپ غلط سمجھ رہے ہیں یہ بکری کی مینی میری کزن نہیں ہے بلکہ میں تو اس بخشی منی اور معصوم سی بچی کا تعارف کرا رہا ہوں جو بکری کی مینی کو اٹھائے اور بڑی مشکل سے اپنی ہنسی پہ قابو پائے ہوئے کھڑی ہیں۔ لیکن لاکھ کوشش کے باوجود بھی یہ اپنی بھولی سی مسکراہٹ کو چھپانہ سکی۔

میری یہ کزن لاہور میں رہتی ہے ان کا نام نازیہ ہے۔ گھر والے پیار سے منی کہتے ہیں۔ اس وقت یہ ساتویں جماعت کی طالبہ ہیں۔ زیادہ شرارتیں نہیں کرتیں۔ لیکن تھوڑی بہت کر لیتی ہیں ان کی یہ تصویر پچھلے دنوں فیصل آباد کے ایک گاؤں میں لی گئی۔ سرسبز و شاداب کھیتوں کے درمیان قدرتی ماحول میں کھڑی یہ بچی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ مجھے یہ تصویر معصومیت اور قدرتی ماحول و سادہ منظر کی وجہ سے بہت اچھی لگی۔

(شبیر حسین سنی..... ملتان)



ہماری تصویر

واپس نہیں آئیں گے۔ اس وقت میں بہت شرارتیں کرتا تھا مگر ڈانٹ نہیں پڑتی تھی لیکن اب کوئی شرارت کروں تو مار پڑتی ہے اب میرا دل کرتا ہے کہ وہ بچپن واپس آ جائے اور میں پھر سے شرارتیں کروں۔

(سید آصف حسین لاہور)

یہ تصویر ہمارے بچپن کی ہے۔ اس وقت میری عمر سات سال ہے اور میری بہن کی عمر چھ سال ہے۔ جب میں اس تصویر کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنا بچپن یاد آ جاتا ہے لیکن وہ دن تو

خدا کرے



جب سے اسرائیل فلسطین جھگڑا بین الاقوامی پریس میں نمایاں ہوا ہے مسلمان بچوں کی بھی اس میں دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ مقبوضہ بیت المقدس کو قبلہ اول ہونے کی سعادت بھی حاصل ہے جو کہ اسرائیل کے قبضے میں ہے میرے یہ کزن فیصل امریکہ میں رہتے ہیں جب بھی فلسطین مجاہدوں کی کوئی بات سنتے ہیں فوراً وکٹری کا نشان بنا لیتے ہیں۔ جس وقت یہ تصویر اتاری گئی اس وقت بھی سب گھر والے لان میں بیٹھے اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک فیصل نے چھلانگ لگائی اور نعرہ بلند کیا کہ ”وی دل گٹ داہول اسرائیل“۔ خدا کرے کہ ساری امت مسلمہ کی طرح فیصل کی دعا جلد قبول ہو۔

(سعید اقبال..... لاہور)



ماڈرن منکی

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں

تخریب = ناصر اکرام



بانس کو زمین میں مضبوطی سے گاڑنا چاہئے



یہ بانس مناسب رہے گا



کیوں نہ اس جھولے کو جھولنے کی کوئی ترکیب نکالی جائے



بظاہر تو پکا ہے کہیں اوپر چڑھنے سے بانس ٹوٹ نہ جائے



اوہ! شکر ہے کام ختم ہوا



کیا بات ہے کیا مضبوطی ہے



پھر بھی نکر مار کر اس کی مضبوطی کیوں نہ دیکھ لی جائے



لگتا تو خاصہ مضبوط ہے



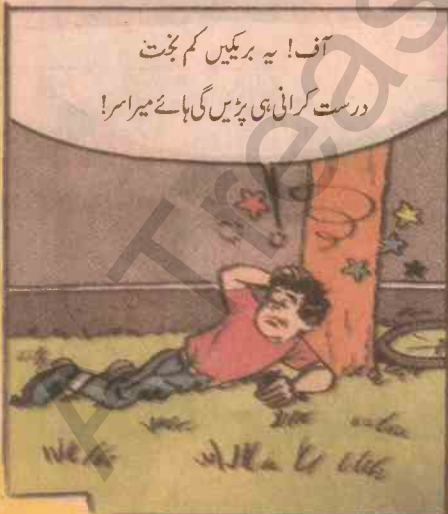
اوئی اللہ میں مر گیا مجھے کیا پتہ تھا کہ آرام کا خواب بے آرامی میں بدل جائے گا



چلو اس پر آرام کر کے مزہ لیا جائے

اُف یہ بریک کیٹ

تحریر ابو حفصہ فاروق
تصاویر عصام





○..... پھول کلب ملتان کے زیر اہتمام ”پھول شو“ میں بچے پروگرام پیش کر رہے ہیں۔

پھول کلب ملتان کے زیر اہتمام

رنگارنگے ”پھول شو“

تحریر و اہتمام..... خواجہ مظہر نواز صدیقی



ہوا یوں کہ ہم نے عصمہ زبیر، نصرت علی صدیقی، عاتکہ رفیق چودھری، آصف احسن اور انیس بٹ کے ساتھ مل کر ملتان کے تعلیمی اداروں کے تعاون سے ایک شاندار پھول شو منعقد کروانے کا فیصلہ کیا۔ پھول کلب ملتان نے اپنے قیام سے اب تک طلباء و طالبات کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کیلئے بھرپور مواقع فراہم کئے ہیں۔ کافی اجلاسوں کے بعد مہمانان گرامیوں سے ملاقاتیں کی گئیں اور پروگرام ترتیب پایا۔ بالآخر وہ دن بھی آگیا جس روز پھول شو ہونا تھا۔ ملتان کے گرم مہربان موسم کو مد نظر رکھتے ہوئے عید اراان نے فیصلہ کیا کہ ”پھول شو“ ملتان آرٹس کونسل کے نرسٹ ہال میں منعقد کیا جائے گا۔

وقت مقررہ پر گائیڈز خوبصورت خاکی یونیفارم میں ملبوس مہمانوں کے استقبال کے لئے مین گیٹ پر موجود تھیں۔ گائیڈز نے مہمانوں کی آمد پر انہیں سیلوٹ کیا اور ان کی رہنمائی کرتے ہوئے مخصوص نشستوں تک لے گئے۔ ”پھول شو“ کی صدارت بلال شیخ کر رہے تھے جبکہ پروفیسر سراج اور کرنل سکندر بلوچ مہمانان گرامیوں میں شامل تھے۔ ”پھول شو“ کے دعوتی کارڈ میں ایڈیٹر بھیا کا نام بھی درج تھا۔ بہت سے بچے اختربھائی سے ملنے کیلئے اور اختری قول سننے کے لئے تقریب میں آئے تھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ ایڈیٹر بھیا کو بروقت اطلاع نہیں دی جا سکی اور وہ عین اس وقت رحیم یار خاں میں ہیں تو وہ خاصے مایوس ہوئے۔



انہوں نے اس خاکے میں کشمیری مسلمانوں پر بھارتی مظالم کی ایک تصویر پیش کی۔ الرحیم پبلک سکول عاشی، زاہدہ، آسیہ، شاہدہ اور نادیا نے ”جہاد کشمیر“ کے موضوع پر خاکہ پیش کیا۔ اس خاکے میں طالبات کی شاندار پرفارمنس سے ہال میں موجود حاضرین پر سکوت طاری ہو گیا۔ طالبات نے تاثر دیا کہ انہیں کشمیر سے دل و جان سے محبت ہے اور کشمیر پاکستان کا ٹوٹا ٹکڑا حصہ ہے اور ہم بھارتی مظالم کے سامنے کھٹے نہیں ٹکیں گے۔ بلکہ آزادی کی یہ جدوجہد جاری رہے گی۔ زوردار تابیوں سے طالبات کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ عصمہ زبیر نے آخری مرحلے میں کمپیئرنگ کے لئے خواجہ مظہر نواز صدیقی کو دعوت دی۔ مظہر صدیقی نے آتے ہی اعلان کیا کہ پھول کے اس خوبصورت اور رنگارنگ شویں ہمارے درمیان ملک کے نامور فنکار عارف لوہار موجود ہیں۔ بچے جیسے بھری نگاہوں سے دائیں بائیں اور آگے پیچھے عارف لوہار کو ڈھونڈنے لگے۔ اتنے میں عارف لوہار سٹیج پر آئے، یہ اصلی والے عارف لوہار نہیں تھے بلکہ زاہد عزیز تھے جو بالکل عارف لوہار کے سٹائل میں گیت سنارہے تھے۔ زاہد عزیز کا تعلق بلسن پبلک سکول سے تھا وہ بہو عارف لوہار لگ رہے تھے۔

مہمانان گرامی کے خطاب کا سلسلہ چل نکلا، یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ خلاف روایت ”مہمانان گرامیوں“ نے اپنے مختصر خطابات سے نوازا۔ پروفیسر سراج نے کہا کہ بچوں میں اعلیٰ مقاصد کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے تعلیمی اور جسمانی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ایسی تقریبات کا انعقاد بھی اہمیت کا حامل ہے۔ کرنل سکندر بلوچ نے کہا کہ پھول کلب ملتان کی ایسی



تقریبات میں بچوں کی شرکت سے انہیں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ماہنامہ ”پھول“ ایک معیاری رسالہ ہے۔ جوان بچوں کو تفریح فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اصلاح بھی کرتا ہے۔ شیخ سلیم ناز نے امید ظاہر کی کہ پھول کلب کے اس پلیٹ فارم سے آئندہ بھی مثبت سرگرمیوں کا فروغ جاری رہے گا۔

صدر تقریب بلال شیخ نے اپنے خطاب میں بچوں کو تلقین کی کہ وہ اپنی تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ طلباء و طالبات میں غیر نصابی سرگرمیوں کا جذبہ انہیں ایک اچھا انسان بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ میں خود باقاعدگی سے ”ماہنامہ پھول“ کا مطالعہ کرتا ہوں اور مجھے ”پھول“ بے حد پسند ہے۔ اس کے مستقل سلسلے اس کی مقبولیت کی وجہ ہیں۔ انہوں نے بچوں ”پھول شو“ میں ڈسکون پر رقرار رکھنے اور شاندار آئٹم پیش کرنے پر مبارکباد دی رانا ساجد ساگر اور دیگر مہمانوں نے تعلیمی میدان میں کارہائے نمایاں سر انجام دینے والے مختلف تعلیمی اداروں کے طالب علموں میں ٹیلنٹ ایوارڈ تقسیم کئے۔ ایوارڈ حاصل کرنے والوں میں عون محمد، فاکہہ ترین، علی احمد، عاشی خان، میڈم سلمیٰ انوار، نادر علی اور رضا حیدر شامل تھے۔ تقریب کا اختتام لنکنز ان سکول کے طلباء نے ملی گیت سے کیا۔ حاضرین کی دلچسپی آخر تک برقرار تھی۔ بچے چاہتے تھے کہ پروگرام کو مزید جاری رکھا جائے۔ پروگرام کے اختتام کا اعلان ہوا تو سب ”پھول..... پھول.....“ گنگناٹے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے۔

تقریب کی ابتدائی کمپیئرنگ نصرت علی صدیقی کر رہے تھے۔ سٹیج کا پردہ ہٹا تو سامنے نوخیز پبلک سکول کی طالبات کھڑی تھیں۔ طالبات نے قوی ترانہ پڑھا حاضرین احزاب کھڑے ہو گئے۔ حسب معمول اس ”شو“ کا آغاز بھی تلاوت کلام پاک سے ہوا، ذکر یا پبلک سکول کی طالبہ قرۃ العین نے تلاوت سے حاضرین کے دلوں کو منور کیا۔ نوخیز پبلک سکول کی طالبات نے ویلکم گیت پیش کیا۔ اس آئٹم میں بچوں کی شاندار پرفارمنس پر مہمانوں نے دل کھول کر داد دی۔ پاک عسکریہ ماڈل سکول کے ساجد قریشی، عامر اور نادیہ نے ملی گیت پیش کیا۔

”پھول شو“ میں قرأت اور تقریری مقابلے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ بچان مقابلوں میں شرکت کیلئے بھرپور تیاری کے ساتھ ہال میں موجود تھے۔ پہلے قرأت کے مقابلہ کا اعلان ہوا، جج کے فرائض شیخ سلیم ناز انجام دے رہے تھے۔ قرأت کے مقابلہ میں طاہرہ رزاق (نوخیز پبلک سکول) قرۃ العین (ذکر یا پبلک سکول) صائمہ بتول (لنکنز ان سکول) اور خدیجہ عالم (گورنمنٹ کمپری ہنسو گرلز سکول) نے حصہ لیا۔ نتائج کے مطابق قرۃ العین نے اول، خدیجہ عالم نے دوم اور صائمہ بتول نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ قرأت کا مقابلہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ تقریری مقابلہ کے لئے بھی بچے منتظر تھے۔ تقریر کا موضوع ”ایک اچھا طالب علم کون؟“ دیا گیا تھا۔ مقابلے میں نثار شکور (بلسن پبلک سکول) ماہ زہراء (الرحیم پبلک سکول) محمد اشفاق (پاک عسکریہ ماڈل سکول) حامد علی سروہا (نوخیز پبلک سکول) ہما عباس (ذکر یا پبلک گرلز سکول) سید انصاء حیدر (ایف جی بوائز سکول نمبر 1) اور فہمہ بتول (گورنمنٹ کمپری ہنسو گرلز سکول) نے شرکت کی۔ حاضرین نے ننھے ننھے مقررین کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ مقابلے میں شریک مقررین نے خوبصورت انداز میں تقریریں کیں۔ ہال میں کافی گرجوئی پائی جا رہی تھی، مقابلہ سخت تھا۔ سب کو نتائج کا انتظار تھا، سب کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ شیخ سلیم ناز نے نتائج بتائے۔ سید انصاء حیدر نے پہلی، ماہ زہراء نے دوسری اور محمد اشفاق نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ اب پروگرام کی کمپیئرنگ کے لئے عائشہ رفیق چودھری کو دعوت دی گئی۔

عائشہ نے نوخیز پبلک سکول کی طالبات سدرہ حبیب، مہک، ماریہ اور ساتھیوں کو لڈی کے لئے دعوت دی۔ لڈی کو حاضرین نے بے حد پسند کیا۔ مشہور زمانہ ملی گیت ”دل دل پاکستان..... جان جان پاکستان“ پیش کیا گیا تو ننھے ننھے بچوں اور مہمانان گرامیوں حب الوطنی کا پر جوش مظاہرہ کرتے ہوئے فنکاروں کو خوب داد دی۔ رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس بچوں نے نغے کے دوران ویوز بنائے۔ ہال میں ابھی تالیوں کی گونج باقی تھی کہ معروف شعبہ بازار شد علی ہادی اپنے ”جادو کے کلمات“ دکھانے کے لئے سٹیج پر آ موجود ہوئے۔ ارشد علی نے نوٹ بک سے ڈھیر سارے نوٹ بنا کر دکھائے۔ غبارہ پھلا کر اس میں باریک سلاخ گزارنے کے دلچسپ آئٹم پیش کئے۔ شعبہ باز نے حاضرین کے سامنے ایک ڈبے میں مٹی ڈالی اور اسے اچھی طرح بند کر دیا۔ اس کے بعد صدر محفل کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی صدر محفل بلال شیخ سٹیج پر پہنچے تو ارشد علی نے مٹی سے بھرا ڈبہ ان پر انڈیل دیا۔ بچے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جس ڈبے میں مٹی ڈالی گئی تھی اس میں سے پھول جھڑ رہے تھے۔ آخر میں اس نے پھانی دینے کا ایک آئٹم بھی پیش کیا۔ اس عجیب اور دلچسپ آئٹم پر شعبہ باز نے خوب داد حاصل کی۔

پاک عسکریہ ماڈل سکول نے مزاحیہ خاکہ ماڈرن سیاستدان پیش کیا۔ بہت سے بچے ”لونا ساڈانڈہ یاد“ کے نعرے لگاتے ہوئے سٹیج پر پہنچے۔ انہوں نے لونا بھی اٹھا رکھا تھا۔ خاکے میں بچوں نے بھرپور پرفارمنس دی۔ اسی سکول کے بچوں نے ایک اور مزاحیہ خاکہ ”میاں بیوی“ پیش کر کے تقریب میں موجود حاضرین کو خوب محفوظ کیا۔ ذکر یا پبلک گرلز سکول کی طالبات نے مزاحیہ خاکہ ”لمی بیوی“ پیش کیا۔ اس خاکے کے بعد نظامت کے فرائض عصمہ زبیر نے سنبھالے۔ انہوں نے سکول کے بچوں کو ”کشمیر کی بیٹیاں“ کے عنوان سے خاکہ پیش کرنے کی دعوت دی۔ نلیم، قرۃ العین اور دیگر بچوں نے کشمیریوں کا روپ دھارا ہوا تھا۔

”چاہتا ہے.....“
”پوری دنیا ان کے پنجہ میں ہے.....“ جرنیل صاحب نے کہا۔

”ایک وقت آئے گا یہ وادی بھی آزاد ہوگی، انڈو آنہ کے تین یا کم از کم چار ٹکڑے ہوں گے، ایک ٹکڑا سکھ قوم لے جائے گی، ایک ٹکڑا انڈو آنہ میں آجائے گا جب کہ ایک ٹکڑا مسلمانوں کے پاس آجائے گا، یعنی سیکنڈ پاک لینڈ بن جائے گا۔ آج ایک پاک لینڈ ہے، کل دو ہو جائیں گے، وقت قریب ہے، آپ کے شہریوں کی قربانیاں رنگ لائیں گی.....“
”کاش ایسا ہو جائے.....“
”انشاء اللہ!“

اچانک جرنیل صاحب کی میز پر رکھے ہوئے آلات میں سے ایک پر اشارہ موصول ہوا۔

”کیا بات ہے.....“
”ایک زخمی شخص اس طرف آرہا ہے.....“
”اوہو! کیا جلد ہے کوئی.....“
”اس کے پیچھے دس فوجی ہیں.....“
”فوجیوں کو اڑا دو.....“
”اوکے“

”میں باہر جاتا ہوں.....“ اچانک انسپکٹر ارسلان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ کے ذہن میں کوئی خاص بات ہے.....“
”ہاں! آپ پہاڑوں پر موجود ساتھیوں کو میرے بارے میں ہدایات دے دیں، میں زخمی کو خود اندر لے کر آؤں گا.....“ یہ کہتے ہوئے وہ غار سے باہر نکل گئے۔
”انکل! حرا نہیں آئے گا.....“ توقیر نے بات شروع کی۔

”کس مزے کی بات کر رہے ہو.....“ بار نے کہا۔
”تمہارا اشارہ بلٹ پروف کی طرف ہے.....“ رفعت نے پوچھا۔

”بات تو تمہاری ٹھیک ہے، لیکن جس مشن پر ہم چارہ ہیں۔ اس کے لئے بلٹ پروف لباس ناگزیر ہے، دشمن کی کوئی گولی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، ہم دندناتے ہوئے اس عمارت میں داخل ہو جائیں گے، تم یہ خواہش رکھتے ہو کہ بغیر بلٹ پروف کے جانا چاہتے تھے.....“
”جی ہاں انکل!“

”عمارت کے گرد زبردست پہرہ ہے، جو نبی ہم ظاہر ہوں گے ہمیں نشانے پر رکھ لیا جائے گا، لیکن ہم بے فکر ہوں گے، اگر ہم بغیر بلٹ پروف کے ہوں تو کتنے فی صد امید ہے کہ ہم اندر داخل ہو جائیں گے.....“
”آپ ٹھیک کہتے ہیں مصلحت کے تحت یہ ہماری مجبوری



دویشنی میں سفر

آفتاب احمد

آخری قسط

پروگرام طے کر کے وہ روانہ ہو گئے۔ اس کام کے لئے ایک ٹرک ان کے لئے مہیا کیا گیا تھا۔ انسپکٹر ارسلان نیلے پہاڑوں میں موجود تھے، بھاپا سا بھی روانہ ہو گئے تھے۔ ”میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ کیوں نہیں گئے.....“ ایک کمانڈر نے سوال کیا۔

”یہودی کس قدر چالاک اور سازشی ہیں، ہم مسلمان سوچ ہی نہیں سکتے، اب آپ اپنی اس وادی کو لے لیں، اس پر انڈو آنہ کا قبضہ، قبضہ تو انڈو آنہ کا ہے، موجود ساتھ میں یہودی ان کی فوج اور سیکرٹ سروس بھی ہے۔ یہودی ان کا بہانہ کیا کام ہے۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں، کفار ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں، لیکن ہم نہیں.....“
”دراصل یہودی ان کی نظر میں پاک لینڈ کے ایٹمی پلانٹ پر ہیں، اس وادی سے وہ پاک لینڈ کی اہم تنصیبات کو نشانہ بنانا

”اگر میں پاک لینڈ کا حکمران ہوتا تو ایک کام کرتا، یا ہم نہیں یا تم نہیں.....“
”توقیر نے گفتگو میں دخل دیا۔
”جس طرح فتح علی شیپو سلطان نے کہا تھا کہ گیدڑ کی سالاہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے.....“
”آپ کا مطلب ہے کھلی جنگ.....“

”ہاں بیٹا! ہم بارہ کروڑ سے زیادہ ہیں، کتنے سال جنیں گے اس دنیا میں، زیادہ سے زیادہ سو سال جی لے گا ہر شخص۔ آخر کیا حرج ہے اگر تھوڑا جی لیں، جب اس دنیا سے جانا ہی ٹھہرا۔ اگر پاک لینڈ کے دس کروڑ عوام تھوڑا جی لینے کا ارادہ کر لیں تو شہر ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں آزاد ہو جائے گا یا پھر ہم سب یہ دنیا چھوڑ جائیں گے اور جب مسلمان دنیا کی زندگی سے منہ موڑ کر کفار پر ٹوٹا ہے تو اللہ اس کو دنیا میں بھی عزت دیتا ہے اور آخرت میں بھی.....“ انسپکٹر ارسلان جذباتی آواز میں کہتے چلے گئے۔

”میرا وزن سب سے ہلکا ہے، کیوں نہ میں ساتھ ساتھ اوپر چڑھتا چلا جاؤں.....“ توقیر نے کہا۔

”یہ ٹھیک رہے گا.....“ وہ تقریباً اسی کام کرنے والے مزدوروں کی طرح لاشوں کا پڑھتا چلے گئے، یہاں تک کہ توقیر کے ہاتھ منڈیر سے جا لگے۔ ابھی اس نے پھت پر چڑھنے کے لئے کندھے تو لے ہی تھے کہ بے شمار فوجیوں کو عمارت کی طرف بڑھتے دیکھا۔

”میری آواز سن کر چونک گئے ہو مسٹر گومیف راف!“ انکیزار سلمان نے غار سے باہر نکل کر کہا۔

”اوہ!“ زخمی کے منہ سے نکلا۔

”کیا مطلب؟“ جرنیل بٹ صاحب نے باہر نکل کر کہا۔

”آپ کے سامنے یہودیوں کی سیکرٹ سروس کا آفیسر چیف گومیف راف زخمی کے روپ میں کھڑا ہے.....“

انکیزار سلمان کی وضاحت پر سب چونک اٹھے، خود زخمی کارنگ بھی اڑچکا تھا۔

”کیا تم اقرار کرتے ہوئے کہ تم گومیف راف ہو.....“

”ہاں!“

”پھر تم لیٹ آئے ہو، اب تک تو پروفیسر لقمان اس عمارت میں داخل ہو چکے ہوں گے.....“

”اوہو! کیا تم لوگ آرام کرنے کے بالکل عادی نہیں ہو، مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس قدر تیزی دکھاؤ گے اور اتنی جلدی ایک ہی نظر میں پہچان لو گے.....“

”گومیف! کیا تم نے یہاں آکر غلطی نہیں کی.....“

انکیزار سلمان نے پراسرار انداز میں کہا۔

”تمہارا خیال ہے میں واپس نہیں جاسکوں گا.....“

”ہاں!“

”ایک بھی گولی میرے بدن کو نہیں چھو سکتی.....“

”گولی چلے گی بھی نہیں، تم اگر ہمارے قابو میں آ جاتے ہو تو میں اس وادی سے تمام یہودیوں کو نکالنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں.....“

”ایسا نہیں ہو گا.....“

”میں جانتا ہوں تم یہودیوں کے لئے کس قدر اہم ہو.....“

”تم مجھے قابو کر سکتے تو کوئی مطالبہ منواسکو گے.....“

”تمہیں قابو کرنا کیا مشکل ہے.....“

”میدان کافی کھلا ہے، آ جاؤ!“

”تیار ہو جاؤ.....“ انکیزار سلمان نے گرج دار آواز میں کہا۔

ان کی گرج دار آواز سن کر جرنیل بٹ صاحب اور ان

توقیر رفعت کے ہمراہ مین گیٹ کی سمت آ گئے۔

”تم سب باہر ٹھہرو!“ پروفیسر لقمان نے کہا۔

”انکل! ہو سکتا ہے کوئی دشمن اندر بھی موجود ہو.....“

بابر نے کہا۔

”اور یہ بھی ہو سکتا ہے وہ گولی چلانے کی بجائے عقل سے کام لے کر آپ پر قابو پالے، اس لئے ہمارا ساتھ جانا بہت ضروری ہے.....“

”ارے!“ اچانک کاشف چونکا۔

”اب یہ ارے کے بعد بھول جائے گا.....“ طارق بولا۔

”وہ وہ.....“ کاشف اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔

کیونکہ عین اس وقت ایک بہت ہلکی سی آواز پیدا ہوئی تھی، کاشف بولتے بولتے رہ گیا۔

”رک کیوں گئے ہو.....“

یار تم میرے بھلکڑپن کے پیچھے تو پڑے رہتے ہو، اپنی کمزور ترین، ناقص ترین قوت سماعت کے بارے میں ”کبھی غور نہیں کرتے.....“

”اس وقت قوت سماعت کی کیا ضرورت آن پڑی ہے.....“

”بقایا افراد کی طرف دیکھو!“

”ارے! آپ سب حیران کیوں ہیں.....“

”انکل! ابھی ابھی ایک ہلکی سی آواز ابھری تھی.....“

”ہائیں! تو آپ سب آواز کی وجہ سے حیران ہیں.....“

”آؤ!“ پروفیسر لقمان نے دروازہ دھکیلتے ہوئے کہا۔

”ارے! دروازہ تو اندر سے بند ہے.....“ بابر نے ہاتھ لگاتے ہی کہا۔

”تو وہ آواز دروازہ بند ہونے کی تھی.....“ رفعت نے خیال پیش کیا۔

”اس کا مطلب ہے اندر کوئی موجود ہے.....“ توقیر نے کہا۔

”کیس خود کار نظام نہ ہو.....“ ہنڈرڈ فورس کے انچارج نے کہا۔

”تم تینوں پچھلی جانب گئے تھے۔ کیا کوئی راستہ عمارت کے اوپر تک جانے کا ہے.....“ پروفیسر لقمان نے پوچھا۔

”اوپر جانے کے لئے ان لاشوں کو کام میں لایا جاسکتا ہے.....“ اچانک رفعت کے ذہن میں بات آئی۔

”اوہو!“ سب کے منہ سے نکلا۔

ہنڈرڈ فورس نے کمال پھرتی سے عمارت کے گرد بکھری ہوئی لاشیں مین گیٹ پر جمع کر دیں۔ بابر، توقیر اور رفعت بڑی تیزی سے لاشوں کو ترتیب سے رکھتے چلے گئے، لمحہ بہ لمحہ لاشوں کا چہرہ ساو نچا ہوتا جا رہا تھا۔

”یہ یہ بہادری کے خلاف ہے.....“

”ہمارا دشمن چالاک ہے، ہم اپنے دشمن سے نتے نہیں لڑ سکتے، ہاں اس وقت ہم بلٹ پروف کے بغیر لڑ سکتے ہیں جب ہمارے پاس ابو بکر، عمر، عثمان، علیؓ اور خالدؓ وغیرہ جیسا ایمان ہو، ہم آج کے نام کے مسلمان جدید سامان کے بغیر دشمن سے نہیں لکر سکتے.....“

”ارے! باتوں باتوں میں خیال ہی نہیں رہا.....“ ان کے ساتھ آئے ہوئے نوجوان نے کہا۔

”کیا.....“

”وہ رہی عمارت.....“ ان کے سامنے ایک سرخ رنگ کی عمارت تھی۔

عین اس وقت گولیوں کی تڑتار ہٹ گونج اٹھی، ٹرک سے گولیاں نکل رہی، لیکن کچھ نہ ہوا۔

”آپ واپس چلے جائیں.....“ بابر نے ساتھ آئے ہوئے نوجوان سے کہا۔

”نہیں، میرا گھر بہت دور ہے، جنت بہت قریب ہے، جنت سے منہ موڑ کر واپس جا کر نہ قوم کے سامنے سر اٹھا سکوں گا اور نہ مرنے کے بعد اپنے اللہ کے سامنے نظریں اٹھا سکوں گا.....“

”لیکن آپ بلٹ پروف لباس میں نہیں ہیں، آپ فوراً دشمن کی گولی کا نشانہ بن جائیں گے.....“

”آپ جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کے لئے بلٹ پروف لباس ضروری ہے، لیکن میں تو آپ کو راستہ دکھانے آیا ہوں، اپنے نلو کا چراغ آپ کے لئے روشن کر کے جاؤں گا تاکہ واپسی پر آپ اندھیرے کا شکار نہ ہو جائیں.....“ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے پھلانگ لگادی۔

وہ بھی ٹرک سے اتر آئے۔ بے دھڑک وہ عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ انہیں فوراً نشانے پر رکھ لیا گیا۔

”یہ گولیاں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں، ان سے تو ہماری پرانی واقفیت ہے.....“ توقیر نے راقل سیدی کرتے ہوئے کہا۔

بابر، توقیر اور رفعت دوڑتے ہوئے عمارت کے عقب کی طرف بڑھے۔ کاشف اور طارق رائس سمت بڑھے، سب انکیزار سلمان محمد پستول نے ہائیں طرف کارخ کیا۔ ہنڈرڈ فورس سامنے کی طرف بڑھی، پروفیسر لقمان بھی سامنے کی سمت سے بڑھے۔ انہیں اس طرح بڑھتے دیکھ کر دشمن فوجیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ سب بڑھتے ہی چلے گئے۔ ہنڈرڈ فورس نے سامنے موجود فوجیوں کو بوکھلاتے ہی ڈھیر کر دیا، چند منٹوں میں صفایا ہو گیا۔

ہنڈرڈ فورس نے دشمنوں کا اسلحہ اکٹھا کر کے عمارت کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ چکر کاٹ کر بابر اور

کے وفادار ساتھی حیران رہ گئے، بالکل ایسا محسوس ہوا تھا جیسے پہاڑ ہل کر رہ گئے ہوں۔

”تمہارے ساتھی اس عمارت کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔“ گو میف راف نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”کیوں؟“

”اس کے گرد زبردست پہرہ ہے۔“

”وہ بلٹ پروف ہیں۔“

”اوہ!“ گو میف راف چونکا۔

”اب کیا خیال ہے۔“

”میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ اس نے اپنی جگہ سے

”اس کی لاش سے بھی ہم فائدہ اٹھائیں گے، ابھی کسی کو علم نہیں سوائے ہمارے کہ گو میف راف مر چکا ہے۔“

انسپکٹر ارسلان بولے۔

”ادھر کی خبر لینا چاہئے۔“ جرنیل بٹ صاحب نے کہا۔

انسپکٹر ارسلان نے گھڑی آن کی۔ فوراً رابطہ ہوا۔

”کیسا رہا بھی؟“

”ابا جان! میں لاشوں کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا،

ادھر نیچے فوج ہمیں گھیرے میں لے رہی ہے۔“ توقیر نے جواب دیا۔

ان سب کا گھڑیوں پر آپس میں رابطہ قائم تھا، ارسلان

”اوکے!“

”ہم ویسے ہی لاشیں جمع کرتے رہے جب کہ ہمارے پاس روشنی موجود ہے۔“

”ہماری غفلیں شاید گھاس چرنے چلی گئی تھیں۔“

”ہنڈرڈ فورس ایک طرف رہے۔“ پروفیسر لقمان

نے ٹارچ کاٹیں دباتے ہوئے کہا۔

روشنی کو اڑتے ہوئے دیکھ کر آگے بڑھنے والے فوجی

حیرت زدہ رہ گئے۔ ایسا منظر انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

چھت پر اتر کر انہوں نے زینے کا جائزہ لیا۔ دروازہ بند تھا۔

روشنی کے ذریعے نیچے اترنے کی جگہ تھی، عمارت بہت بڑی

تھی، چنانچہ وہ روشنی ہی کے ذریعے نیچے اترے۔



چھلانگ لگاتے ہوئے کہا۔

”میں بے خبر تو نہیں۔“ انسپکٹر ارسلان نے معمولی سی جھکائی سے کام چلایا۔

گو میف راف نکلتا چلا گیا۔ اس کے پاؤں زمین پر نکلے۔ وہ گرا نہیں تھا، اس نے بھی بھانپ لیا تھا کہ انسپکٹر ارسلان لپیٹ میں نہیں آئیں گے، لہذا سنبھل گیا، لیکن ابھی وہ سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ انسپکٹر ارسلان بجلی کی مانند اس پر گرے، نہ صرف گرے بلکہ اٹھتے ہوئے گو میف راف کے عین دل پر ان کا فولادی مکاتی قوت سے لگا کہ گو میف کے منہ سے خون ابل کر باہر آ گیا، وہ دھڑام سے گرا اور ایک ہی جھٹکے میں یہ جاوہ جا۔

”کمال ہے، میں نے ایسی لڑائی آج تک نہیں دیکھی۔“ جرنیل صاحب نے کہا۔

”میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں عمارت خالی ہے۔“

پروفیسر لقمان نے کہا۔

”انکل! آپ نے کس طرح اندازہ لگالیا۔“ باہر نے

پوچھا۔

”اس روشنی کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ روشنی کے

دائرے سے باہر اگر کوئی زندہ جانور یا انسان موجود ہے تو اس

کے سانس لینے کی آواز بخونی آتی ہے۔“

”واہ! پھر تو آسانی ہو گئی۔“

عمارت کا اندر کا نقشہ ان کے پاس تھا۔ جس نے انسپکٹر

ارسلان کو خفیہ اطلاع دی تھی اس نے عمارت کے اندر کا

سار نقشہ بھی بنا کر دیا تھا۔ نقشے کے مطابق اب وہ اس کمرے

کی طرف بڑھ رہے تھے، جس کمرے کے اندر موت بند

تھی۔

پارٹی کے پاس جدید گھڑیاں تھیں، جن کے ذریعے چاہے وہ

دنیا میں کہیں بھی ہوں آپس میں رابطہ قائم کر سکتے تھے، ان

گھڑیوں پر پروفیسر لقمان نے بہت محنت کی تھی، اس وقت بھی

ان کا رابطہ گھڑیوں پر قائم تھا۔

”آپ سب روشنی کے ذریعے عمارت کی چھت پر چڑھ

جائیں اور اگر چھت کا زینے والا دروازہ بند ہو تو روشنی ہی کے

ذریعے نیچے اتر جائیں، پروفیسر صاحب اپنا کام کریں گے جب

کہ باہر، توقیر، رفعت، کاشف، طارق اور جان محمد وغیرہ ان

کی حفاظت کے لئے جو کس رہیں گے، باہر ہنڈرڈ فورس فوجیوں

پر حملہ کر دے۔“ انہوں نے حکم دیا۔

”اوکے سر!“ ہنڈرڈ فورس کے انچارج معاذ بن جبل

نے کہا۔

”میری ضرورت محسوس ہو تو بلا لینا۔“

جائے۔
 ”کیا ہم اس بکس کو اپنے ملک لے جائیں گے؟“
 نے سوال کیا۔
 ”ہاں! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔۔۔۔۔“
 ”اگر راستے میں پھٹ گیا یا ہمارے ملک میں پھٹ گیا تو؟“

”ہمارے ملک میں پھٹتا ہے تو پھٹ جائے، اپنے شہری بھائیوں کی طرف بڑھنے والی موت کو ہم اپنے گلے لگا کر لے جائیں گے، ہم حکومتی مسائل میں گھرے ہوئے اپنے بھائیوں کے لئے یہ کر گزریں تو یہ بھی بہت ہے، رہی بات اس کے ٹوٹنے کی، میں تو کتنا ہوں ٹوٹ ہی جائے ہمارے ملک میں یہ جینا بھی کیا جینا ہے۔ یہاں ہماری ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی آبرو لٹ رہی ہو وہاں ہماری نوجوان نسل انڈو آنے کی فلمیں دیکھنا ترک نہیں کر سکتی، جس قوم کی غیرت اس حد تک مر جائے کہ اپنی ماں، بہن اور بیٹی کی عزت لوٹنے والوں کی فلمیں خوش ہو کر دیکھیں ایسی نسل کو مر ہی جانا چاہئے۔۔۔۔۔“ پروفیسر لقمان غصے سے کانپ رہے تھے۔

”ہنڈرڈ فورس کو اشارہ دے دینا چاہئے۔۔۔۔۔“ جان محمد پستول نے کہا۔
 انہیں گھڑی کے ذریعے اشارہ دیا گیا، وہ ایک جگہ جمع ہوتے چلے گئے۔ جو منی وہ جمع ہونے وہ باہر نکلے۔ جراثیموں والے بکس کو دیکھتے ہی دشمن فوج چونک اٹھی۔
 ”یہ بکس نہ لے جانے پائیں!“ فوجی آفیسر نے جیڑاں بو کر حکم دیا۔

عین اسی وقت وہ روشنی کے اندر بکس اٹھائے اوپر کی سمت چل دیئے۔

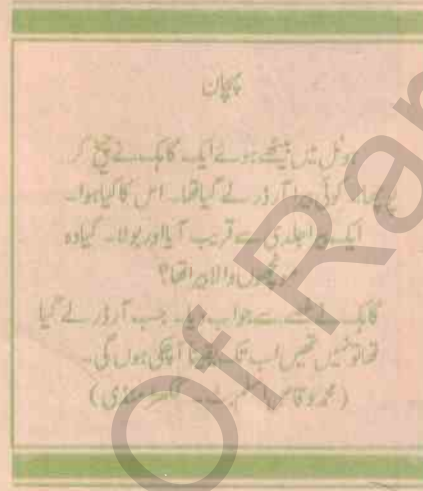
”اب دشمن کو علم ہے کہ ہمارے پاس بکس ہے، لہذا ہم پر کسی قسم کا حملہ نہیں کیا جائے گا، ہم پہلے نیلے پہاڑوں میں جائیں گے، ارسلان کو ساتھ لے کر اپنے ملک روانہ ہو جائیں گے۔۔۔۔۔“ پروفیسر لقمان نے کہا۔

گھڑی کے ذریعے انسپکٹر ارسلان کو تیار رہنے کے لئے کہا گیا، وقت ضائع کئے بغیر وہ بکس لے کر وادی سے نکل جانا چاہتے تھے۔ انسپکٹر ارسلان انہیں تیار ملے۔ جرنیل صاحب کو وہ گومیف راف کی لاش کے بارے میں سمجھا چکے تھے کہ اس کی موت کو خفیہ رکھ کر اپنے مجاہد دشمن کے ناپاک پنجے سے چھڑوائے جاسکتے ہیں۔

اپنے شہری بھائیوں کی طرف بڑھنے والی موت کو اپنے سینے سے لگائے وہ روشنی کے اندر اپنے ملک کی طرف سفر کر رہے تھے۔ دشمن تمام تر قوت ہونے کے باوجود بے بس تھا۔ پوری وادی کے انسانوں کے ہاتھ ارسلان پارٹی کو الوداع کہنے کے لئے اٹھے ہوئے تھے۔

کر رہے تھے۔ آخر کار چندرہ منٹ کی باریک بینی کے بعد بکس میں ایک مقام پر بھری سی نظر آئی۔
 ”انکل! آپ کس طرح انہیں ہلاک کریں گے۔۔۔۔۔“
 تو قیر نے باہر سے ہانک لگائی۔
 ”خاموش رہو! اباجان کو غور کرنے دو۔۔۔۔۔“ رفعت نے اسے گورا۔

”بے شک ہمارے چروں پر گیس ماسک ہیں لیکن بکس ٹوٹنے کی صورت میں یہ جراثیم پوری وادی میں پھیل جائیں گے۔۔۔۔۔“
 ”کیا یہ بات اباجان کے ذہن میں نہیں ہوگی۔۔۔۔۔“



”بحث نہ کرو، مجھے کام کرنے دو، تمہاری گفتگو مجھے تنگ کر رہی ہے۔۔۔۔۔“

”میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔“ رفعت نے کہا۔
 ”رفعت! اب تم بھی بس کرو۔۔۔۔۔“ باہر نے کہا۔
 آدھ گھنٹے تک پروفیسر لقمان بکس میں مختلف آلات کے ذریعے سوراخ کرنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ وہ تنگے ہوئے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے۔

”کاشف، طارق! تم اندر آؤ!“
 ”جی اچھا!“
 ”اس بکس کو اٹھا لو، میرا خیال ہے یہ زیادہ بھاری نہیں ہو گا۔۔۔۔۔“

دونوں آگے بڑھے، بکس کے کناروں پر ہاتھ جمائے اور اٹھالیا۔ بکس ہلکا پھلکا تھا۔

”باہر لے آؤ۔۔۔۔۔“
 دونوں آرام سے چلتے ہوئے باہر آ گئے۔
 ”اس بکس کو میں اپنی تجربہ گاہ میں کھول سکتا ہوں یہاں اگر بے احتیاطی سے کام لیا تو کہیں بکس ٹوٹ نہ

کمرے کا دروازہ بند تھا۔ انہوں نے ایک ایک کر کے تالے کے سوراخ کے ذریعے اندر جھانکا۔ کمرے کے اندر بہت بڑا شیشے کا ایک بکس رکھا ہوا تھا۔ اس شیشے کے صندوق میں گرے سیاہ رنگ کا دھواں سا مگر ہوا تھا۔ وہ اس دھواں کا مطلب نہ سمجھ سکے۔

”انکل! کیا یہی وہ موت ہے جو سیاہ دھواں کی شکل میں شیشے کے اس صندوق میں بند ہے۔۔۔۔۔“ تو قیر نے پوچھا۔
 ”یہ دھواں نہیں ہے۔۔۔۔۔“ پروفیسر لقمان نے کہا۔
 ”ارے! اگر یہ دھواں نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔۔۔۔۔“
 ”اس قدر باریک اربوں جراثیم جو صرف خوردبین سے دیکھے جاسکتے ہیں، بغیر خوردبین کے تو دھواں ہی نظر آئے گا۔۔۔۔۔“

”تو انڈو آنے کا پروگرام یہ تھا کہ اپنی تمام فوج، پاک لینڈ سے مذاکرات کے بعد نکال لے اور اس کے بعد وادی میں یہ جراثیم چھوڑ دے؟“

”ہاں! بننا باہر: یہ جراثیم سانس کے ذریعے کھینچ کر وادی کے تمام جانداروں کے جسم میں داخل ہو جاتے، ان کا داخل ہونا یہ تھا کہ سب کے سب چند گھنٹوں میں ختم ہو جاتے۔ یہ اتنے باریک ہیں کہ کسی کو نظر ہی نہ آتے۔ کتنے بے رحم ہوں گے وہ سائنس دان جنہوں نے مختلف تجربات کے ذریعے ایسے جراثیم تیار کر لئے جو انسان کو چند منٹوں میں اپنے زہر کے ذریعے ہلاک کر دے، انڈو آنے نے اپنے آپ کو جراثیموں سے بچانے کا بھی کوئی بندوبست کر رکھا ہو گا۔۔۔۔۔“

”اب ہم کیا کریں۔۔۔۔۔“
 ”بکس بہت فاصلے پر ہے، دروازہ توڑ دو۔۔۔۔۔“
 ”آئیے انکل: اباجان کی غیر موجودگی میں آپ ہی یہ کام کرتے ہیں۔۔۔۔۔“

سب انسپکٹر جان محمد آگے بڑھا۔ کاشف اور طارق اس کے پیچھے چلے۔ کئی قدم پیچھے ہٹ کر انہوں نے باری باری اپنے کندھے دروازے پر مارے۔

چھ سات مرتبہ کی کوشش سے دروازہ دوسری سمت جا گرا۔ اب شیشے کا صندوق ان کے سامنے تھا۔ اب بھی انہیں وہ دھواں ہی نظر آ رہا تھا۔

”انکل! ہم باہر کھڑے ہوتے ہیں، بے شک عمارت کے اندر کوئی موجود نہیں ہمارے علاوہ، پھر بھی احتیاط کے طور پر ہم باہر ٹھہرتے ہیں۔۔۔۔۔“

پروفیسر لقمان نے شیشے کے بکس کو اپنی خاص عینک کے ذریعے دیکھا۔ وہ سوچ رہے تھے ان جراثیموں کو کس انداز سے ختم کریں۔ اگر جراثیم باہر نکل آتے تو معاملہ گڑبڑ ہو جاتا، ان کا یہاں آنا بے کار جاتا، وہ بکس کے ڈھکنے کو تلاش

ایڈیٹری ایک دن کی

آپ کا آنا اچھا لگا مرغ کا آنا سبحان اللہ

اس کام کا نام ایک دن کا مٹی ہونا چاہئے

تبصرہ کرنے کو ابھی بہت کچھ ہے

ایسا موقع جب بھی آیا ہم نے اپنی عاقبت کو بچایا

کام ختم کریں اور پلیز سیاست پر گفتگو مت کریں۔ خود ہم دو چار فون کھڑے کائیں گے۔ کچھ انگلش میگزین اٹھا کر ورق گردانی کریں گے (ایسے ہی ذرا شوٹا کیلئے ورنہ انگلش سے تو خدا واسطے کا پیر ہے ہمیں) مگر کچھ نہ پوچھیں آفس میں داخل ہو کر آرزوؤں کا محل کیسے دھڑام سے گرا۔ انتہائی مسکین قسم کا آفس تھا پورے کمرے میں آرائش کے نام پر صرف دو عدد خستہ حال پردے اپنی جان کو رو رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے کہ پھول سا تھیو! پلیز ہر خط میں ایک ایک روپیہ



ممان ادارہ

میں نے اپنے ہم عمروں اور ہم عصروں کی طرف بڑی امید سے دیکھا مگر وہ سب اتنے انہماک سے انڈین فلم دیکھ رہے تھے کہ انہیں احساس ہی نہیں ہوا یا ہوا ان دنوں ہوری ہے کچھ دیر کیلئے ہی بند کر دیں۔ کسی کے ذہن میں گمان بھی نہیں تھا کہ اسے نماز کیلئے اٹھنا چاہئے۔ بہت دکھ ہوا مجھے۔ یہ ٹیک ہے آج آپ جوان ہیں لکھنا آپ کے قدموں تلے ہے یہ دنیا آپ کے لئے مخر ہے مگر خدا را یہ کیوں نہیں جانے کہ عذاب قرار عذاب جہنم بھی تو آپ ہی کے لئے ہے اور اس سے بچنا اور احتیاطی تدبیر کرنا آپ کا فرض اولین ہے۔ میرا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ مذہب کے لئے ناک الدنیا ہو جائیں یا درویشی اختیار کر لیں کسی بھی چیز میں حد سے گزرتا اچھا نہیں ہوتا ہے۔ ہر کام اعتدال سے کریں فلم کو نماز پر فوقیت نہ دیں۔ ہر قسم کے اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی مسائل کو ان کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر پورا کریں۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ بھی آپ کریں گے وہی فیض بن جائے گا کیونکہ فیض ہمیشہ نوجوانوں کی میراث رہا ہے۔ اونچی شلوار باندھنے کا مکمل فیشن تو آپ کے سامنے ہی ہے۔ اگر کسی اور حوالے سے کہا جاتا تو بھلا کسی نے عمل کرنا تھا۔ ہاں دیکھا دیکھی بھی نے اپنا پایا۔ آخر کیوں نا آپ نماز کو فیشن اور اخلاق کا نمونہ بنا دیں۔ بچے تو 100% آپ کی نقل کریں گے اپنی فطرت کے مطابق اور جس گھر میں بچے اور جوان پابندی سے نماز پڑھیں وہاں بڑوں کو تو شرم کے مارے خود ہی پڑھنی پڑے گی۔ یعنی آپ کو صرف بارش کا پہلا قطرہ بننا پڑے گا۔ اس کے بعد ہر طرف جل جل ہو جائے گا۔ ہر چیز گناہوں سے محل کر پاگ ہو جائے گی۔ خاص طور پر پاکستان کو بچانے کیلئے بچے محبت وطن پاکستان کی ضرورت ہے نہ کہ انڈیا سے در آمد شدہ گھٹیا خیالات اور حالات سے بچنے ہوئے پیر و پیسے جو آج کل ہر گلی محلے میں عام پائے جاتے ہیں۔ ہم کو یقین کریں ان کی ضرورت نہیں۔ یہ سلیمان رشدی کی دوسری قسم ہیں اور ہر طرح سے اخلاقیات کو تباہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ ہمیں محمد بن قاسم جیسے مومن چاہیں جو ایک بہن کی پکار پر دنیا کو قس نہیں کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں نا کہ ایسے جو کسی سڑک سے اکیلی لڑکی کا گزرنا حرام کر دیتے ہیں۔ اسلام بہت خوبصورت مذہب ہے برائے مہربانی ایسی حرکتوں سے اسے زمانے میں رسوا مت کریں۔ یہ ہمارے لئے شرم سے ڈوبنے کا مقام ہے کہ پاکستان جسے اسلام کا گڑھ مانا جاتا ہے جسے امت مسلمہ کا دل کہا جاتا ہے۔ دوسرے تمام ممالک میں ”اوہ پاکی“ کے حقارت انگیز لہجے میں پکارا جاتا ہے۔ ہر طرح کی برائیوں میں پاکستانی سر فہرست نظر آتے ہیں۔

پلیز ذرا غور کریں اور تمہاری میں تجزیہ کریں کیا واقعی ہم فرض نہیں کہ ہم اپنے بڑوں کی غلطیوں کو دھرانے کی بجائے اپنے اچھے اخلاق سے پرانی غلطیوں پر پردہ ڈال دیں اور اسلام کے ساتھ پاکستان کا نام یوں روشن کریں کہ ساری دنیا میں ہم اپنی اچھائی اور اسلام کی سر بلندی کیلئے مشہور ہو جائیں۔ بات تو وہی ہے بارش کا پہلا قطرہ بننے کی جرات کوئی کرے تو سہی۔ شکریہ۔

سروی..... لاہور

ایک ہی خواب دیکھتی کہ بہت خوبصورت آفس ہو گا جہاں بہت خوبصورت ٹیبل کے پیچھے ریوا لونگ چیئر پر ہم بڑی شان سے براجمان ہوں گے اختر بھائی اور مبین بھائی ہاتھ باندھے سر جھکائے ہمارے حکم کے منتظر ہوں گے۔ ہم شان بے نیازی سے ان کی طرف دیکھ کر کہیں گے ”ذرا جلدی

نیک تمنائیں پھول سرائیوں کیلئے اس کرسی تک پہنچنے کے تمام مراحل سے پہلے ہی آپ خوب واقف ہیں لہذا میں شروعات کروں گی آفس کی حالت زار اور اپنے خوابوں سے۔ جب سے معلوم ہوا تھا میں ایڈیٹر بنوں گی سوتے جاگتے

ہی ایلٹی سے جوڑ لیا تھا اب حالات خطرے سے باہر ہیں۔
ہو ایوں کہ اختر بھائی نے کہا کہ ایڈیٹری بالکل مختلف ہو تو
مزہ ہے۔ ہم نے سوچا رو داد ہی نہیں مسائل بھی مختلف ہونا
چاہئے۔ یہی سوچ کر ہم نے بھائی سے کہا کہ لنچ لادیں تاکہ
آج یہ بھی تبدیلی ہو کہ ہم لنچ کھائیں نہ بلکہ کھائیں۔ تو جناب
لنچ آگیا گروہ تھا مرغ اور ہم مرغ کھاتے نہیں پھر ایڈیٹر بھائی سے
کہا کہ ہمیں تو چاول ہی منگوا دیں۔ انہوں نے فوراً منگوا
دیئے۔ ہم نے جانے سے پہلے پوچھا کہ ہمارا آنا کیسا لگا بولے
اچھا اور آپ کے لنچ کا آنا اور بھی اچھا۔ سبھی ہنس دیئے۔
ہمیں غصہ آگیا کہ لنچ ہم سے اہم ہو گیا۔ خیر انہوں نے تسلی
دی پھر کہیں چین آیا۔

جہاں تک آپ میرے نام سے پریشان ہو رہے ہیں تو یاد
رکھیں یہ (سروہی) ہمارا قلمی نام ہے آئندہ زندگی میں یہ ہی
استعمال ہو گا لہذا ایرانی ختم کریں اور اصل نام کو بھول جائیں
تو بہتر۔ ایک اور چیز مجی بہتر ہے کہ آپ بڑے صفحے کے
ایک طرف خوشخط اور پورے ایڈریس کے ساتھ لکھا کریں
تاکہ آپ کا خط روڈ کی نوکری کی زد سے محفوظ رہے۔ ہم نے
تو آپ کی بد دعاؤں سے بچنے کیلئے سوائے لفافوں کے کچھ بھی
باسکٹ میں نہیں ڈالا کیونکہ ہم بہت حساس اور نازک دل
رکھتے ہیں۔ سو جب بھی ایسا کوئی موقع آیا (اور بار بار آیا) ہم
ہے یہ اہم فریضہ بین بھائی کے ذمے لگا دیا اور اپنی عاقبت کو
خراب ہونے سے بچایا۔ تبصرہ کرنے کیلئے تو ابھی بہت کچھ

کچھ نہ پوچھیں ہماری آرزوؤں کا محل کیسے دھڑام سے گرا

پورے کمرے میں آرائش کے نام پہ صرف دو عدد پردے لٹک رہے تھے

مسلسل تین گھنٹے تک ایک ہی جگہ اور ایک ہی زاویے سے بیٹھ کر خط
کھولتے رہنے سے ہمارے ہاتھ مسلسل اسی طرح حرکت کر رہے ہیں

اتنی آہستہ ہیں کیا مجال جو قسم کھانے کو پہلی بار ہمیں کوئی بات
سنائی دے گئی ہو لہذا (مفت مشورہ) آئندہ آنے والے
منشی اوہ! میرا مطلب ہے ایڈیٹر اگر آگاہ سماعت ساتھ لیتے
آئیں تو بہتر ہو گا۔ مبین بھائی تھوڑے زندہ دل ہیں (جب ہی
دونوں کی بنتی ہے) آرٹیشن کی فرزانہ باجی تو بہت ہی اچھی
تھیں صورت و سیرت دونوں میں۔ سب لوگ بہت اچھے تھے
یہ تو ہم مان گئے کہ نوائے وقت کے پاس بڑے بڑے آفس
آرائشی اشیاء ہوں ناہوں مگر خلوص، محبت، محنت، لگن اور
کام کرنے کا جذبہ بہت زیادہ ہے۔ اور وہ بھی بالکل خالص
جس کا اظہار ہم نے ہر شے میں دیکھا ماسوائے ایک کے جہاں
ایک انکل اس شعری عملی تصویر بنے بیٹھے تھے۔
ہم اپنے آپ سے بھی آشنا نہیں ہیں مجید
کوئی ہماری انا کا مزاج کیا جانے

آپ کی عزت بھی تو پھول سے ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو ڈاک
والے یہ پڑھ لیں اور مجھے غیر قانونی مشورہ دینے کے جرم میں
اندر کر کے خود سارے روپے نکال نکال کر اپنا آفس ہی
چکانا شروع کر دیں۔ (ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے اس
چندہ ماگھ میں ہمارا کوئی کمیشن نہیں ہے یہ تو صرف خیر سگالی
کا جذبہ ہے)۔ خیر کچھ اور آگے بڑھیں ابھی ہم اسی دھچکے سے
سنبھل نہ پائے تھے کہ ہمیں جو کام کرنے کو دیا گیا وہ جان کر تو
رہے سے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

یہ ڈاک کے دن تھے اور ٹیبل پر بڑھتے ہوئے ڈھیر دیکھ کر
ایڈیٹر بھائی یہی کام ہمارے سپرد کر دیا۔ اس کام کے
کرنے کو ایڈیٹری اور کام کرنے والے کو ایڈیٹر کہنا سراسر
اس پیشے کے ساتھ زیادتی ہے ہم احتجاج کرتے ہیں اس کا نام
بدل کر ”ایک دن کے لئے منشی“ کر دیا جائے تو بہت بہتر ہو
گا۔ اگر سابقہ ایڈیٹروں کے پاس کوئی ٹھوس اور مدلل لفظ ہو
اس پوسٹ کی وضاحت کیلئے تو پلیز واضح کر دیں کیونکہ منشی لکھ
کر ہم اپنے جذبات کا ٹھیک طرح اظہار نہیں کر پائے ہیں۔
تین گھنٹے تک مسلسل ایک ہی جگہ ایک ہی زاویے سے بیٹھ کر
سینکڑوں خطوں کو کھول کر الگ کرتے رہے۔ ہاتھوں میں
ایسا تسلسل پیدا ہو گیا کہ تین گھنٹے بعد ہاتھ روکنے تو انہوں
نے رکھنے سے انکار کر دیا۔ یقین نہ ہو تو آکر آزمائیں۔
ہماری یادداشت کبھی قابلِ فخر نہیں رہی (بیشے قابلِ مذمت
ہی ہوتی ہے) وہاں اتنے لوگوں سے تعارف کا مرحلہ طے ہوا
کہ دماغ جام ہو گیا جو کہ ایڈیٹری کرتے ہوئے ریڈار کی طرح
گھوم رہا تھا اسی لئے بقول ”یوسفی“ ہم نے ایک آدمی کے
برابر کام اور چار کے برابر غلطیاں بڑی تندہی سے کیں۔ یہ
تو وہ ہی جائیں گے جو بھگتیں گے۔ (جی نہیں ہم ذرا کسر نفسی
سے کام لے رہے ہیں اب ایسا بھی اندھیر نہیں تھا کوئی ایسا نہ ہو
یہ جان بوجھ کر دوسروں کی غلطیاں بھی ہمارے نام لگائی
ہوں) ہم اصل میں بتا رہے تھے ناموں کے بارے میں جو
ہمیں یاد رہ گئے ہیں ملاحظہ ہوں۔ مجید آفاقی ’فرزانہ یاد‘
سفیان اعظم، مبین عباس وغیرہ۔ اختر بھائی کافی دھیمے مزاج
رکھنے والی شخصیت ہیں اور مزاج کے عین مطابق بولتے بھی

سلمان احمد

بہار آزادی

مک رہی ہے ہر اک سو بہار آزادی
میرا وطن ہوا آزاد اس کا کیا کہنا
ہم اپنے عزم و عمل سے اسے سجاتے ہیں
ہماری محنت و ہمت کا پاسبان ہے یہ
ہم ایک جان ہیں ایک دل ہیں ایک ایمان ہیں

بلند رکھیں گے ہر دم وقار آزادی
چن میں نکھرے گی ہم سے بہار آزادی

ہے۔ خاص طور پر پھول آفس کے دائیں بائیں یعنی شیشے کے
آر پار (خصوصی طور پر آر) کے بارے میں سیر حاصل گفتگو
کی جاسکتی ہے مگر طوالت کے ڈر سے نہیں کر رہے موقع ملا تو
پھر کبھی سہی۔ اس دعا کے ساتھ خدا حافظ کہ ہمارا پار پھول
دن دو گئی اور رات چو گئی ترقی کرے اور یونہی پڑھنے والوں کو
لاحدود خوشیوں سے ہمکنار کرتا رہے۔

مگر ہم نے بالکل مانڈ نہیں کیا اور ان کی بیزار کی کو اسی شہرہ
آفاق مسئلے یعنی ٹیکم کی ڈانٹ کے کھاتے میں ڈال دیا۔ ویسے
بھی انہوں نے نظر بٹو یا دو (کہیں وٹو صاحب ناراض نہ ہو
جائیں) کا کام کیا اور نہ نوائے وقت کی میزبانی کو ہماری بری نظر
لگ جانے کا 100 خطرہ تھا۔ بہت خوشگوار دن گزارا ہم
نے۔ ایک بار اختر بھائی نے دل بھی توڑا تھا وہ ہم نے گھر آتے

پھول بڑا مقبول

انعامی خط

شائیں شائیں..... ذول ذول..... جی ہاں یہ انہیں آمدنیوں اور بھگدوں کی آوازیں ہیں جو اس وقت دس ہزار کلو میٹر کی سینکڑی سیٹھ سے ہمارے دماغ میں چل رہے ہیں۔ غضب خدا کا صدیاں بیت گئیں ہر دفعہ اپنے خط کے شائع ہونے کی امید میں اپنا وقت برباد کرتے ہوئے خیال ہے جو ایک دفعہ بھی ایک برطری چھاپ دی ہو۔ ہمارا دل تو..... یہ دل کا زمانہ نہیں..... ہمارا جگر، لبلبہ، گردہ بھی چاہ رہے ہیں کہ ایسا خط لکھوں کہ اندر کی آگ صفحت میں آجائے اور وہ جل کر راکھ ہو جائیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے اس حکایت کو طوطے کی طرح رٹ کر کھائے۔

”جواب جاہلان باند غوثی“

خیر اب ہم اتنے بھی جاہل نہیں کہ آپ مسلسل ہمیں نظر انداز کرتے رہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ زہر سے زیادہ کروڑا، اندھیرے سے زیادہ سیاہ اور ناگ سے زیادہ خوفناک خط لکھیں لیکن ہم اپنی روایات کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں لہذا..... ہم نے معاف کیا..... جی جناب اب آپ کی کھٹی مٹھی خیروں پر کھٹے ٹھٹھے بہرے، تشریف کے بڑے بڑے نوکرے سروں پر اٹھائے حاضر ہیں۔ خوش آمدید کہنے ناں۔

اس بار بھی حسب سابق ہم نے سرورق کو گھورنے سے چشمہ ”پھول بڑا مقبول“ کا جائزہ لیا اور فوراً اپنی اوقات میں واپس آگئے اور سرورق کو نہایت پیار سے گھورا۔ محنت کش بچے کے چہرے پر پریشانیوں کے بجائے مسکراہٹ عجیب سی لگی مگر وہ بھی کیا سرورق پر غور کریں چنانچہ صفحہ پلٹ دیا۔ ای! اگلے صفحے پر تین الہ صاحبان نے ہمارا استقبال کیا۔ دنیا میں ہمارے استقبال کیلئے صرف الو ہی بچے ہیں کیا؟ کچھ اور نہیں ملتا تھا! یاری سی گڑیا باپو دے وغیرہ خیر یہ آپ کا مسئلہ ہے ہم اس میں اپنی ناگ نہیں اڑانا چاہتے جسے عرف عام میں ”دوئی مارنا“ کہتے ہیں۔ اب آئیے کرٹوں کی طرف۔ اس بار ان کا زاویہ ہماری آنکھوں کے وسطی نقطہ کی جانب تھا چنانچہ ہماری آنکھیں چندہا نکلیں۔ ہم نے چندہی ہوئی آنکھوں سے ان پر نگاہ شفقت فرمائی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ تحریر پر کشش تھی لیکن اس میں ہر دفعہ ایک ہی موضوع ہوتا ہے۔ مجھے غلاں مونتے پر خدا یاد آیا۔ میں بھت سے گر پڑی۔ خراش تک بھی آئی مگر خدا یاد آیا۔ اگر موضوع دھڑکی ٹائپ کا ہو تو اچھا ہے۔

جی ہاں۔ اب ہم نے ”اداریہ“ پڑھنے کا ”ارادہ“ کیا اور فوراً ہماری پھیلی پر پینے کے قطرے بگدگائے گئے۔ ہم نے آپ کی نصیحت کے مطابق ان کو پوچھ ڈالا۔ اگلے صفحے پر انمول زہرات جگمگا رہے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ اس میں تعلیم یا دوستی کا موضوع اپنا یا گیا ہو گا مگر اس میں سونے چاندی کے ”انمول زہر“ تھے۔ خیر درمیانے درجے کی کمانی تھی۔ اشتیاق صاحب خوش ہیں ناں! ہم نے آپ کو پاس کر دیا۔

”خوشی کی ہوا“ پڑھ کر بالکل خوش نہ ہوئی۔ موضوع گھسا پٹھا۔ میں نے مانگنا ہوا پوچھ دیکھا۔ رحم آیا..... اس کے بارے میں سوچا..... رات کو نیند نہ آئی اور آخر میں کچھ ڈانٹا۔ اگر ایسی کمانیاں ہی جیجی ہیں تو ہم آج ہی آپ کو دس کمانیاں بھیج دیتے ہیں اور اگر وہ نہ بھیجیں تو بھلا میں آپ کو کیا کہوں گی..... ”دوست پرست“ ہم صفحت پہ صفحت پلٹتے پراتر آئے ارے ایک صفحے سے بہت دھواں اٹھ رہا تھا۔ سانس لینا مشکل ہو گیا۔ ہم نے سوچا۔

”یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے“

لوجناب ہم نے جو بھ لیا۔ یہ دھواں سامنا شعر عظیم سے اٹھتا ہے۔ ہم بہت خوش ہوئے کہ ہمارے پسندیدہ ایکٹر کا انٹرویو ہے۔ ہم کس منہ سے آپ کا شعر یہ ادا کریں جی! پر اسی منہ سے کرنا پڑے گا کیونکہ آج کل مارکیٹ میں ریز اور کیوس کے ”مندوں“ کی قلت ہو گئی ہے کیونکہ شکر یہ ادا کرنے کیلئے کسی اور منہ کے استعمال کا دروازہ کھل پڑا ہے۔

”پھول کلینک“ میں ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر ہنسی آئی۔ کیا ڈاکٹر چار آنکھوں اور دو دودھ مونچھوں کے مالک ہوتے ہیں؟ اگر ہم غلطی پر نہیں ہوں تو ”کلینر کٹ“ ہونی چاہئے۔ ”غیر نادانی اور نمکول“ ان میں سے پہلی انکم اور ہمارا انچولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہمارے بہن بھائیوں کے مطابق دوسرے انکم سے ہماری رشتہ داری زیادہ ہے خیر چھوڑیں جی۔ اور نمکول! وہ تو عموماً پھولے بچے پیتے ہیں۔

بھیا مجھے آپ سے ایک زبردست شکایت ہے۔ میں مذاق نہیں کر رہی بلکہ سنجیدہ اور وہ بھی بے حد قسم کی بلکہ ایک ہزار بی صد سنجیدہ۔ کیا آپ نے پھول کے ذریعے لڑکے لڑکی کے فرق کو پروان چڑھانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ آپ ہمیں کن جھکڑوں میں ڈال رہے ہیں۔ آخر آپ ہمیں کیا سکھانا چاہتے ہیں؟؟؟ ابھی تو ہمارے مل کر پڑھنے، کھیلنے اور آکے بڑھنے کے دن ہیں اگر آپ اسی طرح لڑکا لڑکی، لڑکا لڑکی کی کردار کرتے ہوئے خطوط شائع کرتے رہیں گے تو ہمارا کیا بے کا؟ آج ہمارے وطن کو صرف لڑکوں کی نہیں اور نا ہی صرف لڑکیوں کی

ضرورت ہے بلکہ ہماری دھرتی اپنے بیٹے بیٹیوں کو آواز دے رہی ہے۔ پکار رہی ہے ”اے میرے بچو! آؤ! قدم سے قدم ملا کر آؤ اور بڑے چلو..... بڑھے چلو“ ہمارا دل چاہتا ہے کہ جو نادان ”بچے“ اس طرح کے خطوط بھیجتے ہیں ان کو دس عدد، پانچ سالہ لڑکی کے انٹرنیشنل بھائی سید کروں۔

کیا خیال ہے؟ اپنے پیچھے دیکھئے۔ مڑ جائیے۔ واپس لوٹئے۔ کہاں! وہیں جہاں سے آئے ہیں یعنی کمانیوں اور تحریروں کے تصویروں کی طرف۔ جناب عالی! پائیل ایک زبردست اور نایاب تحریر ہے۔ اس کا ایک ایک جملہ، ایک ایک لفظ دل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ بھئی پڑھیں پھول اور متاثر نہ ہوں ناممکن ہے آپ اسے کھن لگانا سمجھیں یا دیکھ سکیں گے سے چو پڑنا لیکن میں اس تحریر کو اپنے ذاتی ایوارڈ یعنی ”صدائق ایوارڈ برائے اچھی تحریر“ سے ضرور نوازاؤں گی۔ رخشندہ جی کیا یہ سچی کمانی ہے؟

”لطیفہ کچھ یوں ہے“ کو لطیفہ گیتنا لطیفی کو تو بن ہے۔ کیوں تو بہت مناسب ہے ایک بھی لطیفہ ایسا نہیں کہ بڑھ کر ہٹنا اور لوٹ پوٹ ہونا اور کی بات مسکراہٹ ہی آجائے بلکہ ہم بے حد سنجیدہ ہو گئے۔ ہماری ہمارے پیمان ہو گئیں کہ اچھی کھلی تھی اسے کیا ہو گیا۔ انہوں نے ہم سے ”سب آف سنجیدہ شمس“ دریافت کیا تو ہم رو پڑے اور پھول کا صفحہ نمبر 30 ماما کے آکر دیا۔

جی ٹیلی فونک کالم اچھا نہیں ہے اور نا ہی بہت اچھا ہے بلکہ یہ بہت ہی اچھا ہے۔ ہم ان ساتھیوں سے بہت جیلمیں ہوتے ہیں جو رنگ کرتے ہیں اور فنل فو مل جاتا ہے اور اوپر سے چھپ بھی جاتا ہے۔

واہ ری قسمت تیرے کیلئے! او! آئی ایم سوری۔ باتوں باتوں میں ہم عظم یاد صاحب کو تو بھول ہی گئے۔ ہم نے عظم بھائی کے اعزاز میں ایک شعر بذات خود کہا ہے ملاحظہ ہو عرض کیا ہے۔

تیری آنکھ کا ہر انداز پیدارا
میرھی آنکھ کا ہر انداز نزارا

(آداب - آداب - تفصیلک یو)
ٹپ ٹپ..... چمچ چمچا چمچ..... جی ہاں یہ وہی اشک دھکی دکھاں ہیں جو ہم نے ”مختصر مگر موثر“ میں ”پی“ کے مطالبے پر ہماچھوڑے اور بے اختیار منہ سے نکلا۔

انداز بیلاں گرچہ تیرا شوخ نہیں ہے
یقیناً اتر گئی میرے دل میں تیری بات۔

وہیے تو اس میں تمام تحریریں مختصر مگر موثر تھیں سوائے ”ہماری قسمت“ کے ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ آپ اچانک ان گھسے پٹے موضوعات کے پیچھے کیوں پڑ جاتے ہیں۔ ایسی کمانیوں میں یہی ہوتا ہے۔ نمک کی جگہ چینی اور سرچوں کی جگہ پیسی ہوئی اینٹیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مصنفین کے دماغ میں بھی کوئی الٹی شے بھری ہوئی ہے۔

”یہ تصویریں“ میں تمام تصویریں اچھی تھیں۔ خاص طور پر چار عدد ”نڈ پشیشٹ“ کا ایکشن پسند آیا لیکن ”بچے ہوں تو ایسے“ میں مانتی ہوں کہ اچھی تصویر تھی لیکن بھیا جی آپ کا جس پر دل چاہتا ہے انعام دے دیے ہیں۔ میرے پاس ایسی کرٹوں تصویریں ہیں جنہیں تو انعام ملے گا کیا؟
کاشف بشر کا شفی کمانی ”اصلی روپ“ نے بہت متاثر کیا ہے واقعی وہ جی کہتے ہیں کہ ہم سب اوپر سے کچھ ہیں اور اندر سے کچھ بقیل شاعر۔

نقاب الٹ دوں اگر تمام چروں سے
تو میرے شر کا اک شخص بھی سچا نہیں
کاشف صاحب! اس خاکسار کی جانب سے مبارکباد و وصول بخیر۔ جس طرح کسی چیز کی بار بار شکایت اچھی نہیں ہوتی اسی طرح بار بار تعریف بھی اچھی نہیں ہوتی یہ وجہ ہے کہ ہم نے تن من دھن سے کوشش کی ہے کہ بیڈ ناغہ ستوری کی تعریف سے گریز کیا جائے اور اسی خوشی میں ایک ایسا شعر سنایا جائے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب و کامران و سرخرو ہوں۔

ژاژو ماژو ژاژو ماژو ژاژو ماژو
ایں ہمہ است ماژاں سر تا پا ژاژو
کتنے کیسی چوگس ہے۔

ارے ہاں یاد آیا اور کیا خوب یاد آیا بھئی جس کا ذکر صفحہ اول پر کرنا چاہیے تھا وہ اب حاضر ہے۔ ہاں جی ہم بات کر رہے ہیں ”تلاش“ کی۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ تلاش کی شان میں قصیدے لکھ لکھ کر ہم دنیا جہان کی روشنائیاں ختم کر دیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم نے اس ایک فقرے میں اپنے جذبات کا اظہار کر دیا ہے۔

بھیا جی پھول میں اتنے سلسلے ہیں کہ اکیلی کھٹی جان کسی کی تعریف کرے اور پھول، پھول، پھول دن رات پڑھیں ہم پھول جب پھول سے تھک جائیں تو پھر بھی پڑھیں ہم پھول۔

ہاں جی یہ ہمارا بے شمارا دل لیر ہے اور ہمیں یقین محکم ہے کہ یہ چند دنوں تک ردی کی نوکری نہیں نوکرے میں اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ کسی کو نے میں پڑا سکر رہا ہو گا جی۔

ہماری بھی داستان نہ ہو گی داستانوں میں
اسے اب ہماری دانشمندی کہنے ناں کہ اپنے دل و دماغ کو بڑے وقت سے پہلے ہی تیار کر رکھا ہے تاکہ ایک دفعہ پھر بات ایک سے محفوظ رہ سکیں ورنہ ہم وصیت ناے میں ہی لکھیں گے کہ بیٹائی پھول میں بھی خط نہ لکھنا۔ اس وقت ایک شعر کا اقتدار زبان پر آ رہا ہے۔

گل پھٹنے ہیں اور دل کی طرف بلکہ شرم بھی
اے خانہ بزم انداز چمن کچھ تو ادھر بھی!

☆..... امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور گرمی کی وجہ سے مشروبات سے لطف اٹھا رہے ہوں گے۔ ایڈیٹر بھیجے تھیں ہے کہ آپ یہ دیکھ کر حیران ہو رہے ہوں گے کہ میں نے دوسرے بچوں کی طرح کوئی شعر کہیں نہیں لکھا تو جواب اصل میں بات یہ ہے کہ تو مجھے کوئی شعر آتا ہے اور نہ مجھے شعر و شاعری سے کوئی دلچسپی ہے۔

☆..... پیار و رقت تھا تو اچھا مگر اگر آپ اس کے بجائے گرمی کے موسم کی مناسبت سے یا کمائیوں کی تصویروں میں سے کوئی اچھی سی تصویر (چاہے بڑا نام مشوری ہی کی کیوں نہ ہو) چھاپ دیتے تو سرتوک زیادہ اچھا لگتا۔ (سعدیہ احمد - مظفر آباد)

☆..... نافذ احسن کی پھول ڈشتری اچھی تخلیق تھی لیکن صفحہ بتائیے انعام پاپے کی بدولت ہی پھول کی 40٪ شہرت ہے۔ ”بھینس ناں“ ویسے اس مرتبہ صفحہ بتائیے انعام پاپے کے نام نظر نہیں آ رہے۔ (غور سے دیکھیں ضرور نظر آئیں گے)

☆..... آپ ہر مرتبہ 10 روپے والا اشارہ ہی نکالا کریں۔ راحت شوکت کا انعامی خط پسند آیا۔ اور بابی عاشرہ کا بھی اور ڈیل ایڈیٹر ناں بھی۔ ہر مرتبہ ایسا ہی کیا کریں۔

☆..... حاضر جناب!

(رانا صغر علی موٹی - پاک پتون)

☆..... جب جولائی 94ء کا شمار ملا تو میں نے جولائی 93ء کا شمار اٹھا کر دیکھا تو دونوں میں واضح فرق نظر آیا آپ کی محنت اور کوششوں سے اس رسالے کا معیار وقت کے ساتھ ساتھ اور بلند ہوا ہے اب سرورق بھی بہت بہتر بنا دیا ہے میں آپ کو اور آپ کے تمام شاف دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(طاہر مشتاق - فیصل آباد)

☆..... خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ پہلی مرتبہ پھول کا تصنیف مطالعہ کیا اور اسے نہ صرف بچوں کیلئے بلکہ بزرگوں اور بوڑھوں کے لئے بھی کیسا مفید پایا۔ ”سرورق“ پر نظر پڑی تو کھٹوں خیالات کی وادی میں کھویا رہا۔ اس نوعمر کس بچے کا خوبصورت مسکراتا ہوا چہرہ اس کی معصومیت اور ذہانت کی چٹکی کھارہ تھا۔ لیکن اس کا لباس اور ارد گرد کا ماحول دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہ بچہ کسی ورکشاپ پر مزدوری کرتا ہے۔ مگر میں حیران اس لئے ہوں کہ اس کی تصویر ”پھول“ کے سرورق پر کیوں چھپی؟

☆..... بھیا! ہمارے ہاں یہ رواج بن چکا ہے کہ ہم بچوں کے میگزین اور رسائل کے ”سرورق“ کی زینت اس بچے کو بناتے ہیں۔ جو خوبصورت اور خوش لباس ہونے کے ساتھ ساتھ کسی اچھی فیملی سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن اگر آپ بچ پوچھیں تو حق صرف انہیں مختص بچوں کا ہوتا ہے کہ ان کی تصاویر ”سرورق“ پر شائع کی جائیں جو۔

☆..... ظلم بھی سستے ہیں اور بغاوت نہیں کرتے (صغیر احمد - پاک پتون)

☆..... خوش فہمیاں کے سمندر میں ڈکیاں لگاتے ہوئے جب پھول بڑا مقبول میں سر نکالتا تو یہ انکشاف ہوا کہ دونوں بورڈز ترین خطوط میں سے ہمارا کسی پر بھی حق نہ تھا۔ غم و غصے کے طے تلخ جذبات سے آگے صفحہ پلٹا تو ایک چھوٹی سی خطی کے نیچے اپنے نام کی توہین برداشت کرنی پڑی اور پھر نیچے لکھے فقرے نے ہمارے دل کے ٹوٹے ٹوٹے کر دیئے۔

☆..... ایڈیٹر بھیجیے آپ نے کیا کردار یا کو کوڑے میں بند کر دیا۔ ہمارے اتنے بڑے خطی کی ہیڈ لائنز دینے کا کیا فائدہ سیدھا روری کی ٹوکر میں پھینک دیا ہوتا۔ (آئندہ انشاء اللہ یہی کریں گے۔ آخر کو آپ کی خواہش ہے) شکر کریں میں نے اس وقت سلطان راہی کی کوئی فلم نہیں دیکھی اور اتنی عاجزی سے بولنے کی بجائے یہ دھمکی دیتی۔

☆..... ”اوئے تو میرے خطوط چھوٹا گھٹا“ اس میں تیرا رسالہ بند کروادیاں وا اوئے“

(شیخ امین چودھری - برنالہ - کشمیر)

☆..... غفر توس کی تحریر تو اچھی تھی مگر کالٹون اعلیٰ کوالٹی کے نہ تھے بہر حال کسی نہ کسی طرح بھٹم کر لئے۔ کیرے کی آنکھ سے مختلف تصویریں دیکھیں مزہ آتا مگر یہ تصویریں اچھی نہیں لگیں پر کیا بہتر کیجئے کہ بچوں سے دور نہ رہیں اور وہ کیسے کہیں کہ جس کا کام ہی کو سا بھیجئے

☆..... اس لئے ہم نے خود اس سے رہبر کا مشورہ دیا۔ بھوک بھی اچھی تحریر تھی اور سبق آموز بھی تھی۔ آفتاب احمد کی روشنی کا سفر بہت اچھی نہیں لگ رہی مگر لگتا ہے کہ شاید کمائی آگے چل کر زیادہ پر تجسس ہو جائے۔ اور اس کمائی کا مرکزی خیال بھی بہت اچھا ہے۔

(محمد آصف جاوید خاں - ٹنٹرہ)

☆..... اس ماہ کی بہترین کمائی بلکہ بہترین تحریر کننا چاہئے، وہ نجمہ عاقل کی ”ابرا! آپ کب آئیں گے؟“ تھی۔ یہ کمائی کی صورت میں ان مظالم کی عکاسی ہے جو آج مقبوضہ کشمیر میں تینتے کشمیریوں پر روا ہیں۔ اس تحریر کے سرے مجھے ”تلاش“ نے نکالا۔ ”تلاش“ بھی زبردست جا رہی ہے۔ اس کی اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ مگر پیارے ”پھول“! کیا بات ہے؟ ہمارا دوسری سلسلہ وار کمائی ”روشنی کا سفر“ کچھ سست نہیں جا رہی؟ ”تخیل کے کھوڑے“ سائنسی ترقی کے بارے میں تھی۔ پڑھ کر بھی روکنا مشکل ہو گئی۔ ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں شکل ایسی ہو گئی جیسے پکا ہوا کیڑا۔ ہماری یہ حالت دیکھ کر بھائی پوچھنے لگے کہ کیا ہو؟ پیٹ میں کہیں پھر تو درد نہیں ہو رہا؟

(میدہ رباب شاہ - بکرات)

☆..... سرورق بہت خوبصورت تھی سوری تھا گے بڑے تو کہیں اپنی روشنی سے چاروں طرف اجالا کر رہی تھیں۔ ادارہ دیکھا ایک ایک لفظ بغور پڑھا اور پہلی لائن سے لے کر آخری جمع تک بہت اچھی تھی۔ سوری تھا (دوسری بار غلطی ہوئی)

(نہید شریف - بدو ملہی)

☆..... ”کوشش اچھی تھی“ کن کی کوشش اچھی تھی۔ میں نے بھی تو کمائی بھیجی تھی۔ میرا نام کیوں نہیں آیا۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔ کیا آپ دل جلا کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ میں نے کچھ اقوال بھی بھیجے تھے، وہی شائع کر دیئے۔

(آصفہ ندیم اہلبہ (عاشی) چک 10/140 - آر)

☆..... (وہ اقوال ہمیں کسی اور نے پہلے ہی بھجوا دیے تھے۔ کیا کرتے ایک کوشش اچھی اور کریں ممکن ہے کام بن جائے)

☆..... میری طرف سے مبارکبادی ایک تجویز ہے۔ یعنی آپ مان گئے اور ہم اللہ کو اداریہ سے اوپر لکھ دیں یا آپ نے ہمارے سامنے ہار مان لی چلو اچھی بات ہے۔ ہار ماننے سے بھی تو طرف کا پتا چلتا ہے۔ ہے نا۔ بھیا! میری ایک بات اور مان لیجئے جیسے یہ لوگ کہتے ہیں تاکہ یہ کلیوں کا سلسلہ ختم کریں اسی طرح میں بھی کہتی ہوں لوگوں کا ٹکٹوں کا یہ سلسلہ ختم کریں پھر پتا چلے گا۔

(یاسمین پروین - راجن پور)

☆..... فضیلت کمائی بہت اچھی تھی آپ کو اس طرح کی کمائیاں ضرور دینی چاہیں۔ تاکہ ہمیں بھی کچھ عقل آجائے۔ تلاش جس کی تلاش تھی مل گئی بہت اچھی لگی میں آپ سے میرا ایک شکایت کرنا چاہتی ہوں آپ تلاش کا بہت تھوڑا حصہ دیتے ہیں اور اسے بہت زیادہ سستی خیز بنا دیا ہے لیکن بہت مزہ آتا ہے آپ سے گزارش ہے کہ تلاش کو تھوڑا سا لمبا کر دیا کریں۔

☆..... ڈاکٹر اطہر۔ اسے انور کی کمائی اچھی لگی دھوکہ کرنا اور فریب دینا بری بات ہے۔ اور اپنی غلطی تسلیم کر لینا غلطی کی عینگی کو کم کر دیتا ہے۔ سائنسی کھیل زیادہ پسند نہیں آیا۔

(نور عامرہ - ریاض الحق - ننگن صاحب)

☆..... ادارہ پڑھ کر آنکھوں میں بے اختیار آنسو چھلک پڑے واقعی گہروں میں رشتہ داروں کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں اور باتوں پر گھڑوں شکوں کی ایسی بن بادل برسات آتی ہے کہ ساری محبت اور مروت ہمہ جانی ہے رشتے جوڑنے سے زیادہ توڑنے آسان ہوتے ہیں۔ آدمی کتنی کھٹوں اور کوششوں سے رشتے ناتے اپناتے ہیں لیکن رتی بھر غلط فہمی کی وجہ سے رشتے مل بھر میں ٹوٹ جاتے ہیں یہ تو ایک نازک کچے دھماکے کی طرح ہوتے ہیں یل میں بڑے اور یل میں ٹوٹے۔ واقعی ایڈیٹر بھی آپ کوئی جب قول بیات لکھتے ہیں تو مٹی پر دوپٹے ہیں ادارہ پڑھ کر مجھے بہت خوشی بھی ہوئی کہ میرے دل کی بات لکھی اور میرے آنسو بھی آنکھوں سے رواں ہو گئے۔ اس موقع پر ایک اچھا شعر یاد آ رہا ہے۔

☆..... ساری بات تعلق کی جڑوں کی سچائی تک میل دلوں میں آجائے تو گھر ویرانے ہو جاتے ہیں (فریحہ جبین فیصل آباد)

☆..... واہ بھیا آپ ہماری پسند کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔ جو فرمائش کی فوراً پوری ہوئی۔ فائصل کے فوراً بعد پھول بڑا مقبول دیکھا اس امید کے ساتھ کہ شاید ہمارا خط انعامی ہو گیا ہو لیکن کہاں جناب یہ جو بھی ہماری قسمت پھول بڑا مقبول سے اپنے تمام پیارے پیارے ساتھیوں کے خط پڑے واہ کیا لکھنے کا انداز ہے۔ بھیا میرا خیال ہے کہ آپ تڑتار تڑا سا کر انعام دیتے ہیں۔ (شینہ کوثر گل شوپورہ)

☆..... مانا کہ تم حسین ہو مگر اس قدر نہیں جتنا کہ میری دید نے تم کو بنا دیا جی ہاں! ہمیں جس قدر پھول کا انتظار ہوتا ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ دل تو کہتا ہے کہ خط نہ لکھا جائے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ خط کی کیا عزت ہوتی ہے تمام کا تمام ہی بھیا لکھا جاتے ہیں۔ نہ گل اپنا، نہ خار اپنا نہ ظالم اختر عباس اپنا پھر بھی امید ہے کہ خط شائع ہو جائے گا اپنا (محمد ظفر اللہ شاہد پاک پتون)

☆..... ایسے خط لکھتے ہیں اور ایسے شعر تو حضور ایسے ہی سلوک ہو گا۔ کیا کریں مجبوری ہے۔

☆..... خنزہ کی بائبل کچھ دل کو بھلی گئی اف خدا یا یہ شافیہ صاحبہ کو کہا ہو گیا ہے اف تخیل کے گھوڑے تھے یا پھر..... یہ تو ادب سے گزر گئی یہ تو بالکل ہی کیوس ٹائپ کی تھی مائینڈ۔ مت کریں ایڈیٹر بھی تنقید اور تعریف کا اختیار ہمارے پاس ہے۔ اوہ یہ قاسم گورابہ کو کیا ہو گیا اچھا بھلا لکھتے لکھتے پیڑی سے کیوں اترنے لگے۔ کیرے کی آنکھ واقعی بہت اچھی پیش کش تھی ہائے اللہ اتنے پیارے پیارے بچے کہ دل چاہا فوراً جوڑ لوں۔ کلیاں، کلیاں، آخر سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے یہ نام کس کے کہنے پر منتخب کیا تھا بھلا یہ کیا نام ہو پلے نام کو جلدی تبدیل کرنا میں باقی سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ (سامرہ درون یوسف لاہور)

☆..... جی تو چاہتا ہے کہ سپریم روٹ میں آپ کے خلاف دعویٰ دائر کر دوں۔ کیونکہ آپ جولائی کے شمارے میں (پھول بڑا مقبول) میں میرا نام ”راشد منہاس“ لکھا ہے کیا میں آپ کو کوئی نظر آتا ہوں۔

☆..... (آپ کو ہم نے دیکھا ہوتا ہے نہیں کہ کچھ کہہ سکیں۔ البتہ آپ کی لکھائی سے یہی پڑھا گیا تھا۔ کیا کرتے)

☆..... چنے کی ایک بات بتاتا ہوں۔ ٹیٹن کریں جتنا ہم دھاتی لوگ آپ کو چاہتے ہیں اور آپ سے محبت کرتے ہیں اتنا شہری آپ کو نہیں چاہتے۔ لہذا آپ بھی ہم سے محبت کرنا شروع کر دیں۔ کیا آپ میرے پیڑ آؤنا آؤدے واسطے باعث فخر سمجھتے او۔

☆..... (بالکل)۔ بلا کہتے دیکھو) (راشد منہاس عاقل برج کلاں)

☆..... عاشر عظیم کا نظریہ پڑھ کر بہت لطف آیا لیکن ہماری خواہش تھی کہ زیادہ سے زیادہ سوالات کے جانے لیکن ان سے بہت کم سوالات پوچھے گئے۔ لیکن عاشر عظیم سے جو سوالات کے گئے ان کے جوابات انہوں نے بہت اچھے دیئے۔ اس دفعہ پھول کی طرف سے دیا گیا پوسٹر کا تحفہ اچھا نہ تھا۔ اس کی جگہ عاشر عظیم کا پوسٹر کا تحفہ شائع کرتے۔ اس دفعہ معہ کمائی نے کافی پریشان کیا۔ لیکن ایڈیٹر صاحب کی کی ہوئی غلطیاں زیادہ دیر چھپ نہ سکیں۔ (سید حفصہ عباس بخاری - ڈیرہ اسماعیل خان)

☆..... بھائی معصوم بچوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان کی آؤد سکیاں تک سننے والا کوئی نہیں ہوتا اور نوجوانوں کو ایسی سراسیمہ میں ڈالتے ہیں کہ ان کی لاشیں تک ظلم سے نہ کر پکارتی ہوئی ہیں کہ کیا ماسی کے پیر ہوتے تھے؟ کیا ماسی کے پیر ہوتے تھے؟ کہ میں ان بھارتیوں کے ہاتھوں مرنا پڑے۔ کیا ہماری ماؤں اور بہنوں نے یہی دیکھ دیکھا تھا؟ ہماری زندگی بھی کیا زندگی ہے جو بہنوں کی عزت کی حفاظت نہ کر سکے اور ان کے سر پر چادر تک نہ نہ سنبھال سکے؟ ان سب سوالوں کا جواب ایشیوں کو دے گا؟ جی ہاں ایڈیٹر بھائی نے یہی پوچھا کہ دے والی کمائیاں لکھتے جو سب نوجوانوں کے دلوں کو مجھ میں قاسم کے دل کی طرح اور عورتوں کے دلوں کو فاطمہ بنت عبد اللہ جیسی طاقت عطا فرمائے (سعدیہ حسین مظفر گڑھ)

پھول بڑا مقبول

ہوئیں اور ہمارے لئے موبیسن سرورق پر ہمارے معاشرے کا ایک ایسا موجود تھا۔ سب سے پہلے تو ”پھول رنگ“ پر نظر ڈالی پھر اسماء شاہین کی کمریں تو ہمارے دل کو منور کر گئیں۔ ”انمول زیور“ کے ذریعے ہمیں دوسروں کی بدد کرنے کا سبق دیا گیا تھا جس کا آج کل کے معاشرے کی سخت نقد ہے۔ اور اسی صفوں پر ”اقوام متحدہ سے متعلق ایک نمائند شاعرانہ تحریر تھی جسے انعام ملنا چاہئے۔“ (شازیہ مختار لاہور)

☆ نکلنے کے شائقین سے آپ نے اگرچہ دلچسپ سوال پوچھے مگر وہ تھے بہت مشکل ان کے جوابات سے ضرور آگاہ کیجئے گا۔ کالم واہ کیا بات ہے چڑھ کر دل واہ کیا بات ہے کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کالم میں اگر قارئین کی پسند کے اشعار کا سلسلہ شروع کر دیا جائے تو کیا بات ہے آپ شاعر یا موضوع کی پابندی لگا سکتے ہیں اس طرح پڑھنے والے زیادہ مطالعہ کریں گے۔ (شفیق الرحمن الہ آبادی ملکی)

☆ انکل اشتیاق کی کمائی بلکہ ایک انمول سبق پڑھا۔ دنیا میں ایسے بہت لوگ کم ہیں جو اپنی خوشیوں پر دوسروں کی خوشیوں کو ترجیح دیتے ہیں مگر کتنے ہیں نا کہ کسی کی نیک اعمال پر یہ دنیا قائم ہے۔ آج جناب مجھے شائق کی خوب صورت تحریر اسے ہم بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے حلقہ کا کمال ہے کہ انہوں نے سچے دانتوں کو خوب صورت لفظوں میں بیان کیا ہے۔ (الما سعید، مر سعید احمد، امیر عالم کالونی احمد پور شرقیہ)

☆ ہم نے سوچا بھی کہ سب سے پہلے فون کرنا چاہئے۔ سب سے پہلے سے مراد یہ ہے کہ ہم فون اٹھائی یا نایا لگا ہے۔ خیال آتے ہی ہم فوراً فون کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ پہلے ملا سے اجازت لینی چاہئے۔ (بھیا آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ ہم پھول میں خط لکھ رہے ہیں۔ اس لئے ملا کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ بلکہ بھیا ہم ویسے بھی ماما کی کہنے ہیں۔ ہم شرفے بالکل نہیں سمجھتے ہیں)۔ ہم نے ملا سے پوچھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس لئے بھیا مجبوراً خط لکھنا پڑ گیا ہے۔ ویسے بھیا فون کرنے کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ ہماری باتیں توری کی تو کوری میں نہیں جانیں گی بلکہ ہر سال میں پھیل گئیں۔ (خوش قسمت ہیں۔ پہلا خط لکھا اور وہی چھپ گیا۔ ہور سناؤ کی حال اے)

(زعیم الطاف) (چچہ وطنی)

☆ شکر ہے ٹیو فونک کالم میں آپ نے اس بات کا اعتراف تو کیا کہ آپ کی لکھائی کبھی کبھی آپ کو بھی سمجھ نہیں آتی۔ آپ نے جو خط مجھے لکھا تھا اس کو پڑھنے میں مجھے بہت دیر لگی تھی (کیوں اردو پچھڑا زیادہ ہی کمزور ہے کیا؟) بھیا کچھ بتائیں آپ کا ڈاکٹر بننے کا ارادہ تو نہیں تھا۔ (صرف ارادہ نہیں۔ تم تو کبھی گئے۔ وہ الگ بات ہے کہ امراض کی بجائے الفاظ کا علاج کرتے ہیں۔ اور وہ صرف اسی طریقے سے ممکن ہے۔ ٹیو فونک کالم بیشکی طرح چٹ پٹا تھا۔ ”کو بھی کایہ پھول“ بھی ہم سے زیادہ تو گو بھی کی حیثیت ہے اچھے خاصے صفے پر ایک برا جہان تھی۔ ہمیں تو گو بھی پر رشک آنے لگا ہے۔ (قرا العین فاطمہ۔ پشاور)

☆ ”مختصر مگر موثر“ کا سلسلہ پھر شروع کر دیا ہے یا صرف خاص نمبر میں تھا۔ اسے جاری رکھیں تو بہتر ہے۔ میں بھی ایک دو کمائیاں اس کے لئے بھیجوں گا مگر یہ ضرور بتائیں کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا یا نہیں۔ (جاری رہے گا بلکہ آپ کمائیاں بھیجوانے کی دھمکی واپس لیں رسالے میں جو چیزیں ہمیں سے حد پسند ہیں وہ ہیں ”اداریہ“ ”نیا ناول“ ”روشنی میں سفر“ تلاش اور ”بیڈ ٹائم سنوری“ (عبدالرحمان خالص کوٹ راستہ منڈی بلی ننگ)

☆ ہماری تمام قارئین سے درخواست ہے کہ اتنے اچھے اور خوبصورت رسالے میں کوئی تحریر نقل کر کے نہ بھیجیں اس سے آپ کی اپنی عزت اور اعتماد متاثر ہوگی۔ (ظہیر عرمان بٹ شوری باجکا)

☆ جولائی کا خاص شمارہ ذرا دیر سے ملا پہلے تو آپ پر بڑا غصہ آیا لیکن جب پھول دیکھا تو اسامہ اور دوہو گلاس دفعہ کمائیاں بہت مزیدار تھیں تلاش اور روشنی کا سفر اچھی جاری ہیں اس دفعہ کمائیاں مجھے انمول زیور ڈراپ سین اور میزجی آٹھ سے بہت پسند آئیں اور بیڈ ٹائم سنوری کیا بات تھی اتنی اچھی کمائی لکھنے پر ہماری طرف سے ایک تحفہ کی وصولی کی جائے (شباباش) (ذہیر حسین بھٹہ۔ کرم پور)

☆ نئی۔ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ ان کی آنکھ اتنی میوچی ہو چکی ہے کہ جدھر بھی دیکھیں گے آنکھ میوچی کر کے ہی دیکھیں گے عادت سے مجبور ہو جوسے دیئے آپس کی بات ہے اللہ نہ کرے اگرچہ ہو جانا تو لوگ کم از کم یہ تو کہہ سکتے تھے کہ مرحوم اتنے نفیس انسان تھے کہ میں بھی گرے تو بیٹورا مارے گا کہ میں گرے کوئی لڑکے بازار کے گڑ میں نہیں گرے۔ (راشد محمود چنبدہ پارک)

☆ پیاری لایلا بی، نظرس بھٹکانے کر سی پر استراحت فرما رہی تھیں۔ جبکہ دوسرے ایڈیٹر چرچے پر مگر اسٹ لٹے بیٹھے ہیں۔ دونوں ایڈیٹروں کے مہمان ادا رہے پسند آئے۔ وہ دن کب آئے گا جب گلشن میں ہم بھی پھول بنیں گے۔ اور ہاں میں نے ایسا ادارہ سوچ رکھا ہے۔ ویسا اب تک کسی نے نہیں سوچا نہ لکھا۔ اگر پھول نہ بن سکی تو ایسے ہی لکھ کر بیچ دوں گی۔ میوچی آنکھ تو بہت اچھی لگی۔ ویسے ایسا واقعہ ہمارے ساتھ ہوتا ہوتا رہ گیا۔ اس کی تفصیل پھر بھی سی۔ (عائشہ انیس جام پور)

☆ امیر پور کے محمد حیات نے ”ایڈیٹر ایک دن کی“ ختم کرنے کا مشورہ دیا۔ تو محمد حیات اللہ آپ کو یہی حیات دے۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ پھول سا بیٹا چھوڑیں گے نہیں آپ کو۔ جو دوبارہ ایسا مشورہ دیا تو ”توبہ کر کے خدا اولیٰ (ڈر) ہاں بھی ”کھانے باز“ ”ختر عباس“ اس بار تو کمال ہی کر دیا۔ دراصل میری عادت ہے کہ کمائی کا نام پھر راسخ کرنا مگر پڑھتی ہوں اور اس کے بعد کمائی انڈمان سے فوراً ہی نکل گیا۔ ہمارے باز۔ اختر عباس ویسے بھیا آپ بھی کافی حد تک ہمارے باز ہیں۔ اب جیسے ایڈیٹر بھیا بھی سے نکلوانے کا ہمانہ بنایا جا رہا ہے آخر کوئی بات نہیں ہم بھی مگر اسٹ لٹے ہیں۔ فرمائیں کہ کرتے رہیں گے۔ دے گئے ہیں نا

☆ امید ہے یہ دینا سے کہنا ٹھہر مندی کو پہلے سے پہلے کی طرح پوچھ ڈالنے پوچھنے سے پسند تو صاف ہو جاتا ہے فکر اور فکر مندی کی سیلابی کی طرح وہیں رہتی ہے۔ قول بیانے لکھنے اور لکھوانے سے زندگی اور اس کی بدلی ہوئی حقیقتیں میں بدلتیں۔ رشتے جوڑنے سے زیادہ توڑنے آسان ہوتے ہیں۔

☆ ویل ڈن ایڈیٹر میا بولڈ ڈن آپ نے تو کمال ہی کر دیا۔ واقعی اس بار ”اداریہ“ کی شہتی تحریف کی جائے کہ ہے۔ اس قدر خوبصورت الفاظ اور معنوم سے پھر پورا قول یقیناً ایک مبارکباد کے مستحق ہیں (نرس خان حاصل پور)

☆ پھول دشمنی اپنی طرز پر مفرد جتنی لطیف کچھ یوں ہے ”میں اگر آپ ان کے عنوانات نہ دین تو دو تین لطیفے اور بھی آسکتے ہیں۔ خیال کے گھوڑے بہت مشکل تھی ہمارے سروں کے اوپر سے گزر گئی (مدیر قیصر لاہور)

☆ صفحہ بتائیے انعام پائیے کا حل بھی مجھے معلوم ہے کہ میرا نام قرعہ اندازی میں نہیں آئے گا کیونکہ میرے ساتھ بیٹھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بے شک میرے سارے سوالات کے جوابات بھی ہوں مگر بیٹھ قرعہ اندازی میں جاتا ہوں تا میں وہ کون لوگ ہوتے ہیں جن کے نام آتے ہیں۔ بہر حال میں پھول کیلئے پہلی دفعہ صلح بھیج رہا ہوں۔

☆ (بھٹی) کامیاب ہونے والوں کے نام تو لکھے ہوتے ہیں اور وہ بھی اس دنیا کی مخلوق ہوتی ہے ہاں البتہ عل پر سے یقین سے جیتے ہیں) (احمد رضا میاں ڈاکٹر لاہور)

☆ بات ہے کہ بات کیا ایک خواہش ہے خواہش دراصل یہ ہے کہ آپ پھول میں سیٹھی گراف کا ایک شاندار پورٹر چھاپ دیں آپ کی مریانی ہوگی (سلیفٹی) یہ ان دنوں بے دن آئے ہوئے ہیں ذرا دوبارہ جیتنا شروع کر دے انشاء اللہ ہم بھی ادا دیں گے) (نعیم اختر کوٹ اوو)

☆ اسی جان ہماری اس خادم دم پھول ہتھی سے پڑھنے بلکہ نقل ای کے چاہئے جیتے جاتے ہیں سے سخت جڑ بن رہی ہوتی۔ لیکن ذرا سہمی اور دھار

☆ عمران خان جو سفسف کی تحریر ”ڈراپ سین“ نقل شدہ لگتی ہے یہ میں نے غلاما چار پانچ سال پہلے نامتاہ ”چاند“ میں پڑھی تھی اور اس میں عمران صاحب نے کرداروں اور افکاروں کو بدل دیا ہے۔ لیکن انہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ بلوکی آنکھیں بڑی دور تک بار کرتی ہیں۔ بہر حال میں آپ کو انہیں بیک لست کرنے کو نہیں کہوں گا کیونکہ آپ نے آج تک کبھی کسی پھول کو اجازت نہیں۔ (عمران صاحب وضاحت آپ پر لازم ہوگی ہے)

☆ آجیں بات ہے شازیہ تبسم ویسے ڈرپوک اس پر تنقید ہوئی تھی کہ وہ ہر دفعہ بہرہ کو زور دیتی ہے لیکن اس دفعہ ڈر کے بارے میں وہ بہرہ کو زندہ یاد کر دیا۔ (فرزانہ جمیل سرگودھا)

☆ تلاش کمائی کو ہونا بھی ایسے چاہئے اقلی قسط کا بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔ کیونکہ یہ کمائی ہی ایسی ہے کہ دل کرنا ہے کہ آپ کے دفتر چھاپے ڈال کر ایک مرتبہ ہی ساری کمائی پڑھ لوں۔ لیکن کیا کروں آپ کا خیال آ جاتا ہے (خالد بن محمود گوجرانوالہ)

☆ بیڈ ٹائم سنوری مجھے کیا خبر، اسے دن کمائی ہے۔ مجھے شعرو شاعری سے پڑھنے کی حد تک دلچسپی ہے لیکن کی حد تک میں اس لئے اس پورے خط میں ایک شہر نہیں ہے لیکن مجھے امید قوی ہے کہ آپ خط ضرور شائع کر دیں گے (محمد شرفی ذریعہ غازی خان)

☆ ایڈیٹر ایک دن کی بہت اچھا سلسلہ ہے اسے بالکل ختم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح بچوں میں خود اعتمادی آتی ہے کام کرنے کا رجحان ہوتا ہے ویسے ہمیں بھی کی دن ایڈیٹری کے لئے بلائیے (اسامہ صادق لاہور)

☆ فضیلت کے موضوع پر عدنان بھائی کلمہ طیبہ کی اہمیت اجاگر کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ جو وقت ہم فضول کاموں میں ضائع کرتے ہیں اگر یہی وقت ہم اچھے کاموں میں صرف کریں تو نہ صرف ہماری دنیا سنور جائے گی بلکہ آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے۔ تلاش اب تک تو بہت اچھا جا رہا ہے ہر قسط کا ایڈیٹر ہوں ڈیڑھ سسٹینس چھوڑ جاتا ہے۔ پھر بھی آپ اسے زیادہ طوالت سے بچائیں ورنہ یہ یکسانیت کا شکار ہو کر اپنی اہمیت کھو بیٹھے گا۔ ڈاکٹر اظہار اسے انور اس مرتبہ نیند ناوانی اور نمکول کے ساتھ نازل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے نام میں یگانا ہیں اور اس انداز سے لکھنے میں ان کا کوئی غالی نہیں۔ انہوں نے اپنی تحریر میں اچھا پیغام دیا ہے کہ کسی کو بھی ایسا نادانی ممانقا پر گز نہیں کرنا چاہئے جس سے کسی کی جان جانے کا اندیشہ ہو۔ (سدریہ فیض چک 10/133 آر)

☆ ٹائٹل پر ایک محنتی بچے کی کام کرتے ہوئے تصویر۔ یقین چاہئے ہے کہ پسند آئی اس بچے کی معصوم سی مسکراہٹ نے دل ہلا کر رکھ دیا کہ اس بچے کا دل کتنا بڑا ہے کہ 12 کھٹے مزدوری بھی کر تا ہے پھر بھی اتنے ممکن ہونے کے بجائے محنت کر تا ہے اور اس کی مسکراہٹ کتنی پاک۔ اور بناوٹ سے دور ہے۔

☆ ”اس مرتبہ پھر بازی لے گیا۔ واقعی یہ ایک حقیقت ہے کہ پہلے اگر ہم کسی رشتے دار کے گھر جاتے تو تو جی ان کی امیری پر دھیان دیا اور نہ غریبی پر۔ کسی نے خلوص اور چاہت سے دعوت دی تو قبول کر لیا لیکن اب تو شے داروں کے گھر میں ملے ہوئے سالوں گزر جاتے ہیں اور صرف کسی کی شادی یا وفات پر ملاقات ہوتی ہے وہ بھی اس لئے کہ دنیا کچھ نہ کہدے ورنہ اگر یہ بھی لحاظ نہ ہوتا تو شاید رشتے داروں سے ملاقات بھی اگلے جہاں میں ہوتی۔ (جلیلہ منظور مظفر آباد)

☆ میوچی آٹھ سے بیڈ ٹائم سنوری کے بعد ملا فوری کالم اس بار اعظم یا یاد صاحب نے اپنی میوچی آٹھ کی وضاحت کرنا چاہی تو یہ خود ان

☆..... "روشنی کا سفر" میری پسندیدہ کہانی ہے۔ کلیاں ایک پور سلسلہ ہے اسے بند کر دیں۔ محمد اعظم یاد صاحب کی "میرھی آنکھ" کچھ زیادہ ہی میٹھی ہو گئی ہے لطفوں نے پور نہیں کیا بہت اچھے تھے۔ پھول کلینک ہیرا دل میں اتر جاتا ہے ڈاکٹر اظہار نے نور بہترین لکھتے ہیں۔ محمد آصف رضا (حاصل پور)

☆..... اگر شاہد صاحب غلطی پر ہیں تو معافی مانگ لیں۔ اگر وہ معذرت کرتی ہیں تو یہ ان کا براہین ہو گا۔ ان کے خط میں تھوڑا بہت لکھا ضرور تھا۔ اور میری بہن بھائیوں سے درخواست ہے کہ قنات ناراض نہ ہو اگر میں بلکہ مل بیٹھ کر مسئلہ حل کر لیں ورنہ ہم جیسے تو پھر ہاتھ ملیں گے۔ اب آتے ہیں اور ایسے کی طرف آپ تو بس جاپان کی موٹر سائیکل یوں کی مانند ادارہ ساز فیکٹری ہیں۔ وہ ہر مہینے گاڑی کا نیا ماڈل نکالتے ہیں اور آپ ہر مہینے ادارے کا نیا ماڈل نکالتے ہیں۔ صفحہ انتہائی خوبصورت ہے سچا تھا اور ادارہ سازوں کے گھر میں چند لاکھ ہاتھ۔ (فریحہ عرفان۔ نئی آنکھ یورالینڈی)

☆..... بیڈ ٹائم سٹوری اس دفعہ کافی کافی اچھی نہیں صرف کافی اچھی تھی ہاں یاد آئی بیڈ ٹائم سٹوری میں بیڈ پریٹ کر پڑتے ہیں اور دیکھتے ہیں رات کو خواب میں۔ جب یہ "ہماتے باز" کہانی پڑھی تو ساری رات خواب میں اپنے ہی ناگوں اور بازوؤں کو لٹکا پھونکا دیکھ کر بہت ڈر لگا سی لے مندرجہ بالا بیان میں ہم ایک "کافی" مزے کے طور پر کوئی کر رہے ہیں۔ (امامہ قدوم۔ نویر اقوم گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

☆..... اس ماہ کا پھول اچھا تھا میری بیڈ ٹائم سٹوری اقبال اختر سے خالی تھی۔ (خواجہ مظہر نواز صدیقی ملتان)

☆..... میرھی آنکھ سے جب ہم نے اعظم یاد صاحب کو دیکھا تو حیران رہ گئے۔ کہ وہ میریں آرام فرما رہے تھے۔ حیرت اس لئے ہوئی۔ کہ لوگ گھونٹے کہاں کہاں جاتے ہیں مری، کاغان، سوات لیکن اعظم ہمیا نے جگہ جگہ کوئی فکری کتاب کی ہماری دعا ہے۔ جہاں رہیں خوش رہیں۔ (نیو فوٹوشن منیر۔ خانیوال)

☆..... "واہ کیا بات ہے"۔ میں اچھی تحریریں تھیں "اصلی روپ"۔ "شرارت اور دعوت" اچھے تھے۔ کچھ شکایات بھی ہیں وہ شکایتیں کچھ اس طرح سے ہیں۔

1۔ پھول میں "ایڑی میڑی ایک دن کی" ایک دفعہ ہی ہونی چاہیے یہ کیا تک نہ بنے۔ کہ دو دفعہ ہی جائے۔

2۔ کارٹون بہت زیادہ ہوتے ہیں اور یہ ہمیں بالکل پسند نہیں۔ "فن ٹائمز" "پھول" کی جان ہے۔ بس یہی ہونا چاہیے۔ (محمد امجد اعوان قلعہ دیدار سنگھ)

☆..... بھیا کیا آپ اتنے بڑے قلم سے لکھتے ہیں یہ جو اداریہ کے اوپر بنا ہوا ہے اگر ایسا ہی ہے تو ہم بھی آج سے آرڈر دے کر قلم بنواتے ہیں تاکہ ہم بھی بڑے قلم سے بڑی بڑی عقل والی باتیں لکھ سکیں اشتیاق احمد جو ہمارے پسندیدہ رائٹر ہیں ان کی کہانی انمول زیور پڑھی بڑھ کر مزہ آگیا سوچتا ہوں ہم لوگ ایک معمولی دھات جس کی انسانی جذباتوں کے سامنے کچھ حیثیت نہیں کے پیچھے مرنے مارنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں اور بیشتر قوم کی بیٹیوں کی شادی اس لئے نہیں ہو پاتی کہ ان کے پاس پیسہ نہیں ہو مگر انہیں ان معمولی مثالوں کے بغیر ایک دوسرے کے لئے دل میں خلوص نہیں رکھ سکتے اور آپس میں مل جل کر نہیں رہ سکتے۔ (نمیل برادر زائیند سمنڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ)

☆..... "پلیز، پلیز، پلیز، پلیز، پلیز میرے خط کو پھول بڑا مقبول میں جگہ دے دیں پلیز، پلیز، پلیز، پلیز، پلیز میں نا اہلی نہیں تو کروا دیں اور کیا چاہئے۔ (زیرہ ایوب فیصل آباد)

☆..... علی سفیان آفاقی کی "علاش" سیریل اس دفعہ پھر سسپنس سے بھر پور ہے اور جب سسپنس انتہا کو پہنچ گیا تو آگے لکھ دیا "باقی آئندہ" باہر حال گیارہویں قسط کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔

☆..... پھول کلینک میں نیند ناناوانی اور نمکول پڑھ کر نفی آئی کیونکہ اس میں مصنف نے شرارت ہی شرارت میں بہت سبق آموز سبق دیا۔ میری طرف سے "ڈاکٹر اظہار سے انور" کو کچھ (رحمت اللہ بشیر گجرات)

☆..... میں پھول کا کافی عرصہ سے قاری ہوں میں نے بھی خط نہیں

لکھا لیکن جس بات نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ راشد محمود کا خط تھا۔ راشد محمود صاحب ذرا امور خانہ داری اور پوری خانہ توڑ کے سنبھال لیں نرائیں جیتنا مشکل ہے یا آسان سمجھ آ جائے گا۔ (ایم ایچ جمل ملتان)

☆..... جس طرح خوب صورت سوچیں اور خوب صورت خیالات انسان کو خوب صورت بناتے ہیں اسی طرح خوب صورت تحریریں اور انٹرویوز رسالوں کو دلفریب بناتے ہیں جو عاشر عظیم کے انٹرویوز نے کر دیا دیے ان کے "پوز" کی سمجھ نہ آئی کیا ان کے کندھے دکھ رہے تھے خیر یہ بھی ایک سو صدی کا اسٹائل ہو گا دیے بھائی جی اگر ان کا پوسٹر بھی ساتھ ہو تو سالہ دکش سے حسین اور حسین سے حسین تر ہو جاتا۔ (حمیرا ناز۔ گوبرا نوالہ)

☆..... یہ میری انا کی شکست ہے نہ دوا کرو نہ دعا کرو جو کرو تو بس یہ کرو اس خط بچارے پہ رحم کرو (شعری بڈی پٹی ایک کرنے پر شاعر سے معذرت)

☆..... اس ماہ سب سے اچھی تصویر غزلوں کی گواہ کیا بات ہے ایک ساتھ چار ٹیڈس (سواو آگیا) تمام ٹیڈس اپنے ساتھیوں کے کارنامے پچھانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ وہ کیا ہے کہ ہم لاکھ چھاپا میں ٹیڈ مگر دنیا کو پتہ چل جائے گا لیکن ٹیڈ کروانے سے دماغ تو روشن ہو جائے گا (ویسے گریوں میں یہ رگلیاں ہیرا شائل بڑا مشہور ہوئے)۔ (حنا بخاری۔ دیپال پور)

☆..... سب سے پہلی بات آپ کے ادارے پر ہو جائے یہ ادارہ پڑھیں تو سوچا بھی نہیں لکھا کہ بچوں کیلئے لکھا گیا ہے۔ اور بچے بھی وہ۔ جن میں سے زیادہ تر کا تعلق دیہات سے ہے۔ کیا آپ ادارہ کو زیادہ آسان اور عام فہم نہیں بنا سکتے۔ (ہما اکرام کھوال)

☆..... ہمارا خیال ہے دیہات کے بچے بھی ماشاء اللہ اتنے ہی ذہین ہیں جتنے شہروں میں پڑھنے والے وہ بالوں کو جھٹکتے ہیں اور اشاروں میں کئی ہوئی بالوں کی تہ میں اترتے بھی ہیں پھر اب وہ زمانہ تو میں کہ اب بن یا بابا آیا ام لا یاسے ادارہ یہ شروع کیا جائے۔

☆..... ایک دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر ساری عمر آپ آسمان لفظ اور آسمان بات پر زور دیتے اور پڑھاتے رہیں گے تو وہ بھی صحیح اور معیار کو بلند کب کریں گے۔ اس لئے براہ کرم دل بڑا کر کے ہماری اس حرکت سے دور گزر فرمایا کریں۔ اللہ بھلا کرے گا۔

☆..... کچھ ساتھی تو بچاری ریحانہ محبوب (دیند) کے پیچھے پڑ گئے جنہوں نے پھول کو سیاست سے پاک رکھنے کی تجویز دی تھی۔ میرے خیال میں ان کی تجویز کو اپنی ناقص عقل بھی نہیں، کیونکہ اگر یہی حال رہا تو ایک دن یہ رسالہ بچوں کی بجائے سیاست دانوں کا رسالہ کھلائے گا اور اس میں بچوں کی بجائے ان کی تحریریں اور تصویریں شائع ہوں گی۔ مثلاً "نیلی فونک کالم" میں سیاست دانوں کے اہم فن۔ "پھول بڑا مقبول" میں سیاست دانوں کے خطوط۔ "واہ کیا بات ہے" میں سیاست دانوں کے کارنامے۔ "یہ تصویریں" میں سیاست دانوں کی یادگار تصویریں۔ اور "کلیاں" میں سیاست دانوں کو سیاست کے مختلف گر سکھانے جائیں گے۔ (سید تمور عباس۔ ڈیرہ اسماعیل خاں)

☆..... "نیلی فونک کالم" ایک اچھا سلسلہ ہے لیکن بعض بچے صرف اپنا نام بتا کر ہی بات ختم کر دیتے ہیں انہیں کم از کم اپنے رسالے کے بارے میں کوئی نہ کوئی بات ضرور کرنی چاہئے۔ ہمیں آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ رسالے میں نظمیں بہت کم شائع کرتے ہیں اس بار کی نظم "میرھی کایہ پھول" مجھے بہت پسند آئی کوشش کیا کریں کہ نظمیں زیادہ ہوں "مخمل کے گھوڑے" میں شافعیہ۔ خود شید کچھ زیادہ ہی آگے چلی گئیں۔ "موٹر سائیکل چلائے تھی" کوئی خاص پسند نہیں آئی کیونکہ اس قسم کی ایک کہانیاں پہلے بھی شائع ہو چکی ہیں اور ان کا انجام بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے البتہ "پرنڈے کیسے کیسے" میں پرنڈوں کے بارے میں مفید باتیں پڑھیں۔ (خدیجہ کرن۔ لاہور)

☆..... بھیا آپ کو ایک بات بتاتی ہوں کسی کو بتائیں گے تو نہیں؟ دینا جہاں کے کنبوسوں کے لطائف اکٹھے کر کے ایک کہانی لکھی میں نے

چاہا کہ آپ کو بھیج دوں۔ لیکن پھر پچھلے تجربے کو دیکھتے ہوئے بہت نہیں ہوئی۔ باقی کے گننے لگنے لکھنا بیڑی بیڑی ایسے تجویز آوی کا لطفہ جو تم نے کہانی میں نہیں لکھا جو کچھ کچھ کہیں کے پہلے ہی اس میں شامل کر دیکھ کچھ کام بنے گا۔ ایسی ایسی باتیں سن کر دے تو کم سے بہت دور پچھا کر رکھ دیا۔ ہمارا دل بھی بہت چاہتا ہے کہ ہمارے شہر میں بھی پھول کلب قائم ہو (شائستہ خان دیپال پور)

☆..... لطیف بڑے فاضل تھے، دلیک کے سوا باقی اور تھے۔ اچھے سے لطیف دیا کریں۔ انمول زیور بھی اچھی تھی لیکن اشتیاق احمد صاحب نے اس میں بھی جاسوسی شے ہی دی۔ ویسے تھی اچھی۔ پھول بڑا مقبول میں کچھ ساتھیوں نے لکھا ہے کہ کلیاں کا سلسلہ بند کر دیا جائے تو میری تجویز ہے کہ اس کا ایک صفحہ اور بڑھا دیں۔ (سمیرا حمید۔ ماڈل ٹاؤن اے فیصل آباد)

☆..... تین تصویریں کہانیاں دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ہمارے باز نے توضیحات سے بھی بڑھ کر اثر ڈالا ہے۔ اس لئے خط پھوڑ کر ڈرامہ پھوڑ کر نماز پڑھنے جا رہی ہوں۔ اور اب نماز اور ہوم ورک دونوں پر ٹوچ دوں گی۔ (سارہ۔ گڑیا۔ نادر۔ ملتان)

☆..... تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو ہم کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو پائل پر نظر پڑتے ہی آنکھیں چوڑی ہو گئیں۔ اس رسالے میں خاص بات یہ ہے کہ یہ مکمل جریدہ ہے اس میں ہر ایک کی دلچسپی ہے۔ (عامر علی۔ میر پور ماہیل)

☆..... اس دفعہ رسالہ بڑا ہم ہے بہت زبردست ہے تحریریں اور تصویریں دونوں ہی بہت اچھی ہے مجھے سب کہانیوں میں سے ادارہ پر کرنیں۔ برابر آپ کب آئیں گے اور پائل بہت اچھی کہانیاں لکھیں ویسے ڈراپ سین بھی اچھا تھا اور سب سے بڑھ کر آپ نے عاشر عظیم جیسے نوجوان کا انٹرویو اور پوسٹر چھاپا ہم آپ کے بہت ممنون ہیں کہ آپ ہماری خواہشوں کو پورا کرتے ہیں۔ (فرخ زبیر۔ ناناوالہ)

☆..... "پھول بڑا مقبول" خطوں کا سلسلہ کار بہت بازی کا مقابلہ زیادہ لگ رہا تھا۔ کیا انسانی خط کیلئے شعروں کا ایک عدد دیوان ضروری ہے (محمد شاہد اقبال پودھری ملکی)

☆..... آپ نے ہماری پوچھل آنکھوں کا حق خوب ادا کیا کہ مزے کی بیڈ ٹائم سٹوری لکھ دی۔ نیند سے اس وقت رہا حال ہے اور آنکھوں میں یہ خواب ہے کہ اس وقت انسانی خط کا عراز بخش دیتے ورنہ یاد رکھئے "ہماتے باز" آپ کے نام کے ساتھ چھپیں۔ کیوں بھیا ٹیک ہے نا!..... (فاطمہ حجاب۔ حافظ آباد)

☆..... میری بابی کہ رہی ہیں کہ جتنی محنت کر رہی ہوں تو سارا خط ضرور شائع ہو گا۔ جی میں پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں اور دو گھنٹے پہلے مکمل کر رہی ہوں انکلیاں شل ہو گئیں ہیں۔ مگر ایک امید کے سارے بھیج رہی ہوں یوں کہ امید کے سارے وینا قائم ہے۔

☆..... ویسے اچھا ہے انسانی خط لکھنا آپ کے نیلی فونک کی طرح بڑا "اوکھا کم اے" کیوں؟ (افسوس اراہتی میملتان)

☆..... "عالم اسلام کی خبریں" اور "کیرہ کی آنکھ سے" معلومات میں اضافہ ہوا۔ نیلی فونک کالم ایکٹوز خردین لگا کر پڑھا اور بہت اچھا لگا۔ آپ کا ادارہ یہ اور بیڈ ٹائم سٹوری بغیر کسی مسئلے اور کھن لگنے کے ہی دور تحریریں ہی تو ہے کہ جن کی وجہ سے پھول کو "چار چھ پورے" آٹھ چاند لگ جاتے ہیں۔ (عابدہ بزراد۔ ڈی بی خان)

☆..... فاضل دیکھ کر تو گنا مجھے محنت کش بچوں پر خاص شاعر ہے مگر اندر تو کچھ اور تھا بہر حال سمجھ میں نہ آیا یہ خاص کس چیز کی وجہ سے ہے کیونکہ اندر تو ہر موضوع پر کہانیاں لکھتے ہیں۔ (نور محمد فاطمہ عباس)

☆..... ہم بھی اسی طرح سمجھتے ہیں لیکن ہم دور واز کر کے نہیں سمجھتے بلکہ ہم تو خط لکھ کر تھک جاتے ہیں ہم نے آپ کو ایسے ایسے خط لکھے کہ بس کچھ نہ پوچھتے۔ لیکن کیا خیال ہوجاے خطوں کا آپ پر تو خود اسامی انٹرویو ہو۔ بھیا ہم نے دیکھ دیے ہیں کہ اگر اب بار ہمارا خط شائع نہ کیا تو تو..... (گلشن رشید۔ حافظ آباد)

☆..... آپ سے گزارش ہے کہ کسی بھی تجویز پر پھول ساتھیوں کی رائے زیادہ سے زیادہ لیا کریں۔ آپ اس سلسلے میں گریزیں کرتے ہیں۔ اس لئے دل چاہتا ہے کہ آپ کو بیڑی بیڑی بھیا کے بجائے ڈیکٹر بھیا لیں! لیکن آپ ابھی اتنے بڑے اعزاز کے قابل نہیں ہوئے (عابد محمد دسک)

☆..... عابد صاحب! کیا ایک ہی راتے چار چھ لیتے رہا کریں

پھول بڑا مقبول

انعامی خط

تھا۔ ان لوگوں کے لئے لکھ لکھ کر یہ جو بھلی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ ”پائل“ کہانی کا عنوان دیکھ کر ہنسی کی جھلک کا احساس ہوا اور خوشگوار موزوں پڑھنا شروع کیا یہی تھا کہ علم ہوا یہ انیسویں کے لڑکوں کی جھلک بجائے والی پائل ہے۔

چنانچہ ہم بھی رشتہ سرور ہوا! اشعر کے ہمراہ آہ زاری میں شریک ہو گئے۔ بہت موشاوری بہترین تحریر تھی۔ کئی گز سے لوگوں کی یاد دل میں یوں تازہ کی گئی جیسے پھول دل کو تازگی بخشتا ہے۔ نئے محنت کش سے ملاقات دلچسپ رہی لیکن افسوس کا عنصر غالب رہا۔ کاش کہ سچے علم کی اہمیت کو سمجھیں اور پوری در بدر ٹھوکر کس کھانے سے بچ جائیں۔ قادر تو آسانی سے تعلیم حاصل کر سکتا تھا پھر بھی ویسے اب علم حاصل کرنے کی راہ میں کیا چیز مانع ہے؟

آدھے لپٹے بٹے جبکہ بقیہ ماندہ پرانے پھر بھی مسکراہٹ لبوں تک آنے میں کچھ وقت لگا۔ بس! بیلنٹنک کالم کو آپ خودی ایڈیٹ کیا کریں ناں۔ باقی افراد آپ کی طرح دلچسپ و دلکش انداز میں فن کے جوابات تحریر نہیں کر سکتے۔ یہ مفرد کالم رسالہ کو چار کی بجائے بارہ چاند لگا دیتا ہے۔

بھیا! یقیناً آپ تنگ آچکے ہوں گے لیکن میں نے بھی آنکھیں بند کر کے اس کو طویل ترین بنانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ ایڈیٹری بلڈنظر کرم کارخ ہماری طرف بھی!! پوسٹر ہمارے دماغ کے اوپر سے گزر گیا نہ تو اس کی کچھ آئی نہ تصویر یہی دل کو بھائی ”کیرے کی آنکھ سے“ (کالی! انسان ترقی نہیں کرتی) نے سارہ علی کے کالم کی کئی پوری کرنے کی بہت کوشش کی جس میں 80 فیصد کامیابی ہی گئی۔ سارہ علی کہیں سیر پائے نہ تو نہیں نکل گئیں۔ ویسے سچے بہت چارے پیارے تھے۔ ”کیاں“ تو ہم نے بھی سوچنے کی کوشش نہیں کی کہ ان کی خوشبو ہمارے دماغ کو معطر نہیں کر سکتی اور یوں بھی ہمیں اپنے گھوڑا پی کی تعریف کروانے کا لیال الحالی کوئی شوق نہیں۔ ایک دن کی ایڈیٹریاں حسب معمول تھیں۔ کوئی ”نوس بات“ نظر نہ آئی۔ البتہ ایلا حظ اگر سرور دوشیلے لیش تو زیادہ مناسب رہتا۔ بہر حال ان کی مرضی ہم کو ن پرانے چھڑے میں ٹانگ اڑانے والے۔ بھائی جان! کچھ نہ پوچھیں کہ ایک دن کی ایڈیٹری کے لئے کیا کیا زمانہ دل کے کہاں خانوں میں چھپائے چرے پر مسکراہٹ سجائے رکھتے ہیں جو جو خیالی پلاؤ ہم لکھتے ہیں اگر آپ تک پہنچ جائیں تو ایک لکھ کی تاخیر کے بغیر ہماری ناکام خواہشات کو عملی تصویر میں ڈھالنے کی کوشش شروع کر دیں۔ (سعید بھائی کی طرح نہیں) لیکن فی الحال یہ کوشش کروں گی کہ خیالی پلاؤ میں کیسے والی ایڈیٹری کی روداد آپ کو پوسٹ کر دوں تاکہ آپ اسے میرے نام کے ساتھ شائع کر سکیں۔ منظور! (کوشش کر دیکھئے میں کیا حرج ہے) ”بھوک“ کا مرکزی خیال بہت جاندار تھا لیکن اس پر تاخیر خیال کو بچوں کی کہانی کے انداز میں ڈھالنے میں کچھ کوتاہی محسوس ہو رہی ہے۔ مجموعی طور پر اچھی تحریر تھی۔ روٹی کے سفر کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ کب تک جاری رہے گا اور اس سفر کے پتہ و چمق و مصائب و مشکلات اور مافوق کی گفت و شنید سے معلوم نہیں ہو پارہ کہ منزل مقصود کو کسی ہے۔ یہ ”عالم شوق“ کا بھی دیکھنا جائے ہے۔ اس لئے کہ ہم اس عالم شوق میں جا رہے ہیں کہ ہمیں کر سکتے ”جس کا کام اسی کو سا ہے“ میزھی آنکھ سے ”کوہم فراخ علی کاے مظاہرہ کرتے ہوئے بخش دیتے ہیں اور بلا تیرہ کے عنوان سے نوازتے ہوئے پیش قدمی جاری رکھتے ہیں۔ ٹھیک؟ کوہم فراخ بھائی کی چونکہ نیت اچھی ہے لہذا ان کی تجاویز بھی یقیناً خوبصورت ہی ہوتی ہوں گی۔ ”مختصر مگر موثر“ بہت عرصے بعد نظر آیا ہے۔ ہر کہانی پر مفصل تبصرہ اس لئے نہیں کر رہی کہ خطی طوالت آپ کے غصے کے گراف میں مزید اضافے کا باعث بن جائے۔ اور لیال اپنے خط کے پھول شاعر میں شائع نہ ہونے کی جہنم کی آگ میں تھل تھل نہیں ہو سکتی۔ ”یہ نہ بھی ہماری قسمت“ جیسی کہانیاں پڑھ پڑھ کر دل اب سخت آگیا چکا ہے۔ تصویروں میں ”موز“ بارشوں سے دوستی“ اور ”عجیب انسان“ نسبتاً بہتر لگیں۔ چند تصویریں بھجوانے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن خبیث گو! اس نہ ہونے کے باعث اپنی تصویر شائع کرنا بھی گوارا نہیں ورنہ اپنی وہ تصویر پر ضرور بھجواتی جو پونے چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کرنے پر اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ بہر حال قسمت اپنی اپنی۔

پھول بڑا مقبول کا انداز اس دفعہ زرا لای تھا۔ آئندہ بھی عنوان اگر اوپر ہی دیا جائے تو مناسب ہو گا انعامی خط بالکل مناسب تھے۔ ”اصلی روپ“ ان تمام نام نہاد مقررین اور مصنفوں کے پل کوٹنے کے لئے خوبصورت تحریر ہے جن کا عمل ان کے اس ماحول کو بدلنے کے بلند و بانگ دعوؤں اور سادہ دل افراد کے لئے موثر تحریروں کی ہنسی اڑاتا ہے اور ان لوگوں کی عملی زندگی اس معاشرے کے نام پر ایسا دھیمہ ہے جس کو ان کی خوبصورت تقریریں منانے سے قاصر رہتی ہیں۔ نہ جانے ہمارے بے ہوش دولت مندوں کو کب ہوش آئے گا۔ اظہر بھائی سے پوچھیں کوئی ایسی دوا ہے جو ان کو ہوش میں لائے۔ نہیں! آخر بھائی اب ہمارے بازی کرنے کی ضرورت نہیں بس جلدی سے میرا خط شائع کر دیں۔ آپ کے بھائی کا انداز بہت اچھا تھا لیکن یہ ایسے ادارے جو پتے سے اس قدر محبت کے باوجود اس کی بری عادتوں سے صرف نظر فرماتے تھے۔ کہانی کے انداز کی سمجھ نہیں آتی کہ میں دوبارہ سے فلم دیکھنے کیوں چل پڑا۔ مگر وہ اپنی عادت پی سوچ کر نہ پھوڑے گا کہ اتنی جلدی تو بے کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا تو وہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ”فن ٹائمنز“ کی تعریف نہ کرنا شاید بھائی کے ساتھ صریح زیادتی ہوئی۔ تصویریں تو بہت خوب ہوتی ہیں ہر دفعہ ایک نیا آئیڈیا سوچنا بھی کوئی اتنا آسان کام نہیں ہوتا جس لئے ہم ان کا کام پیلے پڑھنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور پھر آگے اور سواری پیچھے چلتے ہیں۔

حنا	خط	بہت	مشکلوں	سے	لکھا
کہ	انعام	پائے	کو	جی	چاہتا
اگرچہ	اشاعت	کے	قابل	نہیں	ہے
یہ	شائع	کرانے	کو	جی	چاہتا

صاحب حنا کوثر مال لاہور

اللہ آپ کو اور ”پھول“ کو دونوں جہانوں میں ہنستا مسکراتا رکھے دیکھئے بھائی جان حیران و پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں اگر آج دماغ باتوں کے کہنے پر اپنے خط سے پھول کی ذہنیت میں اضافہ کریں وہ آپ کے فاس میں ہمارا کیا قصور؟ تنقید کرنا ہمارا اولین حق + فرض ہے۔ اور اس سے کوئی ہمیں سزا کا حق دار بنا سکتی ہے۔ یہاں یہ کہتی چلوں کہ تنقید کرنے کا مطلب صرف تحریروں کی اغلاط کی نشاندہی نہیں کرنا بلکہ تنقید میں تعریف اور تنقیص دونوں شامل ہوتے ہیں۔ دراصل بری چیزوں کی طرف توجہ دلانا تنقیص اور تحریر کی اچھائیوں کو بیان کرنا تعریف کہلاتا ہے۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں سب سے پہلے تو اگلے وقت میں پھول کا اشتہار دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا البتہ ناسل دیکھ کر اس کو پی جانا پڑا۔ بس ایویں سہی تھا۔ دل بھانہ دیکھا۔ یہ بھال ایک محنت کش شخص کی تصویر دیکھ کر خوشی بھی ہوئی۔

جی! نہ سمجھ نہ آئی اس لئے کہ ان سے ہمیں انہی پر ہر نہ تو بھی نیوی دیکھے اور نہ ہی پھول میں دیکھنے کی محنت کرتے ہیں۔ کروں کی ہنک سے دل کو روشن کرتے ہوئے آگے قدم بڑھایا۔ اور یہ ہمیشہ کی طرح موثر و مفرد و فصیح کے لبرزد تھا۔ دل کی گہرائیوں میں انار سے بال بال بچا کیونکہ گہرائی میں گر کر کہیں کم نہ ہو جانا چنانچہ اسے ہر وقت نظروں کے سامنے رکھنے کے لئے لاشعور کے ڈبے میں بند کر کے دل کی سب سے اوپر والی سطح پر سجایا۔ واقعی بھائیوں اور جنڈوں کو درست استعمال بہت کم لوگوں کو آئے ہیں جن کو آتا ہے وہ دوسروں کو کیوں نہیں سکھا دیتے اور دوسرے اپنے ان کے خول توڑ کر ان سے کیوں نہیں سیکھتے پناہ کیا شعر یاد آیا۔

لڑائی جھگڑے پھوڑو یہ انا کے خول توڑو
گھر یہ بے سکوں ہے سکوں کس طرح دلاؤں
زیور وغیرہ پہننے سے ہمیشہ نفرت رہی ہے لیکن اس ”انمول زیور“ کو فوراً زیب تن کر لیا بلکہ زینت دل بھی بنا لیا۔ یہ سبق آموز کہانی واقعتاً پھول کی جان تھی۔ اچھی چیز کی تعریف کیا جائے کہ خوبصورت شے اپنی تعریف آپ ہوتی ہے۔ (قول صامی) اس میں ان خواتین کے لئے بھی غور و فکر کا مقام ہے جو بے جا نمود و نمائش اور دکھاوے کے لئے دنیاوی میں عزت حاصل کر لینے کی خواہشمند ہوتی ہیں اور اس بدبختی زیور کو بھول جاتی ہیں جو محبت میں جانے کے لئے پہننا ناگزیر ہوتا ہے۔ ہوا کی سرسراہٹ ہفتے ہی اس میں خوشی کی خوشبو محسوس کرنے کی کوشش کی مگر کوشش لاحاصل۔ غالباً اس لئے کہ ہماری اپنی ذات اس ایثار و قربانی سے خالی ہے۔ جو ”خوشی کی ہوا“ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ کہانی کا پلاٹ بہت دفعہ پڑھا ہوا ہے الفاظ کے چناؤ اور ماحول میں تبدیلی سے کچھ فرق پڑتا ہے اور کہانی میں تاخیر پیدا ہو جاتی ہے۔ سعید پرچہ صاحب بھی تو خوشگوار موزوں اچھی تصاویر بناتے ہیں البتہ ان کی انکس تصاویر ان کے برے موزوں عکاسی کرتی ہیں بھیا! آخر! ذرا خوش رکھا کریں ناں اپنے سعید بھائی کو

کافانہ پڑھ کر روٹھنے کھڑے کے کھڑے رہ گئے جو کہ ہر ایسی تحریر پڑھ کر اکثر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ واقعی کشمیر کا ہر گھرانہ علم و رسم کا نشانہ ہے اور حکومت پاکستان نہ جانے کیوں اس سے بیگانہ ہے۔ بہر حال کشمیریوں کی محنت و جادو اور لازوال قربانیاں انشاء اللہ بہت جلد رنگ لائیں گی۔ ”مناشا“ کو ہم سب سے پہلے تلاش کر کے دماغ میں انارنے کی سعی کرتے ہیں۔ ہر پیر اگر ارف تجسس سے بھر پور اور دلچسپی سے لبریز ہوتا ہے۔ انسان ارد گرد کے ماحول سے بے نیاز نہ رہتا بلکہ دنیا میں ہوجاتا ہے مصنف ہمارے معاشرے کی گہرائیوں کی بے مثال عکاسی کر رہے ہیں۔ پھول کلینک پڑھ کر غصہ بھی آیا اور خوشی بھی ہوئی۔ خوشی معلومات میں اضافہ کے لئے اور غصہ اس لئے کہ پچھوڑ پیلے ہمارے گھر کے افراد ڈائیریا کا شکار ہو کر ٹھیک بھی ہو چکے ہیں۔ اگر اس وقت اس علاج کا ہمیں علم ہو جاتا تو اپنی ڈاکڑی دکھانے کا اصرار ہوتا۔ سانس کی ٹھیک اتانچہ نہ آ سکتا نہ جانے کیوں؟ ”یہ دھواں سماں سے اٹھتا ہے“ اچھا! اچھا معاشرہ عظیم کا دھواں سے دھندلا یا سا چہرہ دیکھ کر ڈرامہ سیریل کی یاد تازہ ہو گئی جس کی صرف وہ واقعاتی نظر سے گزری تھیں لیکن اپنی مشہور سیریلوں میں محسوس ہو رہا ہے کہ پورا ڈرامہ آنکھوں دیکھتا ہے۔ اندر دلوں میں کھاتا البتہ اگر کچھ اور سوالات بھی شامل کر لئے جاتے تو حسن و بدلا ہو جاتا لیکن اب شائع ہو جانے کے بعد ان سوالات کو تحریر کرنا دانی سے کم نہ ہو گا۔ عمران خان کا ”ڈراپ سین“ بہت دفعہ دیکھ چکے ہیں اوہو! ناراض نہ ہوئے۔ ڈراپ سین ٹھیک کی بات کر رہی ہوں پہلے کہیں پڑھا ہے ہوں جو کئی ثبوت ہاتھ آ یا روانہ کر دیا جائے گا۔ اپنی ٹریجیک کامیڈی پڑھ کر ہنسی نہ مارو نا آ یا

☆ شہانہ عزیز میرے کالج کی سٹوڈنٹ ہے اس دفعہ پھول کے شہارے میں بیٹھ چنڈ لڑکوں کے خط پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ میں اس گرام میں بننے سے مخاطب ہوں جنہوں نے شہانہ کے بارے میں تیرہ نوہمبت کچھ لکھا لیکن اپنا نام نہیں لکھا۔ بیٹا عزت اس آنے والی چیز نہیں ہوتی۔ عزت کی جانے اور محسوس کی جانے والی چیز ہوتی ہے ہاں تو پھر آپ کا یہ مطلب ہے کہ نئے عزت اس نہ آئے اس کی بے عزتی شروع کر دینی چاہیے آپ نے کہا کہ شہانہ بہن بھائیوں سے لڑتی بہن بھائیوں سے لڑدور کی بات وہ تو کاغذ میں بھی کسی سے لڑی یا غصے نہیں ہوئی وہ تو بڑی کیوت سی اور ذہین اور صلح جو طبیعت کی مالک ہے اور بیٹا کسی کو اچھا لکھا نا اور پھندا دکھ کر خوش ہونا چاہیے بیچوں بیچوں کو بچوں ہی ہاں کھانے گا خاتین تو نہیں اگر کسی کے گھر لڑی پیدا ہوئی ہے اور آپ کہیں کہ اس کے گھر خاتون پیدا ہوئی ہے تو کوئی آپ سے ہی کہہ دینی توازن پر رشک کرے گا اس میں تو سب بچوں نے بات کا بکٹھڑکا بنایا ہے کہی کیا بات گئی اور کہاں سے کہاں لے گئے میرے تمام بیٹے بات کو سمجھا کر رہیں نہ کہ کسی کی شخصیت کے اوپر بے مقصد باتیں جن کے متعلق آپ جانتے بھی نہیں بتانا شروع کر دیں۔ اس لحاظ سے شہانہ کی بات بالکل ٹھیک ہے کہ لڑکے بات کو سمجھتے نہیں۔ اور ایک بیٹے نے لکھا جیسیس ہونا کتے ہیں میں ڈیل ایم اے کے چکاہوں مگر مجھے جیسیس ہونے کا مطلب نہیں آیا اور آپ ابھی میٹرک بھی نہیں اور جیسیس کا مطلب آپ کو آگیا ہیرت ہے۔ ایڈیٹر صاحب اپنی کہانی میں آپ کو اتنے اچھے طریقے سے باتیں سمجھاتے ہیں آپ لفظوں میں چپے ہوئے مفہوم کو سمجھتے ہیں صرف اس کہانی کے طور پر پڑھتے ہیں پھر تو آپ کے آگے ایسے ہوجاویں تبصیل کے آگے میں بجا نا جب آپ اتنے اچھے اور مہربان ایڈیٹر سے گائیڈ نہیں ہوئے تو آپ گائیڈ کس سے ہوں گے۔ (بروفیسر جعفر اور ایس ڈی بی خان)

طیبری آنکھ سے

محمد اعظم یاد

ابھی برسوں کی ہی بات لیجئے بھیا کی نیلہ رنگ کی سیاہی کی ڈلی میرے ہاتھ آگئی میں نے وہ لے کر پیسا کی سفید شرٹ ڈھونڈی اور اس پر سیاہی انڈیلی تو بھی پٹائی ہوئی جبکہ خود کپڑے دھونے کے بعد پتہ نہیں کہاں سے نیلہ رنگ کی بوتل نکالتی ہیں اس میں سے نیلہ رنگ نکال کر بالائی میں ڈالتیں اور پھر کپڑے ڈالتیں ہیں اور خود کو کبھی ایک چھپر تو کیا جھاڑ تک نہیں پلاتی۔ عجیب بڑے لوگ ہیں میں جس کام سے روکتے ہیں خود ہی وہ کام کرتے ہیں۔

اب اس طرح کی زیادتی میں میرے ساتھ ہمارے فیملی ڈاکٹر بھی کرتے ہیں مجھے مسلسل دو تین دن سے بخار آ رہا تھا بڑے بھیا بھی بخار میں مبتلا تھے شدید سردی کا موسم تھا شاید مجھے نمونیا ہو گیا تو جناب ڈاکٹر صاحب کو بلوایا گیا اب کیا بتاؤں کہ اس ظالم نے اتنی بڑی سوئی کہاں جھپوئی مارے شرم کے کچھ تب بھی نہ سکتا۔ لیکن جناب بھیا کے بازو پر انجکشن لگایا گیا کہاں جا میں کس کو بتائیں ہمارے ساتھ کوئی ایک بے انصافی ہو تو تذکرہ کریں یہاں پر شکوے ہی لگے ہیں۔

کہاں تک سنو گے کہاں تک سنائیں
ہزاروں ہیں شکوے کیا کیا بتائیں

اصل میں میں نے ایک دن فیصلہ کیا تھا کہ بجائے میں دوسروں کے شکوے کرتا پھروں کیوں نہ ایسے کام کروں کہ دوسرے میرے شکوے کرتے نظر آئیں لیکن کچھ کامیاب نہیں ہوا۔ وہ ایسے کہ نانوبائی مجھے ثانی دکھائیں اور پھر چھپا لیتیں میں پکڑنے میں ہی رہ جاتا کبھی میرے سے کافی اوپر کبھی میرے ہاتھ سے کافی فاصلے پر مجھے غصہ آ یا میں نے نانوبائی کا دوسرا خالی ہاتھ پکڑ لیا اور بہت زور سے واڑ لیا۔ جواباً انہوں نے ایک کرارے تھپڑ سے نوازا۔ بے شک چھپر زور کا تھا لیکن جناب شکوے کم کرنے کے لئے ایک بہترین تھپڑ ہمارے ہاتھ آ گیا اب جو بھی کوئی تنگ کرتا اسے کاٹ لینے لیکن جناب لوگ بجائے شکوے کرنے کے مجھے انجوائے کرنے لگے اور مذاق کرنے لگے اور میرا تماشا بنایا۔ اب باہر سے کوئی آتا اسے کہتے کہ منے کا ہاتھ پکڑیں تو آپ کو مامیں وہ بچا رہا پار سے میرا ہاتھ پکڑتا ہم غصے میں اسے کاٹ لیتے اس پر سب لوگ مل کر قہقہہ لگاتے اب کوئی مجھے سزیل کہتا اور کوئی کیا کوئی میرا کان مروڑ کر گزر جاتا اور کوئی آنکھیں دکھاتا گزر جاتا ایسے حالات میں جب ہم دوسروں سے شکوے کم کرنا چاہتے تھے اور دوسروں کو موقع دینا چاہتے تھے کہ وہ ہمارے بارے میں شکوے کریں الٹا ہمارے شکوے بڑھتے جارہے تھے تب تنگ آ کر باہر گلی میں جانے لگے۔ باہر ہمارے جیسے چھوٹے چھوٹے منے منے بچے کچھ ہم سے بڑے اور کچھ اور زیادہ بڑے گلی میں کھیلنے رہتے ہم ان کے ساتھ مل گئے ان سے ایک دوسرے کو نیچے گرائنا اور مارنا سیکھا لیکن جناب ہوا یہ کہ ہم اپنے سے چھوٹے بچوں کو مارتے تو وہ ہمارے بارے میں شکوے کرتے ہم سے بڑے بچے کچھ مارتے تو میرے شکوے بڑھ جاتے لیکن جناب باہر رہ کر ہم میں ایک طاقت آئی تھی وہ یہ کہ بھیا چھیڑتے تو ہمیں انہیں کار سے پکڑ کر نیچے لٹا دیتے۔ پیٹا تنگ کرتے تو ان کے کندھوں پر چڑھ کر زور لگاتے اور انہیں اپنے زور سے نیچے لٹا دیتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ میرے خلاف کوئی شکوہ نہیں کرتے۔ عجیب لوگ ہیں لیکن جناب جب باہر کے لوگوں کے شکوے ہمارے خلاف بڑھنے لگے تو سب کہنے لگے کہ مٹا بڑا ہو گیا ہے اسے سکول بھیج دیں وہاں جا کر چل پتہ گیا ہمارے خلاف جو پورا محلہ شکوہ پور بنا ہوا تھا اب ہم اپنی پوری کلاس کے خلاف شکوہ گاہ بنے ہوئے تھے۔ خاص طور پر نیچے کے خلاف کیونکہ ایک دفعہ اس نے ڈالنا ہم نے بہادری دکھانا چاہی اور ان کا دوپٹہ پکڑ کر نیچے گرانا چاہا تو وہ میرے پیٹا سے بھی بہادری نکالیں اور بجائے گرنے کے الٹا ہمارے کان پکڑا دیئے اب آپ سوچ رہے ہو گئے کہ میں سکول کے شکووں کے بارے میں لکھوں گا نہیں جناب یہ جو چیز شکوے کا ناہ شایہ ساری عمر ساتھ رہتا ہے یا تو آپ کو کسی سے شکوہ ہو گیا پھر کسی کو آپ سے شکوہ ہو گا تو کیوں نہ پھر اس کی جان ہی چھوڑ دی جائے۔

شکوہ وہ ہوتا ہے جو کیا نہ جائے اور گلہ وہ ہوتا ہے جو اگلے بندے کو سنا دیا جائے چاہے وہ گلہ سن کر آپ کا گلا دبا دے۔ میرے دل میں بہت سے شکوے ہیں جنہیں گلوں کی شکل دینا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں یہ گلے میرے گلے نہ پڑ جائیں۔ بہر حال یہ شکوے صرف آپ کو سنارہا ہوں اور ہاں یہ شکوے چونکہ میرے یعنی منے میاں کے ہیں

اس لئے جو بھی رد عمل ہو گا منے میاں پر ہو گا۔ ہم ذمہ دار نہ ہونگے۔ تو منے میاں کہتے ہیں کہ سب سے پہلے شکوہ تو مجھے اپنے ابو سے ہے کہ وہ مجھے آزادی نہیں دیتے کہ میں اپنی مرضی سے کوئی کام کر سکوں۔ اب یہی دیکھنے ناں! باہر لان میں پھولوں کے سچے ہوئے گلے رکھے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ ان میں سے ایک آدھ کو اٹھا کر زمین پر پٹا جائے اور پھر تالیاں بجاتی جائیں۔ ایک بار ایسا کیا تو بھیا نے پابندی لگا دی کہ اس سمت نہیں جانا سمجھ نہیں آتی کہ گلے توڑنے پر پابندی لگا دیے لیکن بڑے بھیا تیز جھلوں سے نوکروں کا دل توڑ دیتے ہیں اس پر کوئی پابندی نہیں۔ ماسے شکوہ ہے کہ وہ مجھے بار بار دروازہ کھولنے اور بند نہیں کرنے دیتے حالانکہ ایسا کرنے سے کتنا مزہ آتا ہے۔ مجھے کبھی ہیں ”اوئے منے کے بچے“ باز آ جاؤ اپنی حرکتوں سے ورنہ تمہارے ڈیڈی سے شکایت لگا دوں گی۔

جبکہ اس بڑوں کی شکایت کسی سے نہیں لگائیں جو ان کے پاس دو دو گھنٹے بیٹھ کر محلے کے ہر گھر کا دروازہ کھولتیں ہیں اس گھر کی تمام چغلیوں کو تیز کراری زبان کا ترکا لگانے کے بعد امی کو پلاتی ہیں اور پھر وہ دروازہ بند کر کے اگلے گھر کا دروازہ کھول لیتیں ہیں اور پھر اس کے بارے میں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور شکوہ ماسے یہ بھی ہے کہ مجھے بھوک زیادہ لگتی ہے تو کہتیں ہیں کہ میں بھوک کو لگتا ہوں۔

تو مجھے غصہ آتا ہے میں انہیں میز میز سے اٹھ کر گھورنا شروع کر دیتا ہوں تو کہتی ہیں ”اوئے موٹے کے آنکھیں نیچی کرو“ آنکھیں نیچی کر کے سوچتا ہوں کہ پتا تو دفتر سے تنخواہ بھی کھاتے ہیں پھر جس کا کام کرتے ہیں اس سے بھی کھاتے ہیں اور اس کھائی ہوئی کمائی سے جو فیکٹری بنائی ہوئی ہے اس سے بھی کھاتے ہیں اپنا ذاتی گھر جو کرائے پر دیا ہوا ہے اس سے بھی کھاتے ہیں اور جس سرکاری بنگلے میں رہتے ہیں اس کا آدھا حصہ بھی کرایے پر چڑھایا ہوا ہے یہاں سے بھی کھاتے ہیں اور میرے صرف کھانا زیادہ کھانے پر اتنا کچھ سنا دیتی ہیں۔ مگر کیا کو کچھ بھی نہیں کہتیں..... بے انصاف کہیں کی میں جب بھی کوئی کام اپنی مرضی سے کرنے لگتا ہوں تو بھی مامیج شہتی ہیں ”منے کے بچے“ اب آپ ہی بتائیے کہ میرے بچے کہاں تاہم پھر بھی اپنے بچوں کو دیکھنے کے لئے ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو وہ آ کر ایک عدد مناسا چھپر سید کر دیتی ہیں ”کب سے آوازیں دے رہی ہوں“ باز ہی نہیں آ رہے، الٹا پرواہی سے ادھر ادھر دیکھے جارہے ہو۔

اس طرح کی بات جب وہ ناٹو ناٹو سے کہتی ہیں کہ ”نانو میری عینک لاء“ تو نانوبائی ادھر ادھر دیکھتی ہوں اور پھر عینک لا کر دے دیتی ہیں انہیں کچھ نہیں کہتیں۔

کبھی کبھی ہمارا جی چاہتا ہے کہ پلیٹیں اٹھا کر زمین پر پٹ دی جائیں ان کے گرنے کی آواز بکھری ہوئی کرچیں، آیتنا مزہ آتا ہے لیکن ماساں پر بھی ڈانٹ پلا دیتی ہیں کہ پلیٹیں کیوں توڑ رہے ہو جبکہ خود روزانہ انڈوں کو توڑتی ہیں اور فرانی پین میں ڈالتی ہیں۔



تھوڑی سی اپنی رائے
بھی تو ہونی چاہئے نا!

بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی!

◀ دونوں میں بہت دوستی ہے اسی لئے ملکر کھیلتے اور شرارتیں کرتے ہیں

◀ انکے بال دیکھتے ہی رہ گئے! ▶ ڈانٹنے والی ٹیچرز بالکل اچھی نہیں لگتیں!

بہ۔ ہم دونوں میں بہت دوستی ہے اور ہم دونوں ملکر خوب کھیلتے اور شرارتیں کرتے ہیں۔ اب بھی اس سے برداشت نہیں ہو رہا کہ میں اکیلے ہی کیوں باتیں کر رہی ہوں۔

نئی وی پر صوبیہ کو ”عینک والا جن“ اور ”بات بے بات“ ڈرامے بہت پسند ہیں۔

اور پسندیدہ شخصیت؟ صوبیہ کا جواب جو بھی تھا وہ علیحدہ بات! ارے بھئی..... پھول سا تھیو سنو تو! بھئی اتنی جلدی کیسی؟ پہلے ہماری بات تو سن لیں!

انہیں وہ سیاسی شخصیت صرف اس لئے پسند ہے کہ امی ابو سمیت سب گھر والوں کو پسند ہے..... بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی.....!

کسی بھی چیز کے پسند یا ناپسند ہونے کے بارے میں تھوڑی سی اپنی ذاتی رائے بھی تو ہونی چاہئے نا! اور پھر ایسے بچوں کیلئے جنہیں مستقبل میں وکیل بننا ہو بہت ضروری ہے کہ ہر بات کی کوئی ٹھوس وجہ بیان کریں..... سوچیں!!

صوبیہ جلیل بھی تو وکیل بننا چاہتی ہیں۔ امید ہے کہ اب وہ ضرور سوچیں گی۔



محمد مبین چودھری

معصوم چہرے اور لمبے بالوں والی صوبیہ جلیل کا جب فوٹو سیشن ہوا تو ہم موجود نہ تھے۔ بات چیت کیلئے انہیں دفتر میں وقت دے دیا گیا۔ مقررہ دن جب وہ اپنی آنٹی اور منی سی کزن سونیا کے ساتھ پھول کے دفتر آئیں تو ہم انکے بال دیکھتے ہی رہ گئے!

صوبیہ نے ہماری حیرانگی دور کرنے کیلئے بتایا ”چونکہ میں گھر میں سب سے چھوٹی ہوں اس لئے سب کی لاڈلی بھی ہوں۔ سکول جاتی تھی تو امی یا بڑی بہن میرے بال بنا سنوار دیا کرتی تھیں لیکن چھٹیوں میں مجھے بڑی الجھن ہونے لگی۔ اس لئے امی نے کوا دیئے۔“

صوبیہ نے مزید بتایا کہ وہ دو بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ بڑی بہن دسویں میں، بھائی نویں میں اور وہ خود تیسری کلاس میں پڑھتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں بہت پڑھا کو نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ذہن اچھا دیا ہے جتنا بھی پڑھتی ہوں محنت اور توجہ سے پڑھتی ہوں اسی لئے کبھی فیل نہیں ہوئی۔ دوسری کے سالانہ امتحان میں پوری کلاس میں دوم پوزیشن بھی حاصل کر چکی ہیں۔ مستقبل میں وکیل بننے کا ارادہ ہے تاکہ بڑے لوگوں کو سزا دلوا سکیں۔

انہیں سکول میں ڈانٹنے والی ٹیچرز بالکل اچھی نہیں لگتیں اور مس فرخ اس لئے پسند ہیں کہ وہ بہت پیار سے پڑھاتی اور سکھاتی ہیں۔ امی اور ابو دونوں ہی بہت پیار کرتے ہیں۔ امی

پھول کلب۔ کیوں اور کیسے

دعوتِ اہل اس کی دلچسپ روایت

اعظم یاد نے پروگرام شروع کروا دیا۔

سالانہ جائزہ رپورٹ کے دوران ایڈیٹر بھیا اختر عباس اور ان کے ہمراہ خاص طور پر اس اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد دعوتِ یونیورسٹی شعبہ بچوں کا ادب کے انچارج جناب افتخار احمد کھوکھر صاحب بھی تشریف لائے۔ تو سب نے تالیاں بجا کر ان کا استقبال کیا۔

ملتان پھول کلب کے جنرل سیکرٹری خواجہ مظہر نواز صدیقی نے ملتان میں ہونے والے سالانہ کارکردگی کا جائزہ پیش کیا۔

رپورٹ: حافظ مصدق احمد

محبت اگر ہو تو اس کا اظہار بھی ہونا چاہئے۔ اظہار اگر خوبصورت اور دلنشین انداز میں کیا جائے تو محبت امر ہو جاتی ہے۔ محبتیں وصول کرنے کے لئے کچھ چھوٹے اور کچھ بڑے پھول ماہنامہ پھول کے آفس میں مسکرا رہے تھے۔ کچھ پھول ایسے تھے جو اپنی وابستگی کے اظہار میں کھلے کھلے جارہے تھے کچھ

○..... دعوتِ اکیڈمی کے افتخار احمد کھوکھر کو پروگرام میں خصوصی

طور پر مدعو کیا گیا تھا

○..... آپ کا یہ وقت ایک خاص اہمیت کا حامل بن گیا ہے

اسی طرح پشاور سے عمران

یوسف زئی لاہور سے ارشد محمود جھنگ سے افتخار احمد شہنشاہ پورہ سے عظیم شوکت، گوجرانوالہ سے حمیرا ناز نے بھی اپنی سالانہ رپورٹ پیش کی۔

اس کے بعد مرحلہ تھانے آنے والے ”پھولوں“ کو پھول کلب قائم

نئے نئے تھے اور ان میں کلیاں بھی شامل تھیں جو شرما رہے تھے۔ جب انہیں حوصلہ اور یقین ہوا کہ یہاں سب پھول ہی کی طرح نازک اور نرم دل کے لوگ ہیں تو پھر وہ بھی اپنی بہار دکھانے لگے۔ مقررہ وقت پر پروگرام کے میزبان



مبین چودھری، ایڈیٹر بھیا اور افتخار احمد کھوکھر

اس سلسلے میں ہر اہم جگہ پر پھول کلب قائم کئے جارہے ہیں۔ پھول کلب قائم کرنے والے ساتھی اپنے علاقوں میں اپنے دوستوں والدین یا کسی بھی سرپرست کی مدد سے علاقے کے سکولوں کو پروگرام میں حصہ لینے کی دعوت دیں گے۔ اور اپنے علاقے کے کسی بڑے ہال یا سکول میں پروگرام انتظامات کروائیں گے۔

کرنے کے بارے میں طریقہ کار سے آگاہ کرنے کا۔ اس سلسلے میں اعظم یاد نے طریقہ کار کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ شہروں کے ساتھ ساتھ گاؤں کے ان بچوں تک بھی خوشبو پہنچی جائے جن کا بچپنا ان سے چھن گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی مصوویت اور ان کی عمروں کے مطابق تفریح میاں کی جائے



اعظم یاد، حمیرا ناز سرور اور نثار حمان



عمران، سہیل، یونس اور ساجد



فاطمہ سید اور درخشاں سید

جھلکیاں

- اس دفعہ بھی پروگرام مقررہ وقت پر شروع ہو گیا!
- (گلستا ہے پھول والوں کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں بھیجتا پڑے گا)
- تمام بچے اپنی اپنی رائے کا کھل کر اظہار کر رہے تھے
- (بھئی پھول کا پروگرام تھاؤر کس بات کا؟)
- پروگرام میں بہت سے بچے اعظم یاد کی خیریت دریافت کرتے رہے۔

○..... اس کا مقصد بچوں کو ان کا بچپن واپس دلانا ہے

○..... بچوں کے تمام سوالات کے جواب بھی دیئے گئے

○..... سب پھول اپنی وابستگی کے اظہار میں کتنے کھلے کھلے جا رہے ہیں

- (ہم نے تو بہت منع کیا تھا کہ گھڑا لا واقعہ مت لکھیں مت لکھیں!)
- مبین بھائی سارا وقت ایڈیٹر بھیاں سے ہی چپک کر بیٹھے رہے!
- (کسی سے ڈر کر یا تصویر اتروانے کے لئے؟)
- ایڈیٹر بھیاں نے وقفے کا اعلان کیا تو بسکٹ جوس اور برگر سب کے آگے رکھ دیئے گئے! (آکس کریم بہت منگنی ہو گئی کیا!!؟)



مختلف شہروں سے آئے ہوئے پھول ساتھی



عظیم شوکت، قاسم گورائے، ارشد محمود اور عمران یوسف زئی

خواجہ مظہر نواز اور احسن۔ لطیف نے ساتھیوں کے ہمراہ

پروگرام کے آخر پر ہی پروگرام کروانے والے بچوں میں سے صدر اور سیکرٹری کے عہدے کا اعلان کیا جائے گا بعد ازاں انہیں ادارے کی طرف سے ”کارڈز“ جاری کئے جائیں گے۔ اس سلسلے میں سالانہ فہرست بھی ضروری ہوا کرے گی۔ جن دیگر پھول ساتھیوں نے اس پروگرام میں شرکت کی اسلئے نام یہ ہیں عمران سہیل بوبی اوکاڑہ شہزادہ وسیم ریاض ساجد عباس اعوان حافظ باد نیر صدیقی گوجرانوالہ قاسم گورائے احسن لطیف لاہور عدنان جہانگیر آصف شہزادہ ولی چچہ وطنی جاوید اقبال جلالپور جناب درخشاں سید فاطمہ سید لاہور ثقیل سرور گوجرانوالہ عمر بلال آنسہ وحید رافعہ وحید ملتان ندر حمان لاہور طاہر ناز انصاری دینہ اور رانا طاہر محمود کراچی۔ بچوں کی جوس بسکٹ اور برگرز سے تواضع کی گئی۔



فاطمہ اور درخشاں کی امی اور آنسہ، رافعہ دو بہنیں

خیر خواہی

اختر عباس



بس یوں سمجھیں یہ تین بہن بھائیوں کی کمائی ہے۔ تین کی بھی نہیں دو کی ہی ہے۔ تیسری بہن تو بہت چھوٹی تھی اور اسکی دلچسپیوں کی دنیا بھی ایسی ہی چھوٹی تھی۔ ایک چلتے پھرتے کھلونے نماؤں کی ٹاؤن تھی۔

ایک روز کیا ہوا کہ نبیل نے نبیلہ سے کہا۔ آج موسم بڑا اچھا ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی ہے کیوں نہ جنگل سے خشک لکڑیاں لے آئیں۔ نبیلہ بڑی سمجھدار بچی تھی اس نے سوچا بھائی کے ساتھ جانا تو ہے ہی کیوں نا کوئی اور مفید کام بھی کر لوں۔ اسی لئے اس نے گھر میں سجانے کیلئے پھولوں کو لانے کا سوچا۔ پھول توڑتے ہوئے اچانک اسکی نظر مشروم پر پڑی..... اس کی آنکھوں میں ایک دم چمک بڑھ گئی مشروم کا کھانا جو اتنا مزے دار بنتا ہے..... یہی سوچ کر اس نے جلدی جلدی کھمبیاں یعنی مشروم ٹوکری میں جمع کرنے شروع کر دیئے اس دوران اچانک شکیلہ کی بیچ سنائی دی..... نبیل اور نبیلہ کام کرتے ہوئے

ایسا نہیں تھا کہ گھر میں کوئی بڑا نہیں تھا جو کام کرتا۔ بس انہیں کبھی خیال ہی نہیں آیا تھا کہ وہ چھوٹے ہیں۔ ان کی تربیت ہوئی اس انداز میں تھی کہ وہ ہر کام پورے اعتماد سے کرتے اور پھر ابو امی سے داد پاتے۔ ممکن ہے انہوں نے قول اختر پڑھ رکھا ہو کہ ”بڑا قدر سے نہیں کئے گئے کام اور اس کے معیار سے ہوتا ہے“..... اور یہ کہ ”سمجھ کا تعلق عمر سے نہیں احساس سے ہے یعنی جو جس عمر میں اپنا اور اپنی ذمہ داریوں کا زیادہ احساس کرے گا بڑا یا بڑوں جیسا کہلائے گا“.....

اب اگر ہم یہ بتانے بیٹھ گئے کہ یہ کمائی کس ملک کے کس شہر کے کس علاقے کے کسی محلے کے کس گھر کی ہے تو بات دور نکل جائے گی اور کمائی بچہ میں رہ جائے گی۔





چونک گئے..... انہیں اپنی بہن سے پیار جو بہت تھا۔
کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کانٹے دار جھاڑی نے شکیلہ کے دامن کو پکڑ
لیا ہے۔ دونوں نے دیکھا کہ ان کے جائے بغیر بھی کام ہو سکتا ہے تو
شکیلہ کو حوصلہ دیا اور کہا ”بھئی ہمت کرو..... اتنا سا کانٹا کیا چھ گیا اور
شروع کر دیا۔ بہادر بچے ایسے تو نہیں ہوتے نا! آرام تسلی سے اپنی
شرٹ کے دامن سے کانٹے الگ کرو..... شاباش“ ٹاؤں نے جب
دیکھا کہ شکیلہ اکیلی ہی مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے تو اس نے اپنی سمجھ کے
مطابق کام کیا اور شرٹ کا ایک کونا پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا..... شکیلہ تو
کانٹے نکالنے میں کامیاب نہ ہوئی البتہ ٹاؤں اس کی شرٹ ایک دوسری
جگہ سے پھاڑنے میں ضرور کامیاب ہو گیا۔

نبیل اور نبیلہ نے یہ منظر دیکھا تو ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے۔ وہ
جانتے تھے کہ ذرا اسی بات پر دوسروں کو ڈانٹنے اور ان کی غلطیاں
نکالنے سے زندگی کا سارا مزہ ہی ختم ہو جاتا ہے..... اور ان کی زندگی تو
مزے اور خوشی سے یوں بھری ہوئی تھی جیسے چھتہ شد سے..... اسی
شام کھانے کی میز پر انہیں احساس ہوا کہ شد کا جار خالی ہونے کو ہے۔
نبیل نے جار اٹھا کر آنکھوں میں نبیلہ کو پیغام دیا اور دوسری
صبح وہ تینوں نے مشن تلاش شد پر روانہ ہو چکے تھے۔

وہ باتیں کرتے ہوئے شد کی لمبھوں کے پسندیدہ مقام کی طرف جا
رہے تھے تو شوق اور اشتیاق سے ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔
دونوں اپنے اپنے اندازے لگا اور بتا رہے تھے کہ اس بار کتنا شد ملے
گا..... آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنے چھوٹے چھوٹے تو وہ تھے شد

کیسے نکالتے ہوں گے۔ بھلا یہ کوئی مشکل کام ہے کپڑے کے دھوئیں
سے مکھیوں کو اڑا کر شد نکالنے کا منظر تو آپ نے بھی کبھی نہ کبھی ضرور
دیکھا ہو گا۔ ویسے آسان اور مستقل طریقہ جو نبیل اختیار کرتا تھا چرے
پر جالی دار ماسک اور ہاتھوں پر دستانے چڑھا کر بڑے پیار سے مکھیوں کو
چھتے پر سے ہٹا دیتا اور شد کو اپنے برتن میں ڈال لیتا..... آج وہ بڑا ڈول
لے کر آئے تھے مگر یہ کیا۔ حیرت اور مایوسی ایک بڑے سے رپچھ کی
صورت میں سامنے کھڑی تھی.....

بھالو میاں بڑی بے دردی سے سارے چھتے کو چوس چوس کر زمین
پر پھینک چکے تھے اور اب اطمینان سے آخری چھتے پر ہاتھ اور منہ صاف
کر رہے تھے..... تینوں بہن بھائی ڈر کے مارے انہی قدموں پر رک گئے
اور چھپ کر یہ منظر دیکھنے لگے انہیں کچھ کچھ افسوس ہو رہا تھا۔ اس
بات کا نہیں کہ رپچھ شد کھا گیا۔ اس بات کا کہ اپنے حصے سے زیادہ
کھا گیا تھا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے جتنے چھتے نظر آئے صاف کر



”جانے بھی دو بھی بھوکا ہو گا“ نیل نے دوبارہ لیٹنے کی کوشش کی۔

”تم ڈر پوک ہو بھائی! نہیں جانا تو ٹھیک ہے میں خود جاتی ہوں“ نیلہ نے لڑتے ہوئے کہا۔

”ٹھہرو!“ نیل بولا۔ میں بزدل بالکل نہیں ہوں۔ مگر بلا وجہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کا فائدہ“

نیلہ مسکرائی۔ ہوں! قول آخری کی زد میں آ ہی گئے واہ کیا قول ہے کہ ”بہادری کا پتہ دن کی روشنی سے زیادہ رات کی تاریکی میں چلتا ہے“

نیل نے منہ بنایا۔ ”کیا تاریک قول ہے“

اس گفتگو کے ساتھ ساتھ نیل نے موم بتی بہن سے لے لی اور بہت کر کے باورچی خانے تک جا پہنچا دونوں بہنیں اس کے ساتھ تھیں اور وہ کسی بھی خراب سے خراب صورت حال کیلئے تیار تھیں..... مگر یہ کیا وہاں ریچھ تو کیا ریچھ کا بچہ بھی نہ تھا۔

ہت تیرے کی! نیل بولا۔ یہ تو بی بی ہے چور کیس کی..... ہم تو ڈر ہی گئے تھے۔

ہم نہیں صرف تم! نیلہ نے لقمہ دیا۔

اور تم! تم ایک نمبر شکی ہو بے چارے معصوم ریچھ پر الزام لگا دیا تھا۔ افواہی کیس کی!



ڈالے۔ ”پیٹو کیس کا“ نیل بولا ”پیٹو سے زیادہ مجھے تو ندیدہ نظر آتا ہے“ نیلہ نے لقمہ دیا ”بھائی یہ میرے ٹاؤں کو تو کچھ نہیں کہے گا نا؟“ شکیلہ نے ٹاؤں کو اپنے ساتھ چمٹاتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں بھئی۔ یہ ریچھ گوشت خور نہیں وہ بی ٹیرن ہوتے ہیں“ آج کی مہم سے ناکام واپسی نے ان کو کسی حد تک افسردہ کر دیا تھا۔ اب یا تو جنگل کے کسی دور دراز کے حصے سے شہد کی تلاش تک انہیں گھر میں موجود شہد پر ہی گزارا کرنا تھا..... اور یہ یقیناً ایک مشکل کام تھا..... ایک ختم نہیں ہوئی تھی کہ رات کو ایک اور مشکل آن پڑی۔ کچن میں دو چار بار ہلکا سا کھٹکا ہوا اور پھر کسی برتن کے گرنے کی آواز آئی۔ نیلہ کی توجہ ان ہی نکل گئی مگر اس نے ہمت کر کے بھائی کو اٹھایا اور بتایا کہ ریچھ شہد کی تلاش میں ان کے کچن تک آپہنچا ہے۔

نیل بولا۔ چپ کر کے سو جاؤ۔ شہد تو وہ اب تک چاٹ چکا ہو گا۔ نیلہ کو بڑا غصہ آیا کہ ایک تو ریچھ نے صبح کام خراب کیا اور اس پر بس نہیں..... اب ہمارے گھر پر حملہ آور ہوا ہے۔ اور بھائی کہہ رہا ہے کہ چپ کر کے سو جاؤ.....



”بھائی اٹھو! ہم ریچھ کو یوں کھلی چھٹی نہیں دیں گے“

لگا۔ شکر ہے ہم جلدی پہنچ گئے ورنہ اسکا پاؤں اتنا زخمی ہو جاتا کہ بچارہ چل پھر بھی نہ سکتا..... اس نے پاؤں پر مالش کے انداز میں کئی بار ہاتھ پھیرا۔ نبیلہ اور شکیلہ بھی رحم بھری نظروں سے ریچھ کو دیکھ رہی تھیں۔

بھائی آپ کو اتنے بڑے جانور کو ہاتھ لگاتے ہوئے خوف نہیں آ رہا۔ نبیلہ نے شرارت سے پوچھا۔

”نہیں!“ نبیلہ اسکی شرارت سمجھتے ہوئے بولا خوف کسی کے جسم کے بڑا ہونے کا نہیں ہوتا۔ یہ اس خطرے کا ہوتا ہے جو ہم دوسروں سے محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ توقع کرتے ہیں.....

اس لمحے نہ میں ریچھ سے خوفزدہ ہوں نہ یہ مجھ سے خوفزدہ ہے کیونکہ اسے یقین ہے کہ میں اس کا خیر خواہ ہوں نقصان نہیں پہنچاؤں گا..... اور مجھے یقین ہے کہ جب میں اسکا اچھا چاہ رہا ہوں تو یہ میرا کیوں چاہے گا.....

جب وہ واپس گھر کی طرف آرہے تھے تو شکیلہ نے بتایا کہ ریچھ اب تک وہیں کھڑا نہیں دیکھ رہا ہے۔ بے شک وہ منہ سے نہیں کہہ سکا تھا مگر اس کی نظروں میں بچوں کی نیکی پر خیر خواہی اور شکر گزاری بھری ہوئی تھی۔



افواہی کیا؟ نبیلہ نے گہرا کر پوچھا۔

بھئی افواہ پھیلانے والی..... لا حول ولا۔ اردو ادب کو ایک نیا لفظ دینا بھی مصیبت ہو جاتی ہے کسی کے پلے ہی نہیں پڑتا..... داد تو دور کی بات ہے۔

اگلے روز دوپہر کو جب وہ گھر بیٹھے کھیل رہے تھے تو انہوں نے بڑی خوفناک سی چیخیں سنیں..... نبیلہ تو فوراً کھیل چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ نبیلہ اور شکیلہ بھی حسب معمول ساتھ ہی گھر سے باہر آ گئیں۔ تھوڑی ہی دور وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کل والا ریچھ زمین پر لیٹا ترپ رہا ہے اور اسکی چیخیں بلند ہو رہی ہیں۔ نبیلہ فوراً معاملہ سمجھ گیا اور بھاگ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کا دائیں پاؤں ایک شکاری کڑکی میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ کڑکی ہرنوں یا خرگوشوں کو پکڑنے کیلئے لگائی جاتی ہے۔ نبیلہ نے آگے بڑھ کر ریچھ کی کمر پر ہاتھ پھیرا تاکہ اسے اطمینان ہو جائے کہ وہ دوست ہے دشمن نہیں۔ پھر اس نے زور لگا کر کڑکی کو کھولا۔ وہ زمین میں دبئی ہوئی تھی۔ جونہی ریچھ کا پاؤں کڑکی سے باہر آیا اس کی چیخیں بند ہو گئیں اور وہ آنکھیں بند کر کے لمبے لمبے سانس لینے



فن کا فن

کیا بات ہے ہیرو کی!

تحریر و تصاویر: شازیہ تبسم



شکریہ - شکریہ! حاضرین و ناظرین



○ ہیرو..... ہیرو!..... ہیرو



○ فٹ بال کا کوچ بس شروع ہوا ہی چاہتا ہے



○ ارے باپ دے پیٹھی گت مل گئی انیس!



○ ہوشیار ہیرو! گول نہیں ہونا چاہئے



○ واہ! واہ! کیا بات ہے ہیرو کی



○ کیا ہوا جو چھوٹا ہوں - کام کروں میں بڑے بڑے



○ یا اللہ! تو ہی مدد کرنے والا ہے



کوئی رنگ کوئی ڈھنگ سب راکو کے سنگ
راکو سب کا مزہ راکو سب کی پسند



نہ مے دوستو!

تازہ دودھ اور تازہ کریم سے بنی ہوئی راکو ڈیری آئس کریم بے شمار ذائقوں کے ساتھ ہر جگہ دستیاب ہے۔
پھولوں جیسی رنگ برنگ، شبنم جیسی تازہ راکو ڈیری آئس کریم۔ کوالٹی بہترین۔ ذائقے لذیذ ترین



NEW
TASTIER

MAGGI®

2-MINUTE
NOODLES

ہماری چوائس... میٹھی... میٹھی



کل میٹھی نوڈلز اب اور بھی مزیدار!

Amber